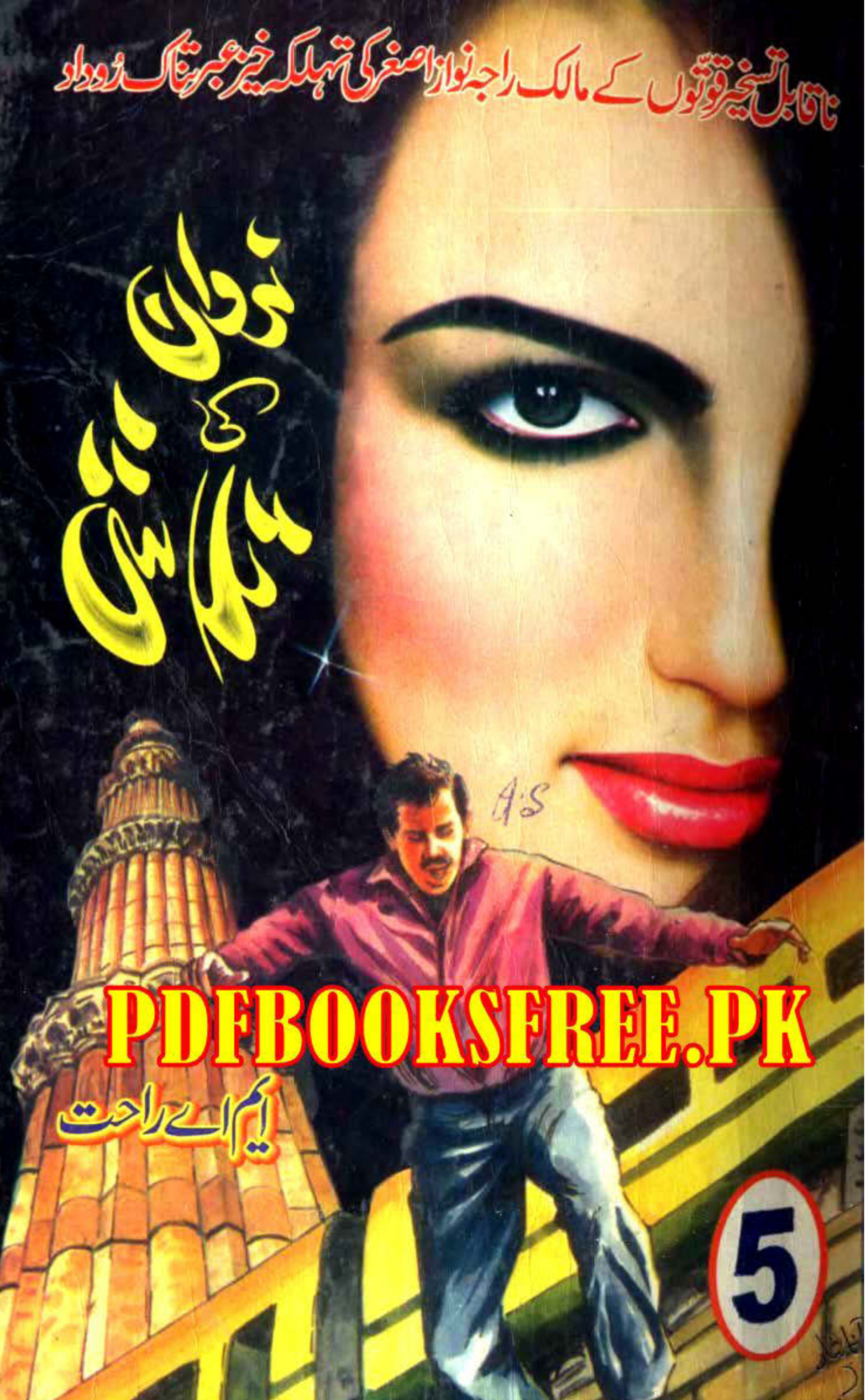

ناقابل تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
PDFBOOKSFREE.PK
ایم اے راحت
5

تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی پارک کے سامنے پہنچ گئے جہاں سے کاریں بدلی تھیں۔ طریقہ کار عمدہ تھا۔ سینی ٹورا نے کار پارک کے سامنے چھوڑدی۔ چابی اگنیشن میں لگی رہنے دی اور اتر کر میرے ساتھ پارک میں داخل ہوگئی۔ تقریباً" ایک گھنٹے تک ہم پارک کے مختلف حصوں میں چہل قدمی کرتے رہے۔ اس کے بعد سینی ٹورا پارک سے باہر نکل آئی اور اب باہر مرسڈیز کی جگہ سینی ٹورا کی کار موجود تھی۔

میں نے گہری سانس لی۔ بہرحال عمدہ طریقہ تھا۔ سینی ٹورا نے کار اسٹارٹ کی اور برلن سے واپسی کا سفر شروع ہوگیا۔ جس میں سینی ٹورا کے خیال کے مطابق کوئی دقت نہ ہوئی اور دوسری صبح ہم واپس فرینکفرٹ پہنچ گئے۔

کیمپ پہنچ کر سینی ٹورا نے میری طرف دیکھا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولی "کیا پروگرام ہے ڈارلنگ؟"

"تم بار بار یہ سوال مجھ سے کیوں پوچھتی ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"میرے اب سارے پروگرام تمہارے ذمے ہیں"۔

"سارے؟" وہ مسکرائی۔

"ہاں۔ یقیناً"!"

"تب تو مجھے بہت دقت ہوگی" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کے ان معنی خیز جملوں میں اس کی وہی فطری کمینگی جھلک رہی تھی۔

"ہاں مس سینی ٹورا۔ مجھ سے کسی ایک بات کی توقع نہ رکھیں، جس کی ہدایت آپ نے نہ کی ہو" میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور اس نے گردن ہلا دی، پھر بولی۔

"تم اپنے دوستوں کے ساتھ دن گزار سکتے ہو ڈیر۔۔۔۔۔۔ لیکن شام میری ہوگی"۔

"اوکے!" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا نے مجھے میرے خیمے کے قریب اتار دیا اور پھر اس کی کار آگے بڑھ گئی۔ میں نے گردن ہلائی اور چند قدم چل کر خیمے کا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوگیا۔

"اندر ایک تماشا ہو رہا تھا۔ بیکر ایک کونے میں سمٹا بیٹھا تھا۔ دوسرے کونے میں سردارے پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا اور اس کے بالکل نزدیک سیاہ بالوں' گورے رنگ اور چپٹی ناک کی ایک گداز بدن لڑکی بیٹھی چرس بھرے سگریٹ کے آخری کش لے رہی تھی۔

"ہے۔۔۔۔۔ استاد۔۔۔۔۔ زندہ باد!" سردارے نے مجھے دیکھتے ہی نعرہ لگایا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لڑکی بھی اسی طرح کھڑی ہو گئی جیسے اس سے منسلک ہو۔

"ہیلو۔۔۔۔۔! ہیلو بیکر!" میں نے دونوں کو مخاطب کیا۔

"ہیلو ماسٹر! آپ واپس آ گئے!" بیکر بولا۔

"ڈارلنگ۔۔۔۔۔ یہ کون ہے؟" لڑکی آواز بنا کر بولی۔ اس کے انداز میں گھٹیا پن تھا۔ ویسے وہ نشے میں تھی۔

"میرا استاد۔۔۔۔۔ میرا باپ!" سردارے نے جواب دیا۔

"اوہ! ڈیڈی ڈارلنگ!" لڑکی دونوں ہاتھ پھیلا کر جھپٹی اور میری گردن سے چپک کر میرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیے۔

"ارے۔ ارے" میں نے بوکھلا کر اسے پیچھے ہٹایا لیکن وہ پھر دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی اور اسی طرح میرے ہونٹوں کی طرف لپکنے لگی جیسے بلی گوشت پر جھپٹتی ہے۔

"سردارے۔ سردارے۔۔۔۔۔ اسے روکو" میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں استاد۔ نہ پنجے مارتی ہے' نہ کاٹتی ہے۔ اس خادم کی دریافت ہے" سردارے نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔ یہ جملے اس نے انگریزی میں ادا کیے تھے۔ اور میں نے پہلی بار بیکر کو قہقہہ مار کر ہنستے دیکھا تھا۔

"ابے تیری دریافت کی ایسی تیسی" میں نے لڑکی کے حملوں کو روکتے ہوئے کہا۔

"بڑی مخلص ہے استاد! اس وقت تک باز نہیں آئے گی جب تک اپنے خلوص کا پورا پورا اظہار نہ کر لے گی۔ اس لیے جان چھڑانی ہے تو چلنے دو۔ ورنہ تماشا جاری رہے گا"۔

"اور میں سردارے کو گھورتے ہوئے رک گیا۔ کمبخت نے اچھی طرح میرے ہونٹ بھنبھوڑے اور پھر مسکراتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔

"کب واپس آئے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"بکو مت" میں نے اپنے ہونٹ رگڑتے ہوئے کہا اور بیکر پھر ہنس پڑا۔ لڑکی مسکرا مسکرا کر ایک ایک کی شکل دیکھ رہی تھی۔

"داد نہ دو گے استاد۔ ورائٹی تلاش کرنے میں تمہارے سردارے کا کوئی جواب نہیں ہے" سردارے شدید موڈ میں نظر آ رہا تھا۔

"اور مسٹر پنٹو کی اس ورائٹی نے میرا کیریئر بھی تباہ کر دیا ہے جناب۔ میرے کمزور بازو نہ تو اسے روک سکتے ہیں' نہ میں کسی نوجوان اور کسی حد تک طاقتور لڑکی کے بوسوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں"۔

"کیا یہ انگلش نہیں جانتی؟" میں نے سردارے سے پوچھا۔

"برٹش ہے" سردارے نے جواب دیا۔

"مگر کیسی بے تعلق کھڑی ہے"

"یہی اس کی خوبی ہے" سردارے نے کہا اور میں نے ایک طویل سانس لی۔ صورت شکل کی بری نہیں تھی لیکن عجیب تھی' جیسے بہری ہو۔ میں ایک گہری سانس لے کر کینوس بیڈ پر جا بیٹھا۔

"استانی کہاں گئیں استاد؟"

"جہنم میں" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"سوؤ گے؟" سردارے میری شکل دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں!"

"چلو ٹھیک ہے۔ آؤ مینی' بار چلیں۔ بیکر تم چاہو تو ہمارے ساتھی بن سکتے ہو!"۔

"خدا کے لیے مجھے معاف کر دو" بیکر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا اور سردارے نے شانے اچکائے۔ پھر لڑکی کی طرف رخ کر کے بولا:

"آؤ مینی چلیں۔ باپ سوئے گا"

"اوہ! ضرور۔ ضرور۔ گڈ لک ڈیڈی" وہ پھر میری طرف لپکی لیکن سردارے نے اس کی کمر پکڑ لی اور پھر وہ اسے کمر سے پکڑے پکڑے ہی خیمے سے باہر لے گیا۔

"تھینکس گاڈ!" بیکر خیمے کی چھت کی طرف دیکھ کر بولا اور میں ہنس پڑا۔

"تمہیں بھی اس نے پریشان کیا ہو گا؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں ماسٹر۔ بس میرے ہونٹ اور شانے دکھ رہے ہیں۔ کم بخت بوسہ لیتے ہوئے بھینچتی بھی بہت زور سے ہے" بیکر نے کہا اور مجھے پھر ہنسی آ گئی۔

"الو کی تلوق ہے" میں نے گردن ہلائی۔

"ناشتہ تیار کروں ماسٹر۔ رات بھر کے جاگے ہوئے معلوم ہوتے ہو؟"

"بیکر کے لہجے میں پیار جھلک رہا تھا۔ میں نے اس کی شکل دیکھی اور دل میں ایک عجیب سا تاثر پیدا ہو گیا۔

"نہیں بیکر ڈیر۔ رات کا جاگا ہوا ہوں' سوؤں گا"۔

"بہتر" بیکر نے گردان ختم کر دی اور میں نے کروٹ بدل لی۔ رات بھر کے سفر سے تھکن ہو گئی تھی۔ آنکھیں جل رہی تھیں۔ ڈرائیونگ بھی کبھی سینی ٹورانے کی تھی' کبھی میں نے۔ بہر حال اس تھکن کے باوجود فوراً نیند نہیں آئی۔ ذہن میں خیالات کی مکھیاں بھنبھنانے لگی تھیں۔

اور خیالات کا محور سینی ٹورا ہی تھی۔

بہر حال طے شدہ بات تھی کہ پراسرار عورت تھی اور کافی خطرناک بھی۔ ابھی تک میں اس کے بارے میں صحیح فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ وہ کیا ہے۔ رات کی تنہائیوں میں وہ عجیب و غریب کردار پلے کرتی تھی۔ اضطراب بھی' اجتناب بھی۔ قربت بھی اور احتیاط بھی۔ پھر جب بے اعتنائی پاتی تو مرجھا جاتی۔ کہیں محرومی کا احساس کرتی تو خوش ہو جاتی۔ ممکن ہے ان تاثرات کا اظہار اداکاری ہو' صرف اداکاری۔

لیکن باقی معاملات۔۔۔۔۔ کام پراسرار انداز میں ہو رہا تھا۔ میں نے اس کی پوری شخصیت کا تجزیہ

کیا۔ اس کی گفتگو کے ایک ایک لفظ کو ذہن میں دوہرا کر کوئی اندازہ قائم کرنے کی کوشش کی اور اس تجزیہ کو یوں ترتیب دیا:

نمبر ایک۔ وہ اس انداز میں سامنے آئی کہ توجہ خود بخود اس کی طرف مبذول ہو جائے۔ لیکن خو اس نے قریب آنے کی کوشش نہیں کی۔ سوال یہ ہے کہ اگر میں اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔ میں اسے گھاس نہ ڈالتا تو؟ لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر وہ اپنی طرف سے بھی کوشش کر سکتی تھی۔ گویا وہ اس کا دوسرا قد ہوتا!

ٹھیک۔ اس بات پر ذہن جم گیا۔ نمبر دو! اس نے خود کو ایک اسمگلر کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس ک عجیب و غریب گاڑی کے بارے میں' میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس میں منشیات تھیں بھی یا نہیں۔ میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ گویا' گاڑیاں بدلنا' برلن کا قیام' یہ سب کچھ فراڈ بھی ہو سکتا ہے۔ بالکل ٹھیک' ذہن اس بات پر جم رہا تھا۔

اور پھر ---- اس کی پہنچ ---- پاسپورٹوں کی تیاری' آسان کام نہیں ہے۔ وہ میک اپ کا ماہر بھی ہے۔

اور پھر میرے ذہن میں ایک اور سوال کھٹکا۔ اس سوال کی کھٹک کافی تھی۔ اس نے واپسی میں مجھ سے مشورہ کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کے علاوہ اس نے مجھے چالاک بھی گردانا تھا۔ کیا یہ ایک اشارہ نہیں تھا۔ کوئی لمبا پروگرام! میں نے کروٹ بدلی اور نیم غنودہ ذہن سے طے کر لیا کہ بہرحال سینی ٹورا قا اعتماد نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو جائے اس پر مکمل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

اور یہ آخری خیال تھا! اس کے بعد میں سو گیا۔ آنکھ کھلی تو ساڑھے تین بج رہے تھے۔ بیکر بدستو خیمے میں ہی بیٹھا ہوا تھا۔ نہ جانے یہ شخص باہر کی دنیا سے اس قدر بیزار کیوں ہو گیا تھا۔ بہرحال پیارا انسان تھا۔ مجھے اس کی کسی بات سے اختلاف نہیں تھا۔

میں اٹھ کر بیٹھا تو وہ چونک پڑا اور پھر جیسے خیالات کی دنیا سے واپس آ گیا "ہیلو ماسٹر! نیند پوری ہو گئی؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بیکر" میں نے جواب دیا۔ سر بھاری ہو رہا تھا۔ دن کی نیند بہرحال رات کی نیند کی کسر پوری نہیں کرتی۔ میں نے ہاتھ وغیرہ دھوئے' آنکھیں صاف کیں' میک اپ رات کو واپس آتے ہوئے اتار دیا تھا اس لیے اب کوئی دقت نہیں تھی۔ بیکر کو اس وقت ضرورت کا پورا احساس تھا۔

چنانچہ چند ہی منٹ کے بعد کافی کی بو میرے نتھنوں سے ٹکرائی اور پھر عمدہ سینڈوچز اور کافی بیکر نے میرے سامنے لا کر رکھ دی۔

"اوہ! بیکر زندہ باد! یار تم نے ہمارے عیش کرا دیے ہیں آ جاؤ" میں نے کہا اور بیکر اپنی کافی لے کر میرے پاس آ بیٹھا۔ "سردارے جب سے گیا ہے' واپس نہیں آیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ماسٹر۔ ویسے شکر کریں ابھی دیر تک واپس نہ آئے" بیکر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ واپس آئیں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ ہو گی"۔

"اوہ!" میں ہنس پڑا۔

"عجیب لڑکی ہے ماسٹر۔ ہر وقت نشے میں رہتی ہے۔ سارا دن چرس پیتی رہتی ہے۔ نہ جانے ابھی تک اس کے بدن میں خون کس طرح باقی ہے اور پھر بے تکلف اتنی کہ ---- کہ کچھ بھی نہیں دیکھتی" بیکر نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں کافی وغیرہ سے فارغ ہو گیا۔

"میرا خیال ہے ہم بہت جلد یہاں سے نکل چلیں گے بیکر"

"اوہ! کہاں ماسٹر؟"

"ڈنمارک!" میں نے جواب دیا اور بیکر کے چہرے پر کسی قدر سنجیدگی پھیل گئی۔ "تم تو ہمارے ساتھ ہی ہو گے بیکر؟" میں نے دوبارہ کہا۔

"دل تو چاہتا ہے کہ پوری زندگی آپ کے ساتھ ہی گزاروں ماسٹر!"

"پھر ---- قباحت کیا ہے؟"

"اوہ۔ کچھ نہیں ماسٹر۔ آپ لوگ' درحقیقت زمین کے فرشتے ہیں۔ فرشتے نہیں تو انسان تو ضرور ہیں اور انسان آج کل کہاں ہوتے ہیں۔ لیکن میں تمہارے اوپر کب تک بوجھ بنا رہوں گا ماسٹر۔ میں کب تک تمہارے اوپر مسلط رہوں گا!" وہ بھاری آواز میں بولا۔

"تم اتنے پیارے' اتنے مخلص انسان ہو بیکر' کہ کسی کے لیے بھی بوجھ نہیں بن سکتے۔ میری دلی خواہش ہے کہ تم مایوسی کے بھنور سے نکل کر پھر سے عمل کی زندگی میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارے پاس وسائل ہیں۔ تمہارے پاس سہارے ہیں اور سہارے ٹھکرانے نہیں چاہئیں۔ ہاں سہارے ٹھکرانے نہیں چاہئیں۔ اگر خودکشی کرنے کا ارادہ نہ ہو تو۔ سمجھے۔ اس دنیا میں نہ جانے کتنے انسان ہوں گے جو سہاروں کی تلاش میں آنکھیں پھاڑ رہے ہوں گے لیکن ان کی ہر نگاہ خلا سے گزر رہی ہوگی۔ ہر آس تاریکیوں میں ڈوب رہی ہوگی اور جب یہ تاریکیاں ان کی روح کو ڈھک لیں گی تو پھر وہ سمندر تلاش کریں گے اور اگر لہروں کی آغوش میں پناہ نہ لے سکے تو پھر زمین کے بدن کا کوڑھ بن جائیں گے ---- انسانیت کو پامال کریں گے' جرائم کریں گے اور ان کے ذہنوں میں ہمدردی کا کوئی تصور نہیں ہو گا!"

نہ جانے میری کیا کیفیت ہو گئی تھی۔ نہ جانے میں کہاں سے بول رہا تھا اور جب میں خاموش ہوا تو بیکر تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔

"ماسٹر!" اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"ہاں بیکر! میں نے جو کچھ کہا ہے' سچ کہا ہے"۔

"چوٹ کھائی ہے ماسٹر؟"

"ہاں بیکر۔ ایسا زخم ہے' جو بھر بھی چکا ہے مگر کبھی کبھی رسنے لگتا ہے"۔

"ہر جسم داغدار ہے' ہر روح داغدار ہے ماسٹر۔ آخر کیوں؟"

"شاید یہ داغ ہی زندگی کی کہانی کی تحریر ہوتے ہیں۔ ان داغوں کے نقش ہی تفسیر حیات ہوتے ہیں" میں نے کہا اور بیکر گردن ہلانے لگا۔ ماحول ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا اور اس وقت سردارے اور اس کی چھپکلی کی آمد کافی حد تک خوشگوار ثابت ہوئی۔

"ہالو ڈیڈ ---- تم جاگ رہے ہو" خیمے کے پردے سے آواز سنائی دی اور بیکر اچھل پڑا۔

"آ گئی" وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔ تب پہلے لڑکی اور پھر سردارے اندر داخل ہو گیا۔

"الو کی پٹھی کو پورے راستے سمجھاتا لایا ہوں کہ ماسٹر سو رہے ہوں گے لیکن نہ جانے کیا سوار ہوئی کہنے لگی کہ ماسٹر کو قریب سے دیکھوں گی——" سردارے معذرت آمیز لہجے میں بولا۔

"لیکن یہ بکواس کیا کر رہی ہے؟"

"کیا باس؟"

"یہ مجھے ڈیڈی کیوں کہہ رہی ہے؟"

"موڈی ہے باس۔ کئی بار مجھے گرانڈ فادر کہہ چکی ہے"۔

"تم ہو بھی اسی قابل" میں نے کہا۔

"اب تمہاری سی تقدیر کہاں سے لاؤں باس" سردارے کراہ کر بولا۔

"کیا مطلب ہے؟"

"استانی، برلن اور تنہائی۔ ہائے! گزری ہوئی دو راتوں کی داستان نہ جانے کیا ہوگی!" سردارے نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"کہاں سے پکڑا تھا اسے؟"

"اسی کیمپ سے۔ ویسے بڑی خوبیوں کی مالک ہے باس۔ اگر نشے میں نہ ہو تو اچھی خاصی باتیں کر لیتی ہے"۔

"ایسا بھی کبھی ہوتا ہے کہ وہ نشے میں نہ ہو؟"

"کبھی کبھی۔ میں نے اس کا اکھڑا ہوا نشہ دیکھنے کے لیے اس کی سگریٹوں کا پیکٹ ہی پار کر لیا تھا اور اس کے بعد وہ بڑے بڑے نیک انسانوں کی رحمدلی کے واقعات سنا سنا کر مجھ سے چرس کے لیے پیسے مانگ رہی"

"احمق آدمی، تو اسے باہر نہیں چھوڑ کر آسکتا"۔

"یتیم کا سہارا ہے باس۔ ایسا حکم نہ دو" سردارے گڑگڑاتے ہوئے بولا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"شکریہ باس" سردارے نے سکون کی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈ کیا کہتا ہے پنٹو؟" لڑکی نے پوچھا۔

"کہتا ہے تم بالکل خاموش رہو" سردارے نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"اوہ—— ڈیڈ—— ڈارلنگ! تم ایسا کیوں کہتے ہو" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر میری طرف بڑھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پیار کرنے والے انداز میں ہونٹ سکوڑ لیے تھے۔

"روک—— اسے روک سردارے! ورنہ—— ورنہ اچھا نہ ہوگا" میں نے کہا۔

"میں نہیں روک سکتا باس جو ہوتا ہے ہونے دو—— کہاں کہاں روکوں سسری کو—— جگہ ذلیل کرایا ہے" سردارے نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ لڑکی میرے بالکل قریب پہنچ گئی—— تب میں نے اسے جھکائی دی اور کمر پر اٹھا کر نیچے دے پٹخا لیکن اس انداز میں کہ اسے چوٹ نہ لگے۔

"ونڈر فل—— اے جوان آدمی! حیرت انگیز—— خدا کی قسم! میں نے کسی مرد کو اتنی دردی سے عورت کو اٹھا کر پھینکتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ تیرا ہی کارنامہ ہے—— اب بولو؟" بیکر آخری جملے لڑکی کو مخاطب کر کے کہے—— لیکن لڑکی چت پڑی پلکیں جھپکا رہی تھی۔

شاید اس کی سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا—— اس کا زاویہ کیسے بدل گیا۔ سردارے اب بھی اطمینان سے کھڑا تھا۔

"کیا آپ دوبارہ کوشش فرمائیں گی محترمہ!" سردارے نے جھک کر پوچھا۔

"پنٹو ڈالنگ!" لڑکی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"یس ڈارلنگ!" سردارے نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"میری جیب کہاں گئی—— اس میں سگریٹ تھے"۔

"ہاتھ ادھر لاؤ سویٹی" سردارے نے کہا۔ اور پھر اس نے جھک کر لڑکی کا ہاتھ اس کی جیب میں ڈال دیا اور لڑکی نے جیب سے سگریٹ اور ماچس نکال لی اور پھر خیمے میں چرس کی بو پھیل گئی۔

"میں جا رہا ہوں سردارے" میں نے کہا۔

"اوہ کہاں——؟ استانی کے پاس—— باس!" سردارے دانت نکال کر بولا۔ لیکن میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا—— اور خیمے کا پردہ ہٹا کر باہر نکل آیا۔ سردارے میرے پیچھے ہی لپکا تھا—— اور پھر وہ بھی باہر نکل آیا۔

"باس—— باس—— سنو تو——"

"اوہو پنٹو—— مسٹر پنٹو! ایک منٹ پلیز" بیکر بھی بوکھلائے ہوئے انداز میں باہر نکل آیا۔

"ارے ارے، اسے کیا ہوا؟" سردارے نے حیرت سے بیکر کو دیکھا۔ میں بھی بیکر کو دیکھ رہا تھا۔

"میں—— میں آپ کا غلام ہوں مسٹر پنٹو! جو حکم دیں سر آنکھوں پر۔ لیکن خدا کے لیے—— خدا کے لیے مجھے اس خوفناک لڑکی کے ساتھ تنہا نہ چھوڑیں"

"اوہ" سردارے نے گہری سانس لی۔

"لے جا بھائی—— اسے لے جا—— نہ جانے کتنوں کی زندگی عذاب کی ہو گی اس نے" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ملاقات کب ہو گی باس؟" سردارے نے پوچھا۔

"کل—— لیکن اس وقت یہ بلا تمہارے ساتھ نہیں ہونی چاہیے"۔

"بہتر ہے باس۔ اس سے تھوڑی دیر کے لیے چھٹکارا پانے کی صرف ایک ہی ترکیب ہے باس—— کم از کم چار انجکشن لگوا دوں اور جھیل کے کنارے چھوڑ آؤں"۔

"جیسا پسند کرو" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ بیکر احمقوں کے سے انداز میں ایک طرف کھڑا تھا۔ میں نے گردن ہلائی۔ خوب تھی سردارے کی محبوبہ بھی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں سینی ٹورا کے پلاسٹک کے خیمے کے پاس پہنچ گیا۔ سینی ٹورا کی کار پلاسٹک گیراج میں کھڑی تھی۔ میں اندر داخل ہو گیا اور یہ صرف میری جرات تھی۔ دوسرے شاید ایسی حرکت کرنے کی جرات نہیں کر سکتے تھے۔ سینی ٹورا ایک فولڈنگ کرسی میں دراز ایک رسالہ پڑھ رہی تھی۔ نزدیک ہی بیئر کا جگ آدھا خالی رکھا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں پیدا ہوا۔

"ہیلو!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"میں تم سے ناراض ہوں" سینی ٹورا نے کہا۔

"اوہ ہاں۔۔۔۔۔شاید میں جلدی آگیا۔۔۔۔۔سوری" میں واپسی کے لیے مڑتے ہوئے بولا۔
"ادھر دیکھو۔۔۔۔۔!" سینی ٹورا نے کہا اور میں پلٹ پڑا۔ سینی ٹورا کے ہاتھ میں پستول تھا اور ا
کی نال میری طرف اٹھی ہوئی تھی۔ "اگر تم نے باہر قدم نکالا تو تمہاری کمر چھلنی کر دوں گی"
"واقعی۔۔۔۔۔؟" میں مسکرا دیا۔
"ادھر آؤ" اس نے کہا۔ اور میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ "اور قریب آؤ" وہ بولی۔ اور میں کر
کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ "اتنی دیر سے کہاں تھے؟"
"خیمے میں"
"کیوں؟"
"تم نے اجازت دی تھی"
"میں یاد نہیں آئی؟"
"صبر کر لیا"
"کیوں؟"
"اس لیے کہ شام کو تمہارے پاس آنا ہی تھا" میں مسکراتے ہوئے بولا۔
"کیوں پریشان کرتے ہوئے مجھے؟" اس نے دونوں ہاتھ میری کمر میں ڈال دیے اور اپنا چہرہ میر
بدن سے رگڑنے لگی۔ میں بالکل سرد ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے اس انداز کی کوئی پذیرائی نہیں کی۔ اس
چہرہ سرخ ہو گیا تھا' آنکھوں سے خمار ٹپک رہا تھا۔ عجیب کمینی عورت تھی لیکن یہ بات تو میں پہلے بھی کئی با
سوچ چکا تھا۔
"بیٹھ جاؤ نا" اس نے کہا۔
"شکریہ" میں نے کہا اور اس سے الگ ہٹ کر بیٹھ گیا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی
پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور رسالہ بند کر کے میز پر رکھ دیا۔ پستول اس کے اوپر رکھ دیا۔۔۔۔۔ پھر ک
منٹ تک وہ کھوئے کھوئے انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ اور آہستہ آہستہ اس کا چہرہ اعتدال پر آگیا۔ او
خدوخال خشک ہوتے گئے۔
"تم نے اپنے ساتھیوں سے بات کی؟"
"ہاں"
"تیار ہیں وہ لوگ؟"
"یقیناً"
"پھر کیا پروگرام ہے؟"
"جو پروگرام باس کا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میں صرف تمہیں ساتھ لیے لیے نہیں پھرنا چاہتی' کچھ کام کرو"۔
"باس ہدایت دے' میں اس پر عمل کروں گا" میں نے اس کے انداز کا برا مانے بغیر جواب دیا۔ او
وہ مجھے گھورتی رہی۔ پھر بولی۔
"کچھ مال ڈنمارک لے جانا ہے۔ کار کا مسئلہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کے بارے میں کچھ اور بھی

وچو"۔
"میں اس سلسلے میں ناتجربہ کار ہوں باس۔۔۔۔۔ تھوڑی سی تربیت مل جائے تو بخوبی کام کر سکوں
ا"۔
"میں نے اسکول تو نہیں کھول رکھا۔۔۔۔۔ تمہیں ضرورت ہے تو خود سوچو' ورنہ دفعان ہو
اؤ"۔
"ہوں" میں نے آہستہ سے کہا۔ "میرا خیال ہے جس سلسلے میں' میں ناتجربے کار ہوں' اس کے
رے میں کچھ بتانا میرے بس سے باہر ہے اور مجھے وہ کام بھی نہیں کرنا چاہیے"۔
"تب تم جہنم میں جاؤ"
"تھینک یو مس سینی ٹورا۔۔۔۔۔!" میں نے خیمے کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
"آئندہ ادھر تمہاری شکل نہ دیکھوں" وہ غصے سے کانپتے ہوئے بولی۔
"اطمینان رکھیں" میں نے کہا اور اس کے خیمے سے نکل آیا۔ باہر آ کر میں سر کھجانے لگا۔ بہرحال
سان ہی تھا۔ کھوپڑی گھوم گئی تھی۔ درحقیقت دماغ نچا کر رکھ دیا تھا اس کمبخت عورت نے۔ نہ جانے کون
ی۔۔۔۔۔ نہ جانے کیا چاہتی تھی۔ ہاں اگر میں اسے انٹرپول کا نمائندہ بھی تصور کرتا تو اس وقت کے
ویے کا یہی فیصلہ کیا جا سکتا تھا کہ برلن کے سفر سے بھی انہیں کچھ حاصل نہیں ہوا اور وہ مایوس ہو گئے۔
بہرحال اگر یہ بات ہے تب بھی کچھ برا نہیں ہے' میرے اوپر کیا اثر پڑتا ہے۔
لیکن اس وقت۔۔۔۔۔ اس وقت ہوئی خاصی بے عزتی ہے۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ کیا اس سے
ں بے عزتی کا انتقام لوں یا الو کی پٹھی سمجھ کر معاف کر دوں۔ میں چلتا رہا اور میں نے طے کیا کہ کام تو بگڑ ہی
لیا کیوں نہ اسے بھی پریشان کروں۔ اور پریشان کرنے کے لیے میں کوئی عمدہ سی ترکیب سوچنے لگا۔ بہرحال
یہ کام اتنا مشکل نہیں تھا۔ بالآخر ایک ترکیب میرے ذہن میں آ ہی گئی اور میں نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ
کر لیا۔
"تب میں سردارے کی تلاش میں نکل پڑا۔ سردارے کے بغیر اس تفریح میں صحیح لطف نہیں آ سکتا
ھا۔ اور پھر سردارے کی خبطی ساتھی بھی اس وقت میرے کام کی تھی۔ میں نے ایک چکر اپنے خیمے کا
گایا۔ بیکر موجود تھا۔ اس نے بتایا کہ سردارے اس وقت سے اس طرف نہیں آیا۔
بہرحال میں اسے ممکنہ جگہوں پر تلاش کرتا رہا لیکن وہ نہیں مل سکا۔ نہ جانے کمبخت کہاں جا گھسا
ھا۔ بہرحال نہ سہی سردارے' میں خود بھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔ چنانچہ ایک بار پھر میں اپنے مطلب کے
وگوں کی تلاش میں نکل پڑا۔۔۔۔۔ ہپیوں کی یہاں کیا کمی تھی اور ان میں زیادہ تر سر پھرے تھے۔ ایک
و سیقار مجھے مل ہی گیا۔ اس کے پاس گٹار بھی عمدہ تھا۔ میں اس کے سامنے رک گیا۔ درمیانی عمر کا خاموش
بع بوڑھا مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نرمی سے مجھے پکارا:
"ہیلو۔۔۔۔۔ ادھر آؤ۔۔۔۔۔" اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ "بھوکے ہو؟" اس نے اس
نداز سے پوچھا جیسے اسے میرے اوپر رحم آ گیا ہو اور وہ مجھے کچھ کھلانا چاہتا ہوں۔
"ہاں" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"بہت بھوکے ہو؟" اس نے پھر پوچھا۔

"ہاں' بہت"

"کوئی بات نہیں صبر کرو------- میں بھی بھوکا ہوں' بہت بھوکا ہوں لیکن صبر کر رہا ہوں اور ا پھل کا انتظار کر رہا ہوں جو میٹھا ہوتا ہے" اس نے بڑے سکون سے جواب دیا اور میں نے ایک قہقہہ ضبط کر

"تم نے بھی کچھ نہیں کھایا؟"

"آج تیسرا روز ہے۔ اب تو لوگ موسیقار کو بھیک بھی نہیں دیتے لیکن مجھے فکر نہیں ہے۔ میں ایک ایک ہفتہ گزارا کر لیتا ہوں اور پھل کہیں نہ کہیں سے مل ہی جاتا ہے"۔

"آج بھی مل جائے گا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ' جلد بازی اچھی نہیں ہوتی' ابھی انتظار کرو"۔

"نہیں میرے دوست! تم بھی بھوکے ہو' میں بھی بھوکا ہوں------- لیکن ہم دونوں کی بھوک فرق ہے"۔

"اوہ' بھوک میں فرق نہیں ہوتا' بھوک یکساں ہوتی ہے"۔

"لیکن میری اور تمہاری بھوک میں فرق ہے۔ تمہیں جسم کی غذا نہیں ملی اور مجھے ر کی------- تو یوں کریں' تم میرے لیے روح کی غذا مہیا کرو اور میں تمہارے لیے جسم کی"۔

"فلسفہ مجھے بھی پسند ہے لیکن خالی پیٹ کا فلسفہ سارے فلسفوں پر غالب ہے' تم جو کچھ کہنا چا ہو' صاف صاف کہو" اس نے نقیہہ آواز میں کہا۔

تب میں نے جیب سے ایک کرنسی نوٹ نکالا اور اسے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "ا تھامو------- دیکھو' یہ تمہاری بھوک ختم کر سکتا ہے یا نہیں" اور اس نے نوٹ میرے ہاتھ سے اچک اسے آنکھوں کے قریب لے جا کر غور سے دیکھنے لگا۔

"اصلی ہے؟" اس نے رازداری سے پوچھا۔

"ہاں------- کیوں؟ نقلی لگ رہا ہے کیا؟"

"تمہارے پاس کہاں سے آیا؟" وہ ٹٹولنے والی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"سچ سچ بتا دو------- میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی سے نہیں کہوں گا" اس نے مجھے بھروسہ دلا ہوئے کہا۔

"پہلے تم اپنا پیٹ بھر لو------- اس کے بعد بتاؤں گا"۔

"اور تم؟"

"میں کہہ تو چکا ہوں کہ میرا پیٹ نہیں------- روح بھوکی ہے"۔

"روح؟" اس نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ہاں------- اور روح کی غذا موسیقی ہے"۔

"اوہ" اس نے ایک گہری سانس لی "تو تم موسیقی کے بھوکے ہو"

"ہاں"

"شاعر معلوم ہوتے ہو؟"

"کیوں؟"

"صرف یہی صنف حقیقت سے دور ہے' روح کی باتیں اسی کے پاس ہیں ورنہ میرے ت------- روٹی' زندگی کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ تم موسیقی کو روح کی غذا کہتے ہو۔ بے شک ٹ بھرا ہوا ہو تو موسیقی کانوں میں رس گھولتی ہے لیکن خالی پیٹ' روح بھی موسیقی کی پروا کیے بغیر عالم بالا طرف پر تولے رہتی ہے۔ بولو------- کیا میں غلط کہہ رہا ہوں------- جواب دو"۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو میری جان------- لیکن میرا پیٹ بھرا ہوا ہے اس لیے اب میری روح ری ہے۔ تمہارا پیٹ یہ نوٹ بھر دے گا۔ تم اس کے عوض میری روح کو سیراب کر دو"۔

"منظور" وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"تب پھر آؤ" میں نے کہا اور موسیقار میرے ساتھ چل پڑا۔ "کیا نام ہے تمہارا-------؟" میں نے راستے میں اس سے پوچھا۔

"نوٹ میرے ہاتھ میں ہے بلکہ میرے قبضے میں ہے۔ اور تم ایک بھوکے آدمی سے زیادہ طاقتور ہیں ہوگے۔ تم اس سے زندگی چھین سکتے ہو------- روٹی نہیں۔ اس لیے ابھی مجھے تم سے تعارف میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پہلے کھا لوں' اس کے بعد باتیں ہوں گی"۔

"میں اسے ایک ریستوران میں لے گیا اور خود ہی اس کے لیے کھانے کا آرڈر دے دیا۔ وہ بری طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ مجھے بھی نہیں پوچھا تھا۔ بہرحال میں نے اپنے لیے کافی منگوالی تھی۔ اور اس کے سپ لیتے ہوئے دلچسپی سے اسے دیکھتا رہا۔

خوب کھانے کے بعد اس نے کئی ڈکاریں لیں اور بچے ہوئے کھانے کو ندیدے انداز میں دیکھنے لگا۔ کاش! میں اسے بھی کھا سکتا" وہ آہستہ سے بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ وہ درحقیقت' حقیقت پسند تھا۔

پھر میں نے اس کے لیے بھی کافی منگوائی اور کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے اس نے عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور اس انداز میں دیکھتا رہا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو------- پھر اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا "تم آخر ہو کیا بلا؟"

"اوہو' خیریت؟ یہ اچانک-------؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھوک نے میرے حواس گم کر دیے تھے۔ میرا خیال ہے اب میں ہوش میں آ چکا ہوں۔ چنانچہ اب تمہارے بارے میں جاننے کی خواہش قدرتی ہے"۔

"میں ایک عام انسان ہوں اور تم نے میرے ساتھ سمجھوتہ کیا ہے"

"کیسا سمجھوتہ؟"

"یہی کہ جب تمہارا پیٹ بھر جائے گا تو تم میرا پیٹ بھرو گے"

"اوہ' ہاں مجھے یاد ہے" اس نے کسی قدر نڈھال سی آواز میں کہا اور کافی کا آخری گھونٹ بھی معدے میں اتار لیا۔ پھر وہ گہری گہری سانسیں لیتا رہا پھر بولا "موسیقی سے بہت لگاؤ ہے شاید؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔ ویٹر نے ہمارے سامنے سے کافی کے برتن بھی ہٹا دیے تھے۔ میں نے اسے بل لانے کا اشارہ کیا۔ اور ویٹر بل لے آیا۔ تب میں نے بل اپنی جیب سے ادا کر دیا------- اور وہ کسی

قدر جز بز ہوگیا۔ ہوٹل سے باہر نکلتے ہوئے اس نے نوٹ میرے حوالے کرنا چاہا۔

"اب تو ------ بل تم نے ہی دے دیا"۔

"کوئی بات نہیں ہے یہ تم ہی رکھو" میں نے کہا۔

"اوہ شکریہ ------ شکریہ!" اس نے نوٹ جیب میں رکھ لیا اور میں اس کے ساتھ ساتھ چلنے ا وہ اپنا گٹار سنبھالے میرے ساتھ خاموشی سے چل رہا تھا۔

"تم نے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا"

"کوئی خوبی نہیں ہے اس نام میں ------ تم مجھے واکر کہہ کر پکار سکتے ہو"۔

"میرا نام ایڈورڈ ہے"۔

"ہو سکتا ہے" اس نے لاپرواہی سے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم پلاسٹک کے خیمے کے سا پہنچ گئے۔ میں نے سینی ٹورا کے خیمے کی جانب نگاہ دوڑائی ------ اندر روشنی ہو رہی تھی۔ میں نے واکر رکنے کے لیے کہا ------ اور پھر میں نے اس سے گٹار بجانے کا مطالبہ کیا۔

"یہاں ------ اس جگہ ------ ضروری ہے؟"

"ہاں یہیں بجاؤ" میں نے کہا اور واکر گردن ہلانے لگا۔

"سنو دوست ------ تین دن کے بھوکے شخص نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے۔ اس وقت اب ایک عضو چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ آرام کرو لیکن میں تمہارا مقروض ہوں ------ بہر حال سناؤں گا"

"اوہ' یہ بات ہے واکر ------ تب پھر گٹار مجھے دے دو اور تم آرام سے اس خیمے کے سا پڑے پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ"۔

"تم کیا کرو گے؟" واکر نے تعجب سے پوچھا۔

"مجبوری ہے' تم تو بھینس بن گئے اب میں خود ہی اپنی روح کا پیٹ بھرنے کی کوشش کروں گا" نے گٹار اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

"اوہ" واکر ہنسنے لگا۔ "کچھ بھی ہو' آدمی دلچسپ ہو" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر وہ میری ہدای کے مطابق مجھ سے کچھ دور ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ میں نے گٹار کے تار درست کیے' چند ساعت ا میں کھویا رہا اور پھر تار سر دینے لگے۔ تھوڑی دیر' بے ترتیب رہے اور اس کے بعد ان میں ترتیب آنے اور میں نے ایک دلکش نغمہ چھیڑ دیا اور پورے اعتماد کے ساتھ گٹار بجانے لگا۔

پرانی روایتیں تازہ ہونے لگیں۔ تان سین جب تان لگاتا تھا تو جنگلی جانور کھنچ آتے تھے لیکن د بدل گیا تھا۔ میں نے تان لگائی تو ہپی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جوق در جوق آ آ کر میرے گرد جمع ہو۔ لگے۔ سب سے پہلے واکر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔ چند لمحات پتھر کے نزدیک کھڑا مجھے گھورتا رہا تھا اور آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا تھا اور اب وہ میرے سامنے بالکل خاموش کھڑا تھا۔

چند ہی منٹ کے بعد میرے گرد کافی ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ موسیقی کے رسیا' نظر نہ آنے والے سر تاروں میں بندھے چلے آرہے تھے اور میرے سامنے کھڑے جھوم رہے تھے۔

لیکن میری نگاہیں سینی ٹورا کے خیمے کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ میں اس کا رد عمل دیکھنا چاہتا تھ میرا نغمہ تیز سے تیز تر ہونے لگا اور ہپیوں کے منہ سے سسکاریاں نکلنے لگیں۔ وہ سب بے خود ہوتے

ہے تھے اور پھر میں نے سینی ٹورا کے خیمے کا پردہ ہٹتے دیکھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

ظاہر ہے اس ہجوم میں' میں نظر نہیں آرہا ہوں گا۔ وہ قریب ضرور آئے گی اور یہی ہوا ------ سینی ٹورا آہستہ آہستہ آگے بڑھ آئی۔ اور پھر وہ بھی عام لوگوں کے ہجوم میں کھڑی ہو گئی ------ وہ مجھے گھور رہی تھی لیکن میں نے ایک بار بھی اس کی شکل نہیں دیکھی۔

نغمہ ختم ہو گیا ------ تالیاں گونجنے لگیں۔ بدمست آوازیں ابھریں اور جو ہونا چاہیے تھا ------ وہ ہوا۔ بہت سے ہپیوں نے مجھے گھیر لیا ------ دو تین بوسے بھی برداشت کرنے پڑے' جن میں چرس کی بو شامل تھی ------ تب ایک دراز قامت لڑکی' جو جسمانی خوبیوں کا شاہکار تھی' میرے نزدیک آئی۔ اس کے لمبے بال سامنے پڑے ہوئے تھے ------ اور اس نے نہایت بے تکلفی سے میری گردن میں ہاتھ ڈال کر ایک طویل بوسہ لیا۔

عام حالات ہوتے تو میں شاید اسے دھکیل دیتا۔ لیکن سینی ٹورا سارے مناظر دیکھ رہی تھی' اس لیے میں نے لڑکی کے بوسے کو اور طویل اور پر جوش بنا دیا۔

"موسیقار ------ ایک نغمہ ------ میرے لیے" لڑکی بدمست انداز میں بولی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔

"جولی کیشا ------" اس نے جواب دیا اور میں نے گٹار کے تاروں سے اس کا نام لیا۔ اور لڑکی جھوم اٹھی۔ اس کے چہرے پر فخر کے آثار نمودار ہو گئے۔

"میں تمہیں ایک سنہری رات دوں گی" اس نے سب کے سامنے اعلان کیا اور آوارہ گرد خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔

"معاوضہ معقول ہے موسیقار" برابر سے کسی کی آواز ابھری۔

"قبول؟" لڑکی بولی اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس وقت میں خالص تفریح کے موڈ میں تھا۔ چنانچہ میں نے تار پھر چھیڑ دیے۔ اور اس بار پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت نغمہ تاروں نے اگل دیا۔ ہپی دیوانے ہو رہے تھے اور اب وہ اجتماعی طور پر رقص کرنے لگے تھے۔

کئی بار میں نے سینی ٹورا کو دیکھا۔ وہ ایک طرف خاموش کھڑی تھی۔ فاصلہ اتنا تھا کہ اس کے چہرے کے تاثرات نوٹ نہیں کر سکا ------ بہر حال اندازہ تھا کہ خوشگوار نہ ہوں گے۔

کچھ بھی ہو ------ عورت واقعی انوکھی تھی ------ اور جو کچھ بھی تھی' دلکشی سے بھرپور تھی۔ جولی کیشا بھی رقص کر رہی تھی۔ اس عورت کا قدر دراز تھا' رنگ بہت خوبصورت تھا' کمر بے حد پتلی تھی لیکن کمر کی نسبت سینے کی چوڑائی زیادہ تھی اور بالائی جسم واقعی خوبصورت ترین تھا۔

پھر میں نے سینی ٹورا کو واپس جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے قدم تھکے تھکے تھے۔ نہ جانے کیوں میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے نغمہ ختم کر دیا۔

"موسیقار ------ رات کا آخری تحفہ ------ ایک اور نغمے کی بھیک" نشے میں ڈوبے ہوؤں کی آوازیں ابھریں لیکن میری دلچسپی اب ختم ہو گئی تھی۔

"آخری تحفہ اب میرے بھائی سے وصول کرو" میں نے کہا اور واکر کو آواز دی۔ واکر جلدی سے میرے قریب پہنچ گیا۔ میں نے گٹار اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"اب یہ میرے ہاتھ میں اچھا نہیں لگتا" واکر نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں؟"

"تم——— اس کے حقدار ہو؟"

"اور یہ میرے حقدار ہیں" میں نے آوارہ گردوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہر فنکار پر اس کے پرستاروں کا حق ہوتا ہے۔ تمہارا فن تمہاری شخصیت ہے۔ میں نے یہ گٹ تمہیں دیا۔ کیونکہ یہ تمہارے پاس خوش ہے"۔

"پکڑ بھائی——— ہر بات میں فلسفہ نہ بگھارا کر———" میں نے گٹار اس کے ہاتھوں می ٹھونستے ہوئے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔

"سنو تو——— سنو تو میرے دوست——— سنو تو انوکھے آدمی"

"بکو مت" میں نے کہا اور رفتار تیز کر دی۔

"ڈارلنگ——— ڈارلنگ——— مجھے کیوں چھوڑ کر جا رہے ہو" پیچھے سے جولی کیشا کی آوا سنائی دی اور وہ لمبی لمبی قلانچیں بھرتی میرے پاس پہنچ گئی۔

"اب آپ بور کریں گی"۔

"میں تمہارا انعام ہوں" اس نے جھومتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس انعام رکھنے کی جگہ نہیں ہے"۔

"اوہ، میرا خیمہ موجود ہے——— آؤ——— آؤ بھی" اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اچانک می پروگرام بدل گیا——— میں سینی ٹورا کا عاشق تو نہیں ہوں، خود کو اس کے لیے وقف تو نہیں کر چ ہوں——— اور اب تو ایک طرح سے رابطہ بھی ٹوٹ گیا ہے۔ پھر کئی راتوں کی تنہائی کیوں نہ دور کی جائے۔ بہرحال لڑکی ہے، جوان ہے اور خود سپردگی پر آمادہ ہے۔ پھر میں زاہد کیوں بن جاؤں۔ چنانچہ میر ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور——— میں نے نرمی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کر لیا۔

"تمہیں جولی کہہ کر پکاروں یا کیشا کہہ کر———؟"

"جو دل چاہے، لیکن مجھے کیشا زیادہ پسند ہے"

"کیشا ڈارلنگ!" میں نے اسے خود سے چپکاتے ہوئے کہا اور اس نے دونوں ہونٹوں کی چونچ بن دی۔ پھر میرے کندھے پکڑ کر میرے بوسے لینے لگی۔

"خاتون زیادہ ہی بے تکلف ہیں، اس لیے ذرا احتیاط رکھی جائے تو مناسب ہے۔ میں نے گہری سانس لے کر سوچا اور بمشکل تمام اسے آگے بڑھنے پر آمادہ کر سکا۔

جولی کیشا آگے بڑھنے لگی اور ہم لوگ خاصی دور نکل آئے۔ "آپ کا خیمہ اس طرف تو نہیں ہے"۔

"سبحان اللہ!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"عرض کر رہا ہوں——— پھر اس طرف کہاں تشریف لے جا رہی ہیں؟"

"میں——— میں نہیں جانتی"

"واللہ! آپ تو کچھ نہیں جانتیں۔ کیوں نہ میں آپ کو یہاں چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤں"۔

"اوہ، نہیں ڈارلنگ——— آؤ——— یہیں بیٹھیں——— تنہائی ہے، چاند ہے اور تم——— موسیقار——— آؤ بیٹھو" اس نے کہا اور میں نے چاروں طرف دیکھا۔

و——— کیمپنگ کی بائیں سمت تھی، یہاں بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ خیمے کافی دور رہ گئے تھے۔ بہرحال جگہ ٹھنڈی اور خوشگوار تھی، اس لیے میں نے اعتراض نہیں کیا۔ پھر ایک مسطح پتھر پر ہم دونوں بیٹھ گئے۔

"تم——— تم کہاں سے آئے ہو——— اوہ، تمہارے نغمے روح میں اتر جاتے ہیں——— موسیقار! تمہارا نام کیا ہے؟"

"ابوالہول" میں نے جواب دیا۔

"آبو——— ل——— ہال" اس نے کہا۔

"جی" میں نے دانت نکال دیے۔

"اوہ، سوئٹ آبول——— ہال——— ایک نغمہ اور میری جان! میرے لیے صرف ایک نغمہ"۔

"واللہ! بدقسمتی سے طلبہ نواز نہیں ہوں ورنہ آپ کا سر بجا کر آپ کی فرمائش ضرور پوری کرتا" میں نے جواب دیا۔

"کیا کہہ رہے ہو——— میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا"۔

"میرا خیال ہے اب آپ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل بھی نہیں ہیں اور اپنا خیمہ بھی بھول گئی ہیں۔ چنانچہ کیوں نہ میں آپ کی گردن دبا کر آپ کی لاش کسی پتھر کے پیچھے ڈال دوں" نہ جانے کیوں مجھے اس نشے میں ڈوبی ہوئی لڑکی سے الجھن ہونے لگی——— اب اس کے اندر وہ دلکشی نہیں رہی تھی جو میں نے تھوڑی دیر قبل محسوس کی تھی۔

"ارے نائیں——— نائیں، ایسا مت کرنا۔ میں تو تم سے پیار کرتی ہوں——— ڈارلنگ——— میں نے تو———" اس نے پھر میری طرف لپکنے کی کوشش کی لیکن ایک طرح سے وہ بے جان ہو رہی تھی——— اور اس بے جان لڑکی سے کوئی لطف نہیں اٹھایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے روک دیا۔

"کیشا——— کیا تم اپنے خیمے کی نشاندہی کر سکتی ہو؟"

"ایں——— کیشا نے سمجھنے کی کوشش کی اور پھر الوؤں کی طرح آنکھیں پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھا "خیمہ——— ہاں، تھا تو سہی، لیکن——— لیکن نہ جانے کہاں تھا"

"تب پھر میری جان! یہیں آرام کرو۔ میں تمہیں اٹھا کر وہاں نہیں لے جا سکتا" میں نے کہا اور اچانک ہی مجھے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی ہمارے آس پاس موجود ہو۔ میں نے پلٹنے کی کوشش کی، لیکن——— دیر ہو چکی تھی۔ میرے سر کی پشت پر ضرب پڑی اور میں خلا میں ہاتھ پاؤں مار کر رہ گیا۔ حواس جواب دے گئے تھے۔

پھر نہ جانے کتنی دیر کے بعد ہوش آیا۔ ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ سامنے ہی روشنی نظر آ رہی

تھی۔ لیکن ابھی صاف نہیں ہوئی تھی اور آنکھوں میں چبھ رہی تھی ------ میں نے آنکھیں بند کر اور حواس بحال کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ذہن دکھ رہا تھا لیکن بہرحال میں اپنے ذہن پر قابو پانے کامیاب ہوگیا۔

کیا قصہ ہے ------ میں نے سوچا اور اپنی اس حالت کا پس منظر ذہن میں دہرانے لگا۔ وقت ہوئی۔ سینی ٹورا یاد آئی ------ پھر کیشا ------ اور پھر دوسرے حالات اور ------ میں نے آنکھیں کیے کیے وچا ------ تو وہ لڑکی ------ وہ لڑکی بھی گڑبڑ تھی۔

گویا سینی ٹورا کا فائل بھی بند کر دیا گیا اور اسے ناکام لوگوں میں شامل کر لیا گیا لیکن وہ ا لڑکی ------ کیا صرف اغوا کرنا ہی مقصود تھا۔ جگہ کون سی ہے؟ میں نے پھر آنکھیں کھولیں ------ ذہن کسی حد تک صاف ہوگیا تھا۔ اس عمارت کے بارے میں جاننے کی کوشش کرنے لگا، جہاں تھا --- اور چونک پڑا کیونکہ اس جگہ کو تو خوب پہچان سکتا تھا۔

یہ تو ------ سینی ٹورا کا خیمہ ہی تھا۔ دوسرے لمحے میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ تب میری نگاہ سینی ٹو پڑی، جو اپنے مخصوص، پرغرور انداز میں ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی نگاہیں مجھ پر ہی مرکوز تھیں ان میں اچھے تاثرات نہ تھے۔

"ہوش میں آگئے؟" وہ کرخت آواز میں بولی۔

"خوب، تو یہ تم تھیں؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"اور تمہارے خیال میں کون ہو سکتا تھا؟"

"میرے خیال میں ------؟" میں مسکرا دیا۔

"ہاں"

"میں سمجھا تمہارے ڈیپارٹمنٹ نے یہ کارروائی کی ہے"

"تمہارا خیال درست ہے"۔

"ویری گڈ ------ اب گویا تم کھل کر سامنے آگئیں؟"

"ظاہر ہے ------ یہ ضروری تھا" سینی ٹورا نے خشک لہجے میں کہا۔

"کیوں جان جاناں!" میں نے پیار بھرے انداز میں پوچھا۔

"اس لیے کہ تم میرے راز سے واقف تھے۔ تمہیں آزادی نہیں دی جاسکتی"

"آپ کا راز؟"

"ہاں ------ گو میں اتنی کمزور نہیں ہوں۔ تم نے دیکھ لیا ہے، میرے آدمی کس طرح تمہیں ا لائے، لیکن بہرحال، تمہیں کار کا راز معلوم ہے اور میرا آئندہ پروگرام بھی"۔

"میں کچھ نہیں سمجھا جان من" میں نے کہا اور وہ مجھے غور سے دیکھنے لگی۔

"میں تمہیں سب کچھ سمجھا دوں گی" سینی ٹورا نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ پھر وہ ایک کو میں گئی اور وہاں سے کوئی چیز اٹھائی۔ جب وہ واپس پلٹی تو میں نے اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک کوڑا دیکھا۔

"اوہ" میں نے گردن ہلائی۔

"مجھے اپنی اس حرکت کا مقصد بتاؤ؟" سینی ٹورا آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہوئی غرائی۔

"کون سی حرکت میری زندگی؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے یہاں مجمع کیوں کیا تھا؟"

"تمہیں انٹرٹین کر رہا تھا" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا کا ہاتھ گھوم گیا لیکن میں نے پھرتی سے اس کا وار خالی دیا تھا۔

"تم مجھے بلیک میل کرنا چاہتے تھے" وہ بولی۔

"تمہیں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں ------ تم کہنا چاہتے تھے کہ تم یہاں بہت کچھ کر سکتے ہو ------ لوگوں کو میرے بارے میں بتا سکتے ہو"

"لیکن کیا؟"

"یہی کہ میں اسمگلر ہوں"

"مگر ------ تم تو اسمگلر نہیں ہو"

"بکومت، زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش مت کرو" اس نے پھر کوڑا گھمایا۔

"سینی ٹورا ------ جو کہنا چاہتی ہو صاف صاف کہو" اس بار میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم اس لڑکی کے ساتھ کیوں گئے تھے؟"

"اب تم مجھ سے ایسے سوالات نہیں کر سکتیں"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم نے میری ملازمت ختم کر دی ہے"۔

"اوہ، تو تمہارا خیال ہے کہ میں تمہیں اپنا رازدار بنا کر آزاد چھوڑ دوں گی" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

"میں تمہارا راز کیا ہے؟"

"ایڈورڈ ------ ہوش میں آجاؤ ------ اگر میں تمہیں قتل بھی کر دوں گی تو مجھ سے کوئی سوال نہیں کرے گا"۔

"ظاہر ہے ------ لیکن مس سینی ٹورا ------ میں آپ کو نہیں سمجھ سکا"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کیا انٹرپول میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتی؟"

"انٹرپول" وہ آہستہ سے بولی۔

"جی"

"تو تم مجھے انٹرپول کی رکن سمجھ رہے ہو؟"

"خوب ------ تو گویا اور قلابازی کھائیں گی آپ"

"نہیں ------" وہ مسکرائی "لیکن تمہاری چالاکی کی ضرور قائل ہوگئی۔ اب تم اس طرح اپنی جان بچانا چاہتے ہو لیکن میں تمہیں اس طرح نہیں چھوڑ سکتی"۔

"میں تو ایک بے وقوف انسان ہوں مس سینی ٹورا ------ جس طرح آپ کہیں گی مان جاؤں گا"۔

"تب پھر بتاؤ ـــــــ مجمع لگانے سے تمہارا کیا مقصد تھا؟"

"تفریح" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' میں تمہارے بدن کی کھال ادھیڑ دوں گی" سینی ٹورا دانت پیس کر بولی اور پھر اس نے لگا چابک گھمانا شروع کر دیا۔ جگہ زیادہ وسیع نہیں تھی۔ میں اچھل اچھل کر اس کے وار خالی دے رہا تھا۔ لیکن بہرحال مار کھا سکتا تھا۔

"سنو ـــــــ" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ میرا خیال ہے یہ مذاق ختم کر دو۔ اگر چابک کا سرا میرے بدن سے چھو بھی گیا تو تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا"۔

"میں تمہارے پورے بدن کی کھال اتار لوں گی' سمجھے" وہ دیوانوں کے سے انداز میں بولی۔ اور اس بار مجھے پوری سنجیدگی سے تیار ہونا پڑا۔ میں نے چابک پر نگاہ رکھی تھی اور جونہی وہ میری طرف لپکا میں نے نہ صرف وار خالی دیا بلکہ اسے مٹھی میں دبوچ بھی لیا ـــــــ پھر میں نے ایک زبردست جھٹکا دیا ـــــــ اور چونکہ سینی ٹورا اس کے لیے تیار نہیں تھی اس لیے چابک اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

میرے ہونٹ نفرت سے سکڑے ہوئے تھے۔

"اوہ' کمینے ـــــــ میں ـــــــ میں تجھے مار ڈالوں گی" وہ غرا کر میرے اوپر جھپٹی لیکن شاید زندگی میں پہلی بار اس کے گال پر اتنا زوردار تھپڑ پڑا ہوگا۔ پٹاخے کی سی آواز ابھری تھی۔ اور اس کی گردن گھوم گئی۔ میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے زوردار جھٹکا دیا اور وہ نیچے آ گری۔

تب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایک آسودہ سی مسکراہٹ۔ وہ اطمینان سے زمین پر پڑی رہی۔ میں اسے گھور رہا تھا۔ اس وقت اس کے چہرے کا سکون اور مسکراہٹ میرے حواس خراب کر رہی تھی۔

"چلو غصہ تھوک دو" وہ خمار بھری آواز میں بولی۔

"ویری گڈ ـــــــ پھر قلابازی کھاؤ گی" میں نے سفاکی سے کہا۔

"مجھے اٹھاؤ" اس نے بڑی اپنائیت سے ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔

"تم خود بھی اٹھ سکتی ہو" میں پیچھے ہٹ گیا۔ اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ لیکن اس کے چہرے پر کوئی خفگی نہیں تھی۔

"دیکھو اس کی نہیں ہو رہی۔ تم کھو گئے تھے میں نے تمہیں تلاش کر لیا"۔

"کیا بکواس ہے" میں غرایا۔

"ہاں ڈارلنگ! اس انداز میں تم مرد لگتے ہو۔ پچھلے گھنٹوں میں تو تم مسخرے بن گئے تھے اور مجھے مسخرے پسند نہیں۔ مرد میں مردانگی نہ ہو تو اس کے مرد ہونے سے کیا فائدہ"۔

"خوب' تم مجھے مرد بنا رہی تھیں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں ـــــــ تمہاری سو جانے والی فطرت کو جگا رہی تھی۔ یقین کرو' میں نے تمہیں واپس لانے کے لیے یہ سب کیا تھا۔ میری بات پر یقین کر لو ڈارلنگ"۔

"اور یہ ہنٹر بازی؟"

"کیا تم اس سے چڑ کر مقابلے پر آمادہ نہیں ہوئے"۔

"اب میں یہ اعتراف کر لوں گا کہ تم میرے دماغ کی چولیں ہلا رہی ہو" میں نے کوڑا ایک طرف ؎ئتے ہوئے کہا۔

"اوہ' نہیں ڈارلنگ ـــــــ میں تو کھلی کتاب ہوں' بس مجھے پڑھنے کا انداز جان لو" اس نے راتے ہوئے کہا اور میں گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا۔

"میرے سر پر ضرب کس نے لگائی تھی؟"

"بتا چکی ہوں' میرے ڈیپارٹمنٹ نے۔ یہاں میرے کافی آدمی ہیں اگر میں چاہوں تو میری ایک زپر تمہارے بدن میں درجنوں سوراخ ہو جائیں"

"بہرحال اب میری کیا پوزیشن ہے؟"

"وہی' جو تھی"۔

"یعنی میں تمہارا ملازم ہوں"

"ملازم تو نہیں ـــــــ" وہ مسکرائی

"پھر ـــــــ؟"

"دوست کہو"

"اچھی دوستی ہے" میں نے شانے ہلائے۔

"بس میں جو چاہتی ہوں تمہیں بتا چکی ہوں ـــــــ تمہارے اسی انداز نے مجھے متاثر کیا تھا' ورنہ ف کرنا اور کیا خوبی ہے تمہارے اندر۔ میں وہی انداز واپس لانا چاہتی تھی"۔

اور میں گردن ہلانے لگا۔

"ویسے گٹار خوب بجاتے ہو' خدا کی قسم! لیکن اس کمینی کو منہ کیوں لگایا تم نے؟"

"کون؟" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"وہی' جو تمہاری حقدار بن بیٹھی تھی"

"اوہ' جولی کیشا؟"

"پہلے سے جانتے تھے اسے؟"

"ہرگز نہیں" میں نے جواب دیا۔

"اگر وہ ـــــــ تم تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتی تو میں اسے قتل کر دیتی"

"یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آئی مس سینی ٹورا ـــــــ آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ میں تمہیں چاہتی ہوں" اس نے سکون سے کہا۔

"لیکن آپ کی یہ چاہت میرا کیا حشر کرے گی"

"بس جس طرح میں چاہوں' چاہنے دو ـــــــ تم دخل مت دو۔ اور اب چھوڑو ان سوال د ب کو ـــــــ رات خاصی گزر چکی ہے۔ اب آرام کریں گے۔ وہ اٹھ گئی۔ گویا ڈرامہ ختم ہو گیا تھا۔

اور پھر رات کو وہ نہایت سکون سے سوئی۔ گہری نیند۔ لیکن میری کھوپڑی الٹتی رہی تھی۔ ایا ـــــــ یہ کیا چاہتی ہے اور کیا درحقیقت اس کا تعلق انڑپول سے نہیں ہے؟ صرف اسمگلر ہے ـــــــ ویسے اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں حماقت کرتا رہا ہوں' اسے کسی بھی طرح بہلا کر کم از کم

یہاں سے نکل چلا جائے۔ اس کے بعد سب کچھ دیکھ لیا جائے گا۔

دوسری صبح کوئی خاص بات نہیں تھی۔ سینی ٹورا نے میرے ساتھ ہی ناشتہ کیا اور ناشتے سے فار[غ] ہونے کے بعد بولی "تم اپنے دونوں ساتھیوں کو یہیں بلا لاؤ۔ ان کے پاسپورٹ بھی تیار ہیں، میں ان کے چہروں پر میک اپ کردوں گی ہم آج ہی یہاں سے نکل چلیں گے"۔

"واقعی؟" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں، سچ"

"ٹھیک ہے، مجھے اجازت دو"

"او کے" اس نے کہا اور میں وہاں سے نکل آیا ـــــ میری تو دلی خواہش تھی جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دیا جائے۔ بس یہاں سے نکل چلا جائے۔ یہ میری اولین خواہش تھی۔

اتفاق سے سردارے بھی موجود تھا اور اس وقت اس کے ساتھ اس کی محبوبہ نہیں تھی۔ رہی بیکر[کی] بات، تو وہ جاتا ہی کہاں تھا، موجود نہ ہوتا۔

"کہاں گئی؟" میں نے خیمے کے کونے کھدروں میں جھانکتے ہوئے کہا اور بیکر اور سردارے بھی میرے ساتھ ہی ادھر ادھر دیکھنے لگے "کہاں گئی سردارے؟"

"کون باس ـــــ کیا چیز؟"

"تمہاری محبوبہ"

"لاحول ولا قوۃ" سردارے جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔

"کیوں؟"

"میں سمجھا نہ جانے کیا تلاش کر رہے ہو استاد ـــــ بہر حال میں اسے ناشتے کے بعد دو انجکش[ن] لگوا کر سلا آیا ہوں۔ میرا خیال ہے دوپہر تک نہیں جاگے گی"۔

"چلو ٹھیک ہے، ورنہ وہ تمہارے صدمے سے خودکشی کر لیتی"۔

"کیا مطلب؟"

"تیار ہو جاؤ" میں نے کہا اور سردارے نے ٹھنڈی سانس لی۔

"یعنی کام بن گیا؟" سردارے مردہ سی آواز میں بولا۔

"اندازہ تو یہی ہے"۔

"استانی ساتھ جائیں گی؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"ارے، اچھا" سردارے نے تعجب سے کہا۔ "میرا خیال تو تھا کہ وہ ہمارے ساتھ ہی جائیں گی"۔

"نہیں ـــــ ہم ان کے ساتھ جائیں گے۔ بس تم سامان سمیٹ لو ـــــ واپسی میں ہمار[ی] شکلیں نہیں پہچانی جا سکیں گی" میں نے کہا اور سردارے معنی خیز انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"تو یہ بات ہے ـــــ بہر حال استاد! خوش قسمت ہو ـــــ کاش استانی کی کوئی چھوٹی بہن ہوتی تو بڑی لاڈلی ہوتی یعنی ہر جگہ ساتھ لگی پھرتی" سردارے نے کہا اور پھر بیکر کے ساتھ مل کر مختصر سامان باندھنے لگا۔ اس کے بعد ہم نے خیمے کا بل وغیرہ ادا کیا اور پھر میں ان دونوں کو ساتھ لے کر سینی ٹورا

خیمے کی طرف چل پڑا ـــــ راستے میں، میں نے سردارے کو مخاطب کیا "اس عورت کی فطرت سے تم واقف ہو چکے ہو سردارے!"

"کس کی استاد؟" سردارے چونک پڑا۔

"سینی ٹورا کی بات کر رہا ہوں"۔

"میں سمجھ نہیں سکا استاد؟"

"سمجھ لو سردارے! بہت ضروری ہے۔ وہ جس قسم کی عورت ہے اس کی ہلکی سی جھلک تو تم دیکھ ہی چکے ہو"۔

"ہاں۔ لیکن اپنے استاد کا 'کارنامہ' بھی دیکھ چکا ہوں"۔

"استاد نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا، کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا۔ اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش مت کرنا اور اس کی طرف سے ہوشیار بھی رہنا"

"انوکھی ہدایات ہیں استاد"

"دل چاہے تو ان پر عمل کر لینا" فائدے میں رہو گے، ورنہ تمہاری مرضی"۔

"ارے توبہ استاد! جو کہو گے اس پر عمل کروں گا" سردارے نے کان پکڑتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سینی ٹورا کے خیمے میں داخل ہوئے، سینی ٹورا ہماری منتظر تھی اور خلاف توقع بڑے اچھے موڈ میں تھی۔

"اتنی دیر لگا دی ڈارلنگ! میں سوچ رہی تھی نہ جانے کیا ہوا؟"

"میں مکمل تیاریوں کے ساتھ آیا ہوں"۔

"اوہ، یہ اچھا کیا ـــــ اب خیمے جانے کی ضرورت تو نہیں ہوگی؟"

"نہیں"۔

"گڈ ـــــ یہ تمہارے ساتھی ہیں؟"

"ہیلو ـــــ تمہارے نام؟" اس نے بڑے اخلاق سے کہا۔

"پنٹو!" سردارے بولا۔

"بیکر، مادام!" بیکر نے بھی سر جھکا کر کہا۔

"خوشی ہوئی تم سے مل کر، میرے ساتھ خوش رہو گے"۔

"یقیناً" مادام!" سردارے نے بھی سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"او کے ڈیئر ـــــ اب میں ان کا میک اپ کردوں، تم تو خود ہی اپنی وگ لگا سکتے ہو"۔

"یقیناً" مجھے کوئی دقت نہ ہوگی" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا، سردارے کا میک اپ کرنے لگی۔ میں بھی اپنے چہرے کی مرمت کرنے لگا تھا۔ اس کام میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف ہو گیا اور ایک گھنٹے کے بعد ہم دونوں کی شکلیں بدل گئی تھیں۔ سینی ٹورا نے ان کا جائزہ لیا اور گردن ہلا دی۔ بیکر کے پا[س] چونکہ اس کا پاسپورٹ موجود تھا، اس لیے اسے ضرورت نہیں پیش آئی۔

"ٹھیک ہے ڈارلنگ!" سینی ٹورا نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے بالکل ٹھیک"۔

"تو پھر تیاریاں مکمل؟"

"اس کا اندازہ تو آپ خود لگائیں مس سینی ٹورا"

"میرا خیال ہے خیمہ اٹھالیں"۔

"او کے" اور اس بار خیمہ اکھاڑنے میں صرف چند منٹ لگے۔ ہم تینوں نے مل کر چند منٹ میں کام کر لیا تھا۔ خیمہ تہہ کر کے گاڑی میں رکھ دیا گیا اور پھر سینی ٹورا کے اشارے پر سردارے اور بیکر پیچھے بیٹھ گئے اور میں اس کے ساتھ ------ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"استاد!" سردارے نے منمنانے کے انداز میں کہا۔ اور میں نے چونک کر گردن گھمائی۔ "زبان میں کھجلی ہو رہی ہے؟"

"سر میں تو نہیں ہو رہی؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا کروں استاد ------ پیٹ پھول رہا ہے"۔

"کیا ہوا ہے؟"

"چند سوال ------!" سردارے بولا۔

"پھوٹو ------!"

"استانی کا رویہ تو برا نہیں ہے"۔

"چاہتے ہو تو برا ہو جائے؟"

"نہیں۔ نہیں" میرا مطلب ہے، وہ تم سے بہت متاثر معلوم ہوتی ہے اور پھر یہ ڈیئر ڈارلنگ ------ سردارے سے چھپانے کی کون سی ضرورت پیش آ گئی استاد!"

"بکواس بند کر دے سردار۔ ورنہ......"

"اعتراف کر لو استاد!"

"واقعی؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"ہاں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، سردارے تو خوش ہونے والوں میں سے ہے"۔

"ارے یہ کیا بکواس شروع کر دی تم دونوں نے۔ کون سی زبان میں گفتگو کر رہے ہو؟" سینی نے درمیان میں دخل دیتے ہوئے کہا۔

"ایک ایشیائی زبان ہے"

"تم کیسے جانتے ہو؟"

"بہت سی زبانیں جانتے ہیں ہم لوگ"۔

"مگر اس زبان میں گفتگو مت کرو جو میری سمجھ میں نہ آتی ہو ------ کیا کہہ رہا ہے ساتھی؟"

"چھوڑو ------ وہ تو فضول آدمی ہے"۔

"پھر بھی ------ بتاؤ تو سہی"۔

"تمہارے حسن کی تعریف کر رہا ہے اور پوچھ رہا ہے کہ اگر تم سے اظہار عشق کرے تو برا تو مانو گی"

"ارے باپ رے، استاد ------ استاد!" سردارے بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"اوہ" سینی ٹورا نے کہا۔ اور عقب نما آئینے میں سردارے کو گھورا۔ سردارے کی روح فنا ہونے لگی تھی۔ "صورت تو بری نہیں ہے، صحت بھی اچھی خاصی ہے" اس نے کہا۔

"ارے نہیں استانی جی! خدا کی قسم ------ میں ------" سردارے بوکھلاہٹ میں سینی ٹورا سے بھی اردو بولنے لگا۔

"اس سے کہو ایڈورڈ! کہ اس وقت میں ڈرائیونگ کر رہی ہوں، کسی مناسب جگہ مجھ سے اظہار عشق کرے" سینی ٹورا نے سنجیدگی سے کہا۔ اس کی بات سردارے نے بھی سنی تھی لیکن اسے میری جھنجلاہٹ کا بھی احساس ہو گیا تھا اور سینی ٹورا کی سنجیدگی کا بھی۔ اس لیے اس نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔

سینی ٹورا نے کار کی رفتار اور تیز کر دی۔ اس کی مضبوط جہازی کار بے حد شاندار تھی، اس کی برق رفتاری قابل دید تھی۔ سردارے کی تو روح ہی فنا ہو گئی تھی اس لیے اس نے کار کی تیز رفتاری پر توجہ نہیں دی، البتہ بیکر اس برق رفتاری سے متاثر نظر آ رہا تھا۔

اس کے بعد کا سفر انتہائی خاموشی سے طے ہوا، صرف کار کے انجن کی آواز سنائی دے رہی تھی اور اس وقت ایسا لگ رہا تھا جیسے خاموش رہنا ضروری ہو۔ کسی نے اس خاموشی کو توڑنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔ اور سفر جاری رہا۔ کئی گھنٹے کی مسافت کے بعد سینی ٹورا نے کار کی رفتار سست کی اور پھر اسے سڑک کے کنارے روک دیا۔ تب ہم لوگوں میں جیسے زندگی بیدار ہو گئی۔

میں نے سوالیہ انداز میں سینی ٹورا کی طرف دیکھا۔

"کیا میں ڈرائیونگ کرنے کی مشین ہوں؟" اس نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"تھک گئیں؟"

"ہاں"

"عورت ہو نا" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں" وہ بھی آہستہ سے بولی۔ میرے اس جملے سے ناراض ہونے کی بجائے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر وہ سردارے سے مخاطب ہو کر بولی "مسٹر پنٹو! پیچھے کھانے پینے کا سامان پڑا ہے، کیا خیال ہے ہم تھوڑی دیر یہاں آرام بھی کر لیں"۔

اور سردارے نے اس غیر متوقع عنایت پر انتہائی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا اور گاڑی سے سامان نکال کر ایک سایہ دار جگہ میں بیٹھنے کا انتظام کر دیا۔ بیکر اس کا مددگار تھا۔ ہم نے نہایت خاموشی سے کھانا کھایا ------ کار کا انجن بھی کھول دیا گیا تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر سینی ٹورا بے تکلفی سے ہمارے درمیان جگہ بنا کر لیٹ گئی۔ وہ مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ "عورت ہوں نا ------؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا دیا ------ تب سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے سردارے کی طرف دیکھا۔ "کیا خیال ہے؟"

"ک ------ کس سلسلہ میں مادام؟" سردارے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم مجھ سے اظہار عشق کرنے والے تھے" وہ بے تکلفی سے بولی۔

"اوہ، نہیں مادام ----- مسٹر ایڈورڈ کو میرے الفاظ سے غلط فہمی ہوئی تھی۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ عام عورتوں کا آپ سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ آپ جیسی پروقار خاتون نگاہوں سے کم ہی گزرتی ہیں۔ اس میں اظہار عشق کی کون سی بات تھی" بدمعاش سردارے نے چالاکی سے بات بنادی۔

"اوہ، ہاں۔ اس میں تو کوئی بات نہیں تھی، کیوں ایڈورڈ ----- تمہارا ساتھی تو بے حد شائستہ آدمی ہے" سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شاید" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تقریباً" ایک گھنٹے تک ہم وہاں آرام کرتے رہے۔ پھر دوبارہ سفر شروع ہو گیا۔ اس بار ڈرائیونگ میں کر رہا تھا اور سینی ٹورا میرے ساتھ بیٹھی تھی۔ میں نے بھی ڈرائیونگ کا وہی معیار پیش کیا جو اب تک سینی ٹورا نے برقرار رکھا تھا اور شام سے قبل ہم جرمنی کے سب سے بڑے شہر ہمبرگ پہنچ گئے۔

"رات ہمیں یہیں گزارنی ہوگی، مجھے یہاں کچھ ضروری کام ہیں" سینی ٹورا نے کہا۔

"جو حکم مادام -----؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے ایک ہوٹل کا انتخاب کر لیا اور اس میں دو کمرے حاصل کر لیے گئے۔

"مجھے اجازت دو۔ ڈنر پر میرا انتظار مت کرنا۔ تم چاہو تو رات ہمبرگ کے کسی بھی مقام پر گزار سکتے ہو" سینی ٹورا نے کہا اور پھر وہ گاڑی لے کر چلی گئی۔

لیکن اس کے جاتے ہی میرے ذہن میں ایک خیال سے سنسنی دوڑ گئی۔ پہلے میں اپنے طور پر اس بارے میں سوچتا رہا پھر میں نے سردارے سے مشورہ کر لینا مناسب خیال کیا۔ اور اس وقت جب بیکر باتھ روم میں تھا، میں نے سرگوشی میں سردارے سے کہا "سردارے! کیا خیال ہے، کیوں نہ ہم راتوں رات یہاں سے نکل چلیں"۔

"ایں" سردارے چونک پڑا۔

"احمق آدمی! تم سینی ٹورا کو کیا سمجھتے ہو؟"

"استانی" سردارے نے جواب دیا۔

"گدھے ہو پورے"

"کیا مطلب استاد!" سردارے نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے اب بھی یہ خیال ترک نہیں کیا ہے کہ سینی ٹورا کا تعلق انٹرپول سے ہے"۔

"اوہ" سردارے کے چہرے پر بھی سنسنی پھیل گئی "لیکن استاد ----- پھر یہ چکر۔ آخر اس سے وہ کیا چاہتی ہے۔ بظاہر تو اس ساری بھاگ دوڑ سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوتا"۔

"صرف ایک نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔

"کیا استاد؟"

"ابھی تک ان لوگوں کو غلام سیٹھ کا پتہ نہیں چل سکا اور یہ بات ان کے ذہن میں بیٹھ گئی۔ میرا تعلق کسی نہ کسی طور اس سے ضرور ہے۔ اس طرح وہ آخری قدم بھی اٹھا لینا چاہتے ہیں"۔

"ممکن ہے استاد ----- لیکن پھر کیا پروگرام ہے؟"

"آؤ ----- اٹھیں۔ میرا خیال ہے اس سے غلطی ہو گئی، اس نے ہمارے پاسپورٹ ہ

والے نہیں کئے، لیکن وہ اس کے سامان میں ضرور ہوں گے۔ اگر ہمیں پاسپورٹ مل جائیں تو اسی وقت ہمبرگ چھوڑ دیں گے" میں نے کہا اور سردارے جلدی سے اٹھ گیا۔ ہم دونوں سینی ٹورا کے کمرے کی طرف چل پڑے۔

☆ ☆ ☆

کمرے کا دروازہ باہر سے بند تھا۔ یہ بات ہمارے علم میں تھی کہ سینی ٹورا کہیں گئی ہوئی ہے۔ میں کمرے کے دروازے پر رک گیا اور پھر میں نے چاروں طرف دیکھا۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ قرب و جوار میں کوئی نہیں تھا۔

"تالا کھولنا ہے سردارے۔" میں نے کہا۔

"تو پیچھے ہٹو نا استاد۔" سردارے آگے بڑھ آیا۔ اس نے جیب سے ایک کیل نکالی اور تالے کے سوراخ میں ڈال دی، پھر وہ پیچھے ہٹ گیا۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا اور سردارے نے دروازے پر انگلی رکھ کر دبائی۔ کواڑ کھل گئے تھے۔ "ارے۔" میں نے درحقیقت تعجب سے کہا۔ بہرحال سردارے کی تعریف کرنے کا وقت نہیں تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ سردارے کو میں نے باہر ہی رکنے کا اشارہ کیا تھا۔

سینی ٹورا کا سامان موجود تھا۔ اس کے سوٹ کیس کا لاک کھولنے میں مجھے دقت نہ ہوئی۔ صرف یہی ایک سوٹ کیس اس نے گاڑی سے نکالا تھا۔ باقی سامان گاڑی میں ہی تھا ----- لیکن ہماری خوش بختی شاید قسمت ساتھ دے رہی تھی۔ پاسپورٹ سوٹ کیس میں مل گئے۔ اس وقت میں نے یہی سوچا تھا۔ کرنسی بھی تھی، میں نے کئی گڈیاں قبضے میں کیں اور کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ میں تیزی سے باہر نکل آیا۔

"تالا بند بھی ہو سکتا ہے سردارے؟"

"کیوں نہیں استاد۔" سردارے نے کہا اور پھر اس نے تالا اسی طرح بند کر دیا۔

"اب کمرے میں چلنا مناسب نہیں ہے۔"

"اوہ! کام بن گیا؟"

"حیرت انگیز طور پر۔" میں نے جواب دیا۔

"یعنی؟" سردارے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ ہم نے کمرے سے بیکر کو بھی آواز دے لی تھی۔ وہ بے چارہ سیدھا نکلا چلا آیا۔ مختصر سامان ہمارے ساتھ تھا لیکن اس وقت سامان کی فکر کون کرتا۔ ہم تینوں دوسروں کی نگاہوں سے بچتے بچاتے ہوٹل سے باہر نکل آئے۔

اور پھر تھوڑی دور چل کر ہم نے ایک ٹیکسی لے لی۔ ڈرائیور نے منزل کے بارے میں پوچھا لیکن میرے بولنے سے قبل سردارے بول پڑا۔ "ہم سیاح ہیں۔ کسی خوبصورت علاقے میں لے چلو۔" اور ٹیکسی ڈرائیور نے گردن ہلا کر ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

"استاد۔" سردارے آہستہ سے اردو میں بولا۔

"ہوں۔"

"ہم نے ایک بہت بڑی بات نہیں سوچی۔"

"کیا؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر استانی کا تعلق انہی لوگوں سے ہے جن کے بارے میں ہم سوچ رہے ہیں تو پھر یہ اعتماد کیا رکھتا ہے؟"

"اوہ۔" میں آہستہ سے بولا۔ درحقیقت اس وقت سردارے نے مجھ سے زیادہ ذہانت کا ثبو تھا اور پھر یہ جملے ہی میرے ذہن سے نکل گئے تھے۔ ویسے یہ تو ظاہر ہے کہ میں کسی طور سینی ٹورا کی سے مطمئن نہیں تھا' حالانکہ اس نے مجھے اطمینان دلانے کی پوری پوری کوشش کی تھی لیکن اگر وہ اسمگلر بھی تھی تو ہوشیار رہنے میں کیا حرج ہے لیکن اس وقت میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی سردارے کے توجہ دلانے پر میں نے اس پر غور کیا۔

"کیا سوچ میں ڈوب گئے استاد؟" سردارے آہستہ سے بولا۔

"بات ٹھیک ہی سردارے۔ میں تیرے خیال کو سمجھ رہا ہوں اور یہ ممکن ہے' ہیمبرگ میں انہوں نے گویا ہمیں موقع دیا ہے کہ کسی سے ملاقات کرنا چاہیں تو ضرور کریں۔"

"بالکل ٹھیک استاد۔ دوسرے معنوں میں سمجھ لو' وہ ہمیں ہیمبرگ میں آزمانا چاہتے ہیں۔"

"اس طرح تو پھر ہمارا تعاقب ہو رہا ہوگا؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اگر نہیں ہو رہا ہوگا تو حیرت کی بات ہے۔"

"بہرحال ہمیں یہاں سے نکل چلنا ہے سردارے' خواہ کچھ بھی ہو' خواہ کوئی بھی طریقہ اخ جائے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے سرہلانے لگا۔ سینٹ پالی کے قریب ہم نے ٹیکسی کو رکنے کا ا اور پھر بل ادا کر کے تینوں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گئے۔ یورپ کی سب سے بڑی بندرگاہ کے سامنے تھی۔ تجارتی' فوجی' مسافر بردار جہاز اور چھوٹی بڑی کشتیاں ایک سرے سے دوسرے سر پھیلی ہوئی تھیں۔ بندرگاہ کے ساتھ چوڑے فٹ پاتھ پر گودی میں کھڑے جہازوں کے ملاح بے مقص رہے تھے۔ ان کی نگاہیں شکار کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں۔

سینٹ پالی سے آگے بڑھ کر ہم ریپا بہان پہنچ گئے۔ ریپا بہان' جن کا نام سن کر ہی رال ٹ ہے۔ شبینہ کلبوں' ناچ گھروں اور شراب خانوں کا ایک جنگل' جہاں کسی کو نیند نہیں آتی اور جہاں رات کروڑپتی بھکاری بن جاتے ہیں۔ یہاں پر کاروں کی آمدورفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ سڑک ف کی حیثیت سے استعمال ہو رہی تھی۔ ہر شبینہ کلب کے دروازے پر اندر ہونے والے رنگین تما تصویریں چسپاں تھیں۔ کئی جگہ ٹکٹ بیچنے والے چیخ چیخ کر گاہکوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے مارک میں بیس لڑکیوں کا رقص' بیئر کا گلاس مفت ------ ہندوستانی جوگی اور پچاس جنگلی لڑکیاں وسطی کی شرمیلی خواتین" سردارے یہ سب کچھ دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھر رہا تھا۔

پھر ہم ایک ملحقہ گلی میں داخل ہوئے تو دنگ رہ گئے۔ دوکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ شوکیس رنگ روشنیوں سے منور تھے لیکن ان کے شیشے ندارد تھے اور ان میں کپڑوں' یا اشیاء کی بجائے عورتیں تھیں' غازے اور لپ اسٹک کی موٹی تہوں میں ملفوف۔

"استاد۔" سردارے نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ہوں۔" میں چونک پڑا۔

"ہائے۔ جانے کی ایسی بھی کیا جلدی تھی۔ ارے وہ ہمارا کیا بگاڑ لیتی۔ ظاہر ہے ہمارا تو کوئی

بھی نہیں تھا۔" سردارے بین کرنے لگا۔

"ہائے استاد! دیکھو تو سہی' یہ بحری ملاح کیا عیش کر رہے ہیں اور پھر ایسی جگہ ------ ہم نے بڑا غلط فیصلہ کیا استاد۔ کاش ہیمبرگ کو ایک نگاہ جانچ کر یہاں سے آگے جانے کا پروگرام بناتے۔" سردارے بدستور بین کرنے والے انداز میں بولا اور مجھے اس کے مسخرے پن پر ہنسی آگئی۔

"بہرحال اب پروگرام بنا چکے ہیں سردارے' اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"ارے تو ابھی ہمارے مسئلے کا علم کسے ہوا ہوگا' استانی نے تو پوری رات کی چھٹی دے دی تھی۔"

"پلیز سردارے۔ بور مت کرو۔ کیا فائدہ۔ یہ قبالہ کہاں نہیں ہیں؟" میں نے کہا اور سردارے ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ پھر ہم قدرے شریفانہ علاقے میں نکل آئے۔ یہاں صرف شراب خانے تھے۔

میں ایک شراب خانے کے دروازے پر رکا اور بیکر اور سردارے حیرانی سے میری شکل دیکھنے لگے۔

"آؤ۔" میں اندر داخل ہو گیا۔ سردارے وغیرہ نے میرا ساتھ دیا تھا۔

ایک میز پر میں نے تقریباً آدھا گھنٹہ گزارا بیکر نے شراب کے دو پیگ چکھے۔ میرے اور سردارے کے سامنے بھی شراب آئی تھی۔ ہم نے چند گھونٹ لیے اور بقیہ شراب چالاکی سے ضائع کر دی۔ یہ مدہوشی کی رات نہیں تھی بلکہ ہزار آنکھوں سے جاگنا تھا اور جاگتی آنکھوں سے میں نے دو افراد کو دیکھا جو ہمارے بعد شراب خانے میں داخل ہوئے تھے۔ یقیناً یہ ہمارا تعاقب کرنے والے تھے۔ میں خاموشی سے کچھ سوچتا رہا' پھر میں نے ذہن میں کچھ فیصلے کر لیے۔ اب میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔

"سردارے۔" میں نے آہستہ سے سردارے کو آواز دی۔

"یس چیف۔"

"بل ادا کرو۔"

"اوکے۔" سردارے نے کہا اور ویٹر کو اشارے سے بلا کر کچھ کرنسی اس کے حوالے کر دی اور پھر ہم تینوں اٹھ گئے۔ "بات سمجھ میں نہیں آئی استاد۔" سردارے بولا۔

"کیوں؟" میں نے گلی میں پیدل چلتے ہوئے کہا۔

"شراب خانے میں کیوں آئے تھے؟"

"تعاقب کرنے والوں کا اندازہ لگانے۔"

"اوہ! پھر؟" سردارے چونک کر بولا۔

"اندازہ ہو گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"اب کیا پوزیشن ہے؟"

"فی الحال دو تھے۔ میرے خیال میں اب وہ بھی ہمارے پیچھے نکل آئے ہوں گے۔" میں نے جواب دیا۔ سردارے نے فوراً پلٹ کر نہیں دیکھا تھا لیکن چند منٹ کے بعد اس نے گردن گھمائی۔

"اندازہ درست ہے چیف۔"

"آ رہے ہیں؟"

"ہاں اور ان کے عقب میں ایک کار بھی ہے۔"

"گڈ! ضرورت کے لیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا پروگرام ہے استاد؟"

"بڑی سڑک پر نکل کر ٹیکسی تلاش کرو۔" میں نے جواب دیا اور سردارے نے گردن ہلا دی' ا کے بعد وہ خاموشی سے میرے ساتھ چلتا رہا۔ میں کچھ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا' خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ ا فیصلہ کرلیا ہے تو کام ہونا ہی چاہیے اور پھر ہم نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی ہمارے قریب آکر رُ گئی۔ سردارے کو میں نے ڈرائیور کے پاس بٹھایا اور خود بیکر کے ساتھ پیچھے بیٹھ گیا۔ ٹیکسی آگے بڑھ تھی۔

"چلتے رہو' ہم راستہ بتادیں گے۔" میں نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا: متعاقب کار کی روشنیاں تلاش کرنا مشکل نہ تھا۔ ہرچند وہ ہوشیاری سے کام لے رہے تھے لیکن بہر حال کے بارے میں اندازہ لگالیا گیا تھا اور ٹیکسی سفر کرتی رہی۔ کافی دور چل کر ڈرائیور نے پوچھا۔

"جناب! کیا آپ سرحد کی طرف جانا چاہتے ہیں؟"

"نہیں ڈرائیور' چلتے رہو۔ ہم ابھی واپس آئیں گے۔" میں نے کہا اور ڈرائیور نے شانے ہلا د اور پھر ہم سنسان سڑک پر آگئے۔ اب متعاقب کار کو بڑی دشواریاں پیش آ رہی تھیں۔ وہ فاصلہ کر روشنیاں جلاتے اور پھر بجھا دیتے۔ کافی دور نکل کر میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"بس ڈرائیور' یہاں سے واپس چلو۔"

"اوہ! یس سر۔" ڈرائیور نے کار کو بریک لگائے۔ سڑک اتنی زیادہ کشادہ نہیں تھی کہ رفتار کر کے یوٹرن لیا جاسکتا! اس کے لیے گاڑی کو بالکل روکنا ضروری تھا اور میں اسی بات کا انتظار کر رہا تھا۔ ج ڈرائیور نے بریک لگا کر گیئر نیوٹرل کیا' میں نے ڈرائیور پر حملہ کردیا۔

بیکر اور سردارے چونک پڑے تھے لیکن میں نے ڈرائیور کو اس کی سیٹ پر سے کھینچ لیا تھا۔ متخیرانہ انداز میں منہ پھاڑے میری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ دوسرے لمحے سردارے دروازہ کھول کر اتر آیا۔

"میری مدد کی ضرورت ہے استاد؟"

"اسے نیچے اتارو سردارے۔" میں نے کہا اور ہم نے ڈرائیور کو ٹیکسی سے نیچے کھینچ لیا۔" والی کار کو روکنے کی کوشش کرو' ان سے نمٹنا ہے۔"

"اوہ! مم۔ مگر۔"

"ہوشیاری شرط ہے۔ فکر مت کرو۔" میں نے کہا اور پھر میں بیکر سے بولا۔ "بیکر! جو ہو رہا اسے صرف دیکھتے رہو۔ زبان کا استعمال مناسب نہ ہوگا۔"

بے چارے بیکر نے صرف گردن ہلا دی تھی' زبان تو اس کی خود بخود بند ہوگئی تھی۔ ہم نے ڈرا کو زمین پر ڈالا اور خود اس کے نزدیک آکھڑے ہوئے اور پھر عقب میں آنے والی کار ہمارے قریب آگئ کی روشنیاں ایک دم جل اٹھی تھیں اور پھر اس کے بریک کافی زور سے چرچرائے کار ہمارے قریب رکی۔

"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"اوہ۔ جناب۔ ہمارے ڈرائیور پر شاید دل کا دورہ پڑا ہے۔ اچھا خاصا چلتے چلتے یہ ایک دم بے

ہوگیا۔ کار بمشکل رکی ہے ورنہ خوفناک حادثہ ہو جاتا۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔" جواب ملا اور چند ساعت خاموشی چھائی رہی' پھر ان میں سے ایک نے پوچھا۔ "مگر تم کہاں جارہے تھے؟"

"ڈنمارک! اس نے ہمیں سرحد تک چھوڑنے کا وعدہ کیا تھا۔"

اندر پھر خاموشی چھاگئی۔ اس دوران میں ان لوگوں کی تعداد دیکھ چکا تھا۔ صرف تین افراد تھے' جن میں ایک ڈرائیونگ کر رہا تھا' دو وہی تھے جنہیں میں نے شراب خانے میں دیکھا تھا۔

"پھر اب تم کیا کرو گے؟"

"ہم میں سے کوئی ڈرائیونگ نہیں جانتا۔ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن اب تو اسے شہر ہی واپس لے جانا پڑے گا۔"

"ہاں۔ ایک انسان کی جان بچانا ضروری ہے۔"

"گرنچو! تم ٹیکسی سنبھال لو۔ ان شریف لوگوں کی مدد کرنی چاہیے۔ ڈرائیور کی جان بچانا بھی ضروری ہے۔" کسی نے کسی سے کہا اور وہ تینوں ہی دروازہ کھول کر نیچے اترے لیکن اس سے زیادہ چانس دینا حماقت تھی۔ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا اور ظاہر ہے وہ لوگ مسلح ہوں گے۔

سردارے پر مجھے اعتماد تھا۔ وہ فوری فیصلہ کرنے پر قادر تھا۔ بس ہمیں' انہیں پستول کے استعمال سے روکنا تھا اور یوں بھی دو اور تین کا حساب تھا۔ بیکر تو ہمارے ساتھ ایک فالتو چیز کی حیثیت رکھتا تھا۔ میں نے انتہائی پھرتی سے کار سے پہلے اترنے والے کی گردن پر ایک زوردار گھونسہ جڑ دیا اور دوسرے کو نیچے کھینچ لیا۔ دوسری طرف سردارے نے ڈرائیور کو سنبھال لیا۔ بہر حال مجھے پھرتی سے کام کرنا پڑا تھا۔ جوتے کی مضبوط ٹھوکر نے گھونسہ کھانے والے کو درست کردیا' البتہ دوسرا آدمی پستول نکال لینے میں کامیاب ہو چکا تھا لیکن اس کا ہاتھ میرے قابو میں تھا اور پھر میرے سر کی ٹکر نے اس کی نکسیر پھوڑ دی۔ یہی ترکیب کارگر رہی ورنہ معاملہ خاصا مشکل ہونے لگا تھا۔ دو تین ٹکروں نے اس کے حواس درست کردیئے۔

"یوں ہم نے ان پر قابو پالیا۔ سردارے اپنے شکار سے نمٹنے کے بعد میری طرف دوڑا تھا لیکن بہر حال میں اپنے شکاروں سے نمٹ چکا تھا۔

"استاد! استاد ہے۔" سردارے بولا۔ اس کی آنکھوں میں چیتے کی سی چمک تھی اور وہ پوری طرح جاگ اٹھا تھا۔

"اب جلدی کرو۔"

"حکم کرو میرے آقا!" سردارے نے سینہ پھلا کر کہا۔

"ارے چراغ کے جن! انہیں ٹیکسی میں ٹھونس دے' معہ ڈرائیور کے اور پھر ٹیکسی سڑک سے اتار کر کھڑی کردے۔ ایسی جگہ جہاں دیر تک اس پر نگاہ نہ پڑ سکے۔"

"ان کی جیبوں کی تلاشی کی تو ضرورت نہیں ہے آقا؟"

"ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے اس لیے کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"پستول وغیرہ؟"

"ہاتھ بھی نہ لگانا۔"

"آجا میرے اسسٹنٹ۔ میری مدد کر۔" سردارے نے بیکر کو اشارہ کرکے کہا لیکن بیکر شدید حیر
شکار تھا۔ اس کے اعصاب قابو میں نہیں تھے۔

"بیکر پلیز۔ سردارے کی مدد کرو۔" میں نے کہا اور وہ خاموشی سے سردارے کے احکامات کی ت کرنے لگا لیکن وہ کافی پریشان اور کسی حد تک سہما ہوا تھا۔ بمشکل تمام ان دونوں نے ڈرائیور سمیت چار بے ہوش آدمیوں کو ٹیکسی میں ٹھونسا اور پھر سردارے ٹیکسی اسٹارٹ کرکے چل پڑا۔ اس نے کافی دور جاکر ٹیکسی سڑک کے ڈھلان میں اتار دی اور پھر اس کا انجن بند کرکے اوپر آگیا۔

"میں نے دروازے کھول دیئے ہیں استاد' تاکہ ان بے چاروں کو تازہ ہوا ملتی رہے۔" اس نے آکر بتایا۔

"گڈ! اچھا کیا۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں نے خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ شاندار اور ک گاڑی تھی۔ فیول پمپ بتاتا تھا کہ پٹرول کافی ہے۔ بیکر بھی میرے پاس بیٹھ گیا اور سردارے اس کے برابر حصہ خالی رہا تھا اور پھر میں نے کار آگے بڑھادی۔ سردارے اور بیکر خاموش تھے۔

لیکن تھوڑی دور چل کر سردارے نے مجھے مخاطب کیا۔ "استاد۔"

"شکر ہے۔ تم بولے تو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ میں کچھ سوچ رہا تھا استاد! فی الحال ایک خیال ذہن میں آیا ہے۔"

"کیا؟"

"تم نے گاڑی کو چیک بھی کیا استاد۔ اس پر پولیس وغیرہ کا نشان تو نہیں؟"

"ویری گڈ! عمدہ سوچنے لگے ہو۔ میں نے چیک کرلیا۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ سردار واقعی ذہین اور بے حد اسمارٹ آدمی تھا۔ بعض اوقات مجھے اس کی اپنے ساتھ موجودگی سے بہت خوشی تھی۔

"مگر ہر معاملے میں تم مجھ سے پہلے سوچتے ہو استاد۔ میرے ذہن میں یہ خیال دیر سے آیا۔"

"آخر استادی شاگردی بھی تو ہے۔"

"یہ حقیقت ہے استاد' میں نے جو کچھ سیکھا ہے تم سے سیکھا ہے۔" سردارے نے جواب دیا او ہم دونوں ہی بیکر کی طرف متوجہ ہوگئے جو بالکل خاموش تھا۔

"تمہیں کیا ہوگیا بیکر؟" میں نے پوچھا اور بیکر چونک پڑا اس نے ہماری طرف دیکھا اور پھر ہوئے انداز میں بولا۔

"دراصل میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا باس!" بیکر نے کہا۔

"یہ لوگ ہمارا تعاقب کر رہے تھے۔ بیکر۔"

"اوہ! پھر؟"

"سرحد پر گڑبڑ ہو جاتی۔ بس تم اس سے زیادہ کچھ جاننے کی کوشش مت کرو میری جان۔"

"ہاں مجھے تم پر اعتماد ہے باس۔ بس یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔" بیکر نے جواب د

"کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے راستہ ہم سب کے لیے نامعلوم ہے۔ کیا تم کچھ نشاندہی کرسک بیکر؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ یہ میرے وطن کا راستہ ہے' اس کے بارے میں نہ جانوں گا۔"

"اوہ۔ ویری گڈ! تمہارے خیال میں سرحد کتنی دور ہوگی؟" میں نے پوچھا اور بیکر تاریکی میں نکھیں پھاڑنے لگا اور پھر اس نے کافی دیر تک غور و خوض کے بعد کہا۔

"زیادہ دور نہیں باس۔"

فلینز برگ' جرمنی کا آخری شہر اور اس کے بعد ڈنمارک کا کروزا۔ سرحد عبور کرنے میں کوئی شواری نہیں ہوئی۔ مجھے احساس تھا کہ میں نے اس وقت سے لے کر اب تک' جب میں غلام سیٹھ کی لاش میں ہوٹل میں داخل ہوا تھا' پہلی بار انٹرپول والوں کو ڈاج دے دیا تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس آسانی سے جرمنی کی سرحد عبور نہ کی جاسکتی۔ بہرحال اس وقت میں اپنے ساتھیوں سمیت آزاد تھا اور کافی دنوں کے بعد یہ احساس ہوا تھا۔ موسم بے حد خوبصورت تھا۔ سرحد عبور کرنے کے بعد میں نے ڈرائیونگ سردارے کے حوالے کردی۔ بیکر غیر معمولی طور پر خاموش تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات عجیب سے تھے۔ میں نے ایک بار اس کی شکل دیکھی اور پھر میں نے اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ مجھے احساس ہوگیا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ وطن کی یادیں' وطن کی خوشبو کے ساتھ ابھر رہی تھیں۔ میرا بھی ایک وطن تھا۔ میرے دل سے ہوک نکل گئی اور اگر کبھی میری تقدیر بھی مجھے وطن کی طرف لے گئی تو ——— تو نہ جانے میرے ذہن کی کیا کیفیت ہو۔ میں خاموشی سے بیکر کے تاثرات کا جائزہ لیتا رہا۔

فیول پمپ پٹرول کی کمی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ بہرحال ابھی تشویش ناک بات نہیں تھی اس لیے ہم اطمینان سے کسی پٹرول اسٹیشن کا انتظار کرنے لگے۔ کولڈنگ شہر سے کچھ پہلے ہمیں ایک پٹرول اسٹیشن نظر آیا اور ہم نے وہاں سے ٹنکی بھروالی۔ اس کے بعد بائیں ہاتھ مڑکر ایک لمبا پل طے کیا جو ڈنمارک کے حصے جٹ لینڈ کو فیونن کے جزیرے سے ملاتا ہے۔ فیونن اور دوسرے جزیرے زی لینڈ کے درمیان چونکہ سمندری فاصلہ زیادہ ہے اس لیے وہاں دوسری طرف جانے کے لیے سٹیمر استعمال ہوتے ہیں۔ ملک کا صدر مقام کوپن ہیگن' زی لینڈ کے جزیرے پر واقع ہے۔

"علاقہ یہ بھی خوبصورت ہے باس۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"کچھ سوچ رہے ہو باس؟" سردارے نے غور سے میری شکل دیکھی۔

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔" سردارے بولا۔

"کیا سمجھ گئے؟"

"استانی یاد آرہی ہیں۔"

"گدھے ہو۔" میں نے منہ بنا کر کہا اور سردارے پیار بھری نگاہوں سے میری شکل دیکھنے لگا۔

"تمہاری اس خوبی کا ثانی مشکل ہے باس۔ میرا دعویٰ ہے کہ عام آدمی اپنے اندر یہ صفت نہیں پیدا کرسکتا۔ کوئی بھی ہو' کیسی بھی ہو' تم اسے باآسانی بھول جاتے ہو۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور سردارے بھی چند لمحات کے لیے خاموش ہوگیا۔ میں نے بیکر کی شکل دیکھی اور اسے حسب معمول سوچ میں ڈوبے پایا۔ ویسے بیکر کی یہ خوبی تھی۔ اس نے آج تک ہمیں کوئی دوسری زبان بولنے پر نہیں ٹوکا تھا' نہ ہی

کبھی ہماری گفتگو میں اس وقت تک دخل دیا‘ جب تک ہم نے نہ چاہا۔

”گفتگو کرنے کے موڈ میں نہیں ہو باس؟“

”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن کوئی تک کی بات ہو۔ عورت کے معاملے میں اس وقت گفتگو نہیں کروں گا۔“

”کسی اور ضمن میں عورت کا تذکرہ ہو سکتا ہے؟“ سردارے نے معصومیت سے پوچھا اور ہ ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بڑا ہی سور ہے یہ۔

”کس کی بات کرنا چاہتے ہو؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”استانی کی۔“ سردارے پھٹ سے بولا۔

”وہ تمہارے ذہن پر اس قدر سوار کیوں ہے؟“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ باس۔ بس میں اس کے بارے میں دوسرے انداز سے سوچ رہا تھا۔

”کیا؟“ میں نے پوچھا۔

”کیا استانی تم سے محبت نہیں کرتی تھی؟“

”محبت صرف تم کرتے ہو۔“ میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

”اب محبت‘ اتنی بری چیز بھی نہیں استاد کہ تم اس کا نام اس نفرت سے لو۔“

”سردارے! میں کہہ چکا ہوں کہ عشق و محبت کی کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔“

”بات عشق و محبت کی نہیں تھی استاد۔ میں کچھ دوسری معلومات چاہتا ہوں۔“ سردارے نے

”کیوں مجھے زچ کر رہا ہے سردارے۔“

”قسم سے استاد! میں تو اس کی اپنی کیفیات کے بارے میں بات کر رہا تھا۔“

”مثلاً۔؟“

”یہ بات پایہ تکمیل تک تو نہیں پہنچ سکی کہ درحقیقت اس کا تعلق انٹرپول سے ہے؟“

”ہاں۔ دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا لیکن——“

”میں یہی پوچھنا چاہتا تھا باس کہ اگر اس کا تعلق انٹرپول سے نہ ہوا تب؟“

”تب کیا؟“

”تمہارے اس طرح چلے آنے سے اسے تکلیف تو نہ ہوگی؟“

”ہو بھی تو کیا فرق پڑتا ہے؟“ میں نے بے رحمی سے کہا۔

”یہ میری پہلی بات کا ثبوت ہے۔“ سردارے نے کہا۔

”سردارے! میں تم سے کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ میرے ذہن میں منزل کا کوئی تصور نہیں ہے۔ متحرک رہنا چاہتا ہوں۔ چلتے رہنا چاہتا ہوں۔ کوئی چھوٹی سی رکاوٹ میرے لیے چند مشکلات تو پیدا کر سکتی لیکن میرا راستہ نہیں روک سکتی۔ میں ہر نشان منزل کو سراب سمجھنے کا عادی ہو چکا ہوں اس لیے م بارے میں یہ سوال مت کیا کرو۔“

سردارے خاموشی سے میری گفتگو سن رہا تھا اور پھر میرے خاموش ہونے پر اس نے گہری لی۔ ”یہ ٹھیک ہے استاد لیکن میں——“

”اس کے علاوہ‘ اگر وہ انٹرپول سے تعلق نہیں بھی رکھتی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ ہمیں تلاش ضرور کرے گی۔ اتنی آسانی سے نہیں چھوڑے گی اور سردارے‘ درحقیقت اگر اس کا تعلق انٹرپول سے ہے تو یوں سمجھو‘ غلام سیٹھ سے ملاقات کے لیے جانے سے لے کر اب تک‘ پہلی بار ہم انٹرپول کو جل دے سکے ہیں۔“

”ہاں۔ باس۔ ورنہ ہمارے محافظ ہمارے پیچھے تھے۔“

”میری خواہش ہے کہ اب ہم ان کی نگاہوں سے اوجھل ہی رہیں۔“

”تب پھر ایک ہی کام ہو سکتا ہے باس۔“ سردارے سنجیدگی سے بولا۔

”کیا؟“

”ہم ڈنمارک بھی فوری طور پر چھوڑ دیں۔“

”یہ بات میرے ذہن میں بھی آئی تھی سردارے۔“ میں نے ایک گہری سانس لی۔

”پھر؟“

”یہاں ڈنمارک میں مجھے ایک اور ضروری کام کرنا ہے۔“

”اوہو——کیا باس؟“ سردارے نے چونک کر پوچھا۔

”بیکر۔“ میں نے کہا اور بیکر چونک پڑا‘ حالانکہ میں نے آہستہ سے اس کا نام لیا تھا لیکن بیکر نے سن لیا تھا۔ باقی گفتگو اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

”یس——یس چیف۔“ اس نے سنبھل کر کہا۔

”اوہ۔ نہیں بیکر! میں نے یونہی تذکرۃ تمہارا نام لیا تھا‘ تمہیں آواز نہیں دی تھی۔ ویسے تم بہت گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو۔“ میں نے کہا۔

”سوچ ہی تو زندگی کا سرمایہ رہ گئی ہے باس! ویسے ایک درخواست ہے۔“

”کیا بیکر؟“

”ڈنمارک جلد از جلد چھوڑ دو۔ میں یہاں زیادہ عرصہ نہیں گزار سکوں گا اور اگر زیادہ وقت لگ گیا تو پھر شاید میں زندہ بھی نہ رہ سکوں۔“

”کچھ وقت تو گزارو گے بیکر!“

”بحالت مجبوری۔“ بیکر نے جواب دیا۔

”تمہارا گھر کہاں تھا؟“

”کوپن ہیگن میں۔“ بیکر نے جواب دیا۔

”ابھی تو ہم وہاں سے بہت دور ہیں۔“

”ہاں لیکن وطن کی محبت میرے رگ و پے میں جاگ رہی ہے۔“

”وطن عظیم ہوتا ہے بیکر!“ میں نے جواب دیا اور بیکر خاموش ہو گیا۔ اب ہم اوڈنزے کے قریب پہنچ رہے تھے۔ بیکر نے محبت بھری نگاہوں سے اس شہر کو دیکھا۔

”میرا ملک بڑا ننھا منا سا ہے اور اوڈنزے۔ کیا تم نے پریوں کے اس شہر کے بارے میں کچھ سنا ہے؟“

" مثلاً؟"

"ہانز کرچن اینڈرسن کا اوڈنزے۔ اوڈن کا مسکن جو قبل مسیح ان خطوں میں دیوتا مانا جاتا تھا۔ مکانات کا یہ شہر گوناگوں خوبصورت کہانیوں کی کتاب ہے پھٹے ہوئے لباس میں ملبوس' سر میں رنگ بر پھول سجائے اینڈرسن اوڈنزے کی جگھوں میں گھومتا رہتا۔ قصبے کے بچوں کا جم غفیر اس کے ساتھ ہوتا اور وہ ان معصوم بچوں کے ساتھ قصبے کی ایک ندی کے کنارے جا بیٹھتا اور انہیں جل پریوں' شہزادیوں بلبلوں کی کہانیاں' سناتا' پھر کہانی کے خاتمے پر بچے تالیاں پیٹتے اور اس سے ایک نئی کہانی کی فرمائش کرو۔ وہ اسی وقت اپنے ذہن پر زور دے کر ایک خوبصورت کہانی تخلیق کرتا اور معصوم چہرے دمک اٹھتے۔ میں ان معصوم محبتوں کو سجائے وہ کہانیاں سناتا رہتا اور رات ہو جاتی۔ اسے ان کھلتے چہروں سے بے پناہ تھا اور وہ فخر سے سربلند کرلیتا تھا لیکن ایک موچی کے بیٹے اور گھریلو خادمہ کے تحت جگہ کو کوئی حیثیت دی جاسکتی تھی۔ بھلا خیراتی ادارے میں تعلیم حاصل کرنے والا بھی کوئی ادیب ہو سکتا ہے------ اینڈ بڑوں میں ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ جدھر جاتا اس پر لعن طعن کی جاتی۔ اس کا دل بجھ گیا۔ نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا اور قصبے کے معصوم بچوں کے دمکتے چہرے بجھ گئے۔ وہ سب اداس ہو گئے۔ وہ اس کے گھر کے سامنے جمع ہو جاتے اور ان کی آوازیں ابھرتیں۔

"ہمیں ننھی جل پری چاہیے۔ ہمیں بدصورت بطخے کی کہانی سناؤ۔" لیکن وہ چپ چاپ کمرے میں منہ لپیٹے پڑا رہتا۔ اسی دوران اسے ایک لڑکی سے محبت ہو گئی۔ لڑکی کو جب اینڈرسن کے جذ کا علم ہوا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ اس جیسے بدصورت انسان سے محبت نہیں کر سکتی اور یہ آخری ض تھی جو اس کے دل پر لگی۔ تب اس نے ملک چھوڑ دیا۔ یورپ کے اکثر ممالک میں اس کی کہانیاں ہو چکی تھیں اور وہاں اس کا خاصا شہرہ تھا۔ وہ پرشیا گیا تو وہاں کے بادشاہ نے اس کے اعزاز میں ایک پر دعوت کا اہتمام کیا۔ ہالینڈ' انگلینڈ اور اطالیہ میں اس کا بے مثال استقبال کیا گیا اور بے شمار ادبی انعامات نوازا گیا۔ اینڈرسن نے اپنی بدصورتی اور لوگوں کی نفرت کو معصوم اور خوبصورت کہانیوں کا روپ دے د جب وہ مرا تو اس کی محبوبہ کا وہ خط اس کے پاس سے برآمد ہوا جس میں اس نے لکھا تھا کہ وہ اس بدصورت انسان سے محبت نہیں کر سکتی۔ آج اس کی کہانیاں دنیا کی ہر زبان میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ پیا پیارے معصوم بچے آج بھی اپنے خوابوں میں بدشکل بطخ' بلبل' نر کا درخت اور ننھی جل پری جیسی کہ سجائے ہوئے ہیں۔ ہم اوڈنزے میں داخل ہو چکے ہیں' کیا تم اینڈرسن کا گھر نہیں دیکھو گے باس؟"

بیکر کی اس انوکھی داستان نے ذہن ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی سردارے بھی گم صم ہو گیا تھا۔

اینڈرسن آج ڈنمارک سے بھی زیادہ مشہور ہے جس کے چھوٹے سے قصبے میں وہ بالوں میں اور جانوروں کے سفید پر سجائے گھوما کرتا تھا۔"

"ضرور دیکھیں گے بیکر! کیا تم رہنمائی کرو گے؟"

"یقیناً چیف!" بیکر نے عقیدت سے کہا اور پھر تنگ و تاریک گلیوں سے گزر کر ہم اینڈرسن مکان پر پہنچ گئے۔ جسے اب ایک عجائب گھر کی حیثیت دے دی گئی تھی۔

وہاں سوکھے پھولوں کا ایک گلدستہ رکھا ہے' جو کسی بچے نے اسے تحفے کے طور پر دیا تھا۔ کا

یاں' وہ مخمل کی پوٹلی جس میں اس کی محبوبہ کا خط محفوظ ہے۔ ذاتی استعمال کی لاتعداد اشیاء اور اس کا بستر۔ نا کے پہلو میں پرانی وضع کا ایک ریستوراں ہے جو اس کی مشہور کہانی بدشکل بطخ سے موسوم ہے۔ توران کی تمام آرائش اور فرنیچر اینڈرسن کے دور کا ہے۔ دیواروں پر اس کی کہانیوں کے کرداروں کی دم تصاویر اور اس کی کتابوں کے اولیں نسخے آویزاں ہیں۔ بڑا متاثر کن ماحول تھا۔ ہم کافی دیر وہاں رکے پھر شام ہو گئی۔

"کیا رات اوڈنزے میں ہی گزارو گے باس؟" سردارے نے پوچھا۔

"ضروری نہیں ہے۔"

"پھر کیا پروگرام ہے؟"

"چلیں! ہاں کھانے پینے کی کچھ چیزوں کا انتظام یہاں سے کرلیا جائے۔" سردارے نے پرخیال انداز گردن ہلا دی اور پھر اوڈنزے کے چھوٹے بازاروں سے خریداری کی گئی اور ہم اوڈنزے سے نکل آئے۔ دارے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"اب کیا تکلیف لاحق ہے بھائی صاحب؟" میں نے تھوڑی دیر کے بعد اس سے پوچھا اور دارے چونک پڑا۔

"ایک کام کی بات سوچ رہا ہوں استاد۔" سردارے نے کہا۔

"کمال ہے۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"نہیں' تم بھی سوچو۔ کیا یہ کار ہمارے لیے مصیبت نہیں بن سکتی۔ اگر اس کا تعلق صرف جرمنی سے ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی' لیکن انٹرپول "کیا یہ کار ہماری نشاندہی نہیں کرے گی؟"

"یقیناً کرے گی لیکن اس کے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔ ہم کوپن ہیگن تک کا سفر کیسے کریں گے۔ بس سردارے! یہ رسک تو لینا ہی پڑے گا۔ جہاں اتنے خطرات مول لیے ہیں وہاں یہ بھی سہی۔" میں نے جواب دیا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ بیکر پھر خوابوں میں ڈوب گیا تھا۔ رات کی تاریکی میں سفر جاری رہا اور کوپن ہیگن تک تاریکی ہی رہی۔ فیونن جزیرے کے خاتمے پر ہم کار سمیت سٹیمر میں سوار ہو گئے۔ اور ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد دوسری طرف زی لینڈ میں پہنچ گئے۔ کوپن ہیگن پہنچے تو رات کا پچھلا پہر تھا لیکن گلیاں روشن اور بازاروں میں رونق تھی۔

بیکر گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ "اب سب سے پہلے اس کار سے چھٹکارا حاصل کرلینا چاہیے۔" میں نے کہا اور پھر میں بیکر سے مخاطب ہوا۔ "بیکر! کیا تم اس بارے میں ہماری مدد کرو گے؟"

"ہاں ہاں! کیوں نہیں چلتے رہو ہمیں تاسترپ تک پہنچ جانا چاہیے۔"

"تاسترپ؟" میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"تقریباً دس میل دور ایک پہاڑی قصبہ ہے۔ وہاں کئی ویران جھیلیں ہیں' تم اگر چاہتے ہو کہ کسی کو کار کا نشان بھی نہ ملے تو اس کے لیے تاسترپ سے عمدہ کوئی جگہ نہیں ہے۔"

"بہت خوب! لیکن وہاں سے واپسی کس طرح ہو گی؟"

"مضافات کے لیے ٹرین سروس موجود ہے۔ ہم باآسانی واپس آسکیں گے۔" اور ہم کوپن ہیگن کے بازاروں سے گزرتے ہوئے دوسرے سرے پر نکل آئے۔ اب ہمارا رخ تاسترپ کی طرف تھا۔ دس

میل کا سفر کسی سنسان سڑک پر زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔ تھوڑی دیر میں ہم وہاں پہنچ گئے۔ صبح کا اجالا والا تھا۔

جس جھیل کے کنارے ہم رکے وہ خاصی طویل و عریض تھی۔ یہاں ہم سب نیچے اتر آئے او کار سے سامان بھی اتار لیا گیا۔ کار اسٹارٹ کر کے اس کے ایکسیلیٹر پر پتھر رکھ دیا گیا اور دوسرے لمحے کار زناٹے سے جھیل کی طرف دوڑی۔ چند ساعت نظر آتی رہی پھر غروب ہو گئی۔ سردارے نے خوشی لگایا تھا۔

"آؤ۔" میں نے کہا اور ہم واپس پلٹ پڑے۔

"تھکن ہو گئی ہو چیف تو یہاں آرام بھی کیا جاسکتا ہے۔" بیکر نے کہا۔

"کیا یہاں ہوٹل وغیرہ ہیں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہوٹل تو نہیں لیکن رہائش گاہ مل سکتی ہے۔"

"واپس ہی چلتے ہیں بیکر۔ جہاں اتنا طویل سفر کیا ہے تھوڑا سا اور سہی۔"

"اوکے باس!" بیکر نے کہا اور ہم مضافاتی ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ بیکر نے اسٹیشن سے باہ مشینوں میں سے ایک میں سکے ڈال کر تین ٹکٹ حاصل کیے اور ٹرین میں آبیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد چل پڑی۔ ساری رات کی نیند' پھر ٹرین کی گنگناہٹ' پلکیں ایک دوسرے سے چپکی ہوئی تھیں۔ بمشکل واپس کوپن ہیگن پہنچے اور پھر ٹیکسی ڈرائیور ہمیں جس ہوٹل میں لے گیا' اسی میں چلے گئے۔ نہ جانے طرح کمرے لیے اور سیدھے بستروں میں جا گھسے۔ پھر دوسرے دن بھوک نے جگایا تو جاگے۔ ایک بجا تھا پیٹ کی بری حالت تھی۔ بیکر اور سردارے بھی جاگ گئے۔ ناشتہ اور کھانا ایک ساتھ ہی منگوا لیا گیا۔ غسل کھانے سے فارغ ہوئے تو ہوٹل کے بارے میں معلومات کی سوجھی۔ نام برسلز تھا اور کوپن ہیگن کے ا ہوٹلوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ پچھلے گھنٹے جس طرح گزرے تھے' ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کچھ با کام کی ہوئی تھیں اور کچھ کا عقل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ چنانچہ از سرِ نو بیٹھ کر سوچنا تھا کہ اب تک کیا کیا اور آئندہ کیا کرنا ہے۔ کافی کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے میں حالات پر غور کرنے لگا۔

سردارے اور بیکر میری شکل دیکھ رہے تھے' پھر سردارے نے خاموشی کا طلسم توڑ دیا۔ "کیا رہے ہیں استاد؟"

"آئندہ اقدام۔" میں نے کہا۔

"میرے ذہن میں بھی یہی بات تھی۔"

"پہلے قدم کے طور پر ہمیں ہوٹل بدلنا ہے۔ رات کی بات اور تھی لیکن اب ہمیں اس میک ا سے فوری طور پر چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔

"اوہ۔ ہاں۔ بے حد ضروری بات تھی استاد۔ ابھی تک اس کے بارے میں نہیں سوچا تھا سردارے اچھل کر بولا۔ "یہ میک اپ تو ہمارے لیے بہت خطرناک ہوگا۔"

"چنانچہ یوں کرتے ہیں۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری میں کسی ہوٹل کا نمبر دیکھ کر کمرہ بک کرا لیا جائے۔ ہم دونوں میک اپ اتار لیں۔ پہلے میں' پھر تم باہر نکل جائیں اور اس کے بعد بیکر بل ادا کر کے باہر آجا یوں ہم دوسرے ہوٹل میں منتقل ہو جائیں گے۔"

"ویری گڈ۔" سردارے نے تائید کی اور پھر خود اس نے ہی ایک ہوٹل منتخب کیا اور وہاں دو کمرے بک کرائے۔ اس کے بعد ہم نے اپنے پروگرام پر عمل کیا۔ میک اپ اتار کر اصلی شکلوں میں آگئے۔ پروگرام کے مطابق سردارے نے ایشیائیوں کے نام سے ہی کمرے بک کرائے تھے۔ یعنی ایک بیکر کے لیے اور ایک اپنے لیے۔ نیچے آکر ہم نے ایک ٹیکسی روکی اور بیکر کا انتظار کرنے لگے۔ بیکر مختصر سامان کے ساتھ پہنچ گیا اور ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل چل پڑے۔

ہوٹل نیو کیسل بھی بہت خوبصورت تھا۔ جدید ترین ضروریات سے آراستہ۔ ہمیں بہت پسند آیا اور اپنے کمروں میں منتقل ہو کر ہم نے سکون کی سانس لی۔ بیکر ایک کمرے میں تھا اور دوسرے کمرے میں ہم دونوں۔

"اب کیا پروگرام ہے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"گفتگو کریں گے اس بارے میں۔"

"آپ نے کہا تھا ناکہ ڈنمارک میں رکنا ضروری ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا سلسلہ ہے؟"

"بیکر۔"

"اوہ! یعنی؟"

"تمہارا کیا خیال ہے سردارے' بیکر کو لیے لیے ہم کہاں کہاں پھریں گے؟"

"ظاہر ہے۔ یہ ممکن نہیں۔"

"اس کے علاوہ اگر اسے اس کے خاندان سے ملا دیا جائے تو اس سے اچھی کیا بات ہوگی۔ کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ وہ بھی اپنی زندگی سے خوش نہیں ہے۔"

"یقیناً! نشہ آور اشیاء کا استعمال وہ ترک کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری رہتی ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تم نے کبھی اس کیفیت کا تجزیہ کیا؟"

"صحیح اندازہ نہیں لگا سکا۔"

"میرا خیال ہے اسے اپنی زندگی پر تاسف ہے۔ اسے اپنا گھربار چھوڑنے کی غلطی کا احساس ہو گیا ہے لیکن وہ ذہنی طور پر خود کو دوبارہ اس زندگی بلکہ اس خاندان میں شامل کرنے کی ہمت نہیں پاتا۔"

"ممکن ہے استاد!" سردارے نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ممکن نہیں یقیناً' یہی بات ہے۔"

"تب پھر یقیناً ہوگی۔"

"ہم اس کی مدد کریں گے۔"

"ضرور کریں گے استاد!" سردارے نے مستعدی سے کہا۔

"لیکن مسئلہ یہ ہے سردارے کہ اس سے اس کے والدین کا پتہ کس طرح حاصل کیا جائے؟"

"بتائے گا تو نہیں۔" سردارے پرخیال انداز میں بولا۔

"ہاں۔ مشکل ہے۔"

"اس سے بات بھی نہیں کرو گے استاد؟"

"میرے ذہن میں کچھ اور تھا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ میں اس سے بات نہ کروں' بلکہ کوئی ایسی سچویشن پیدا کردی جائے کہ وہ جذباتی طور پر م ہو جائے' اس کے لیے اس کے والدین سے رابطہ قائم ہونا ضروری ہے۔"

"ہوں۔" سردارے نے گردن ہلائی اور پھر کافی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔

"کیا سوچ رہے ہو سردارے؟"

"بیکر ہی کے بارے میں سوچ رہا ہوں استاد' کونسی ترکیب کرنی چاہیے؟"

"دیکھو' ایک آدھ دن گزر جائے' سوچیں گے اس بارے میں۔"

"ایک بات بتائیں گے استاد؟"

"ہوں!"

"کیا ڈنمارک' میرا مطلب ہے کوپن ہیگن میں ہمارے ڈیپارٹمنٹ نہیں ہیں؟"

"یقیناً ہیں۔"

"تمہیں ان کا پتہ معلوم ہے؟"

"نہیں۔ میں یہاں پہلی بار آیا ہوں لیکن اگر معلوم بھی ہوتا سردارے' تب بھی ہم اس طرف رخ نہیں کرسکتے تھے۔ یہ تو کسی طور مناسب نہیں ہوتا۔"

"میں ویسے ہی پوچھ رہا تھا استاد!" سردارے نے کہا اور میں خاموش ہوگیا اور پھر شام کی چا وقت ہوگیا۔ ویٹر نے ہمارے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔ وہ شام کی چائے کے بارے میں پوچھنے آیا تھا۔ سردا نے طے کیا کہ چائے نیچے ہال ہی میں پی جائے اور میں نے بھی انکار نہیں کیا۔ ظاہر ہے کسی کے خوف چھپ بیٹھنا تو ہماری فطرت ہی نہیں تھی۔ ہم دونوں تیار ہو کر باہر نکل آئے اور پھر ہم نے بیکر کے دروا پر دستک دی۔

"کون ہے؟" اندر سے آواز آئی۔

"ایڈورڈ!"

"اوہ!" بیکر نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ وہ اسی حال میں ہمارے سامنے کھڑا تھا۔ آنکھو ایسا اظہار ہو رہا تھا جیسے روتا رہا ہو۔ ناک کی ہلکی سی سرخی بھی یہی بتاتی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں باس۔ بس لیٹا ہوا تھا۔"

"شام کی چائے نہیں پیو گے؟"

"پیوں گا۔"

"تو پھر تیار ہو جاؤ۔ ذرا تمہارے وطن کی حسینوں کو بھی دیکھیں۔"

"اوہ' نیچے پئیں گے؟"

"ہاں۔ ہال میں چلتے ہیں۔"

"بہتر۔" بیکر نے کہا اور پھر اس نے معمولی طریقے سے بال سنوارے' لباس وغیرہ بدلنے کی اس نے ضرورت ہی نہیں محسوس کی تھی۔ پھر وہ ہم دونوں کے ساتھ نیچے اتر آیا۔ ہال کی رونق بے مثال تھی۔ ساری میزیں بھری ہوئی تھیں۔ شام کے لباس میں ملبوس خوش ذوق لڑکیاں پورے ہال میں موجود تھیں۔ آنکھوں میں روشنی اتر آئی۔ سردارے نے حسب معمول شرارت شروع کردی تھی۔ ایک ویٹر نے ہماری میز کی طرف رہنمائی کردی۔

"ونڈر فل باس۔ واقعی یہاں تو طویل عرصہ تک قیام کیا جاسکتا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے باس۔ یہاں لڑکیوں کو دوست بنانے میں دقت ہو سکتی ہے؟"

"میرا خیال ہے نہیں۔"

"ویسے دو چار روز تو یہاں رہیں گے ہی؟"

"کان نہ کھا یار۔"

"میرا مطلب ہے باس۔ اجازت مل جائے گی؟"

"ابھی نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک مجھے بھی۔۔۔۔" سردارے کی بات ادھوری رہ گئی۔ ایک متناسب قامت کا نوجوان شخص عمدہ لباس میں ملبوس ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔

"معاف کیجئے گا حضرات' کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" اس نے جھک کر شائستہ لہجے میں کہا اور ہم سب نے چونک کر اسے دیکھا۔

مجھے اس کا احساس ہوا اور میں نے جلدی سے اسے بیٹھنے کی اجازت دے دی۔

"شکریہ۔" وہ ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"فرمایئے؟" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ معاً میرے ذہن میں خیال آیا تھا کہ وہ انٹرپول کا آدمی نہ ہو لیکن وہ بیکر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"میرا نام کریگ ہے' ڈوئن کریگ۔" اس نے جواب دیا لیکن یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے اس نے بیکر کی آنکھوں میں جھانکا۔ تب ہم دونوں کو احساس ہوا کہ وہ بیکر میں دلچسپی لے رہا ہے۔

"خوب! لیکن ہم آپ کی کیا خدمت کرسکتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"یہ صاحب۔۔۔۔ معاف کیجئے' کیا میں آپ سے تعارف حاصل کرسکتا ہوں؟" اس بار بھی اس کا مخاطب بیکر ہی تھا۔

"مم۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ بارن تمبلر ہوں۔ ناروے کا باشندہ۔" بیکر جلدی سے بولا اور ہم بیکر کی شکل دیکھنے لگے۔ اس کی حالت غیر ہو رہی تھی' چہرہ سرخ تھا' سانس پھول رہا تھا۔

"تب۔ تب بیکر کہاں گیا؟" اس کا چہرہ بجھ گیا اور پھر وہ ہماری طرف دیکھ کر تھکی تھکی آواز میں بولا۔

"معاف کیجئے گا حضرات' میں نے آپ کو تکلیف دی۔ وہ اٹھنے لگا۔

"اوہ' تشریف رکھئے۔ مسٹر کریگ! کیا آپ کو کسی بیکر کی تلاش ہے؟" میں نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"کون تھا وہ؟" میں نے پوچھا۔

"سوری مسٹر! آئی ایم ویری سوری۔" وہ عجیب سے انداز میں بولا اور پھر وہاں سے اٹھ کر ا طرف چلا گیا۔ ہم اسے جاتے دیکھتے رہے۔

"بیکر۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"یس ـــــ یس باس!" بیکر کی کانپتی آواز ابھری۔

"تمہاری طبیعت شاید ٹھیک نہیں ہے؟"

"ہاں باس۔ نہ جانے کیوں' اچانک بگڑ گئی ہے۔"

"اگر تم یہاں نہ بیٹھ سکو تو ہم واپس چلتے ہیں۔"

"نہیں باس! آپ کی اجازت ہو تو صرف میں ـــــ آپ لوگ یہاں بیٹھیں۔ یونہی کچھ ہ ہے' ٹھیک ہو جائے گا۔" بیکر نے کہا اور اٹھ گیا۔

"نہیں' ہم بھی چلتے ہیں۔ آؤ سردارے۔" بیکر کے ساتھ ہم بھی اٹھ گئے۔ بیکر کے قدم لڑ رہے تھے۔ اوپر جاتے ہوئے ہمیں اسے سہارا دینا پڑا۔ اور پھر ہم اسے اس کے کمرے میں لے آئے۔

"کیا بات ہے بیکر ـــــ تمہاری طبیعت اچانک کیوں بگڑ گئی؟"

"ماسٹر ـــــ پلیز ـــــ بس اس وقت ٹھیک نہیں ہوں۔ میں شرمندہ ہوں ماسٹر! مجھے تھو دیر کے لیے تنہائی دے دیں۔" بیکر نے کہا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو لڑھک پڑے تھے۔ میں نے اس شکل دیکھی اور پھر سردارے کو اشارہ کیا۔ میں اور سردارے خاموشی سے باہر نکل آئے تھے۔

سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ "کیا خیال ہے استاد؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔" میں نے شانے ہلائے۔

"بیکر کا کوئی شناسا۔" سردارے بولا۔

"صرف شناسا کہو گے؟" میں نے سردارے کو گہری نگاہوں سے دیکھا اور ہم دونوں اپنے کمر طرف بڑھ گئے۔

"میرا مطلب ہے کوئی قریبی شخص۔"

"بہت قریبی شخص۔ خود اس کی کیفیت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ اس کے جملے یاد کرو' اس نے کر سے کہا تھا ـــــ پھر بیکر کہاں چلا گیا۔"

"ہاں' مجھے یاد ہے۔"

"اوہ سردارے! رکو ـــــ آؤ۔" اچانک کسی خیال کے تحت میں نے سردارے کے شا ہاتھ رکھ دیا اور سردارے رک گیا۔ پھر میرے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ لفٹ نے ہمیں نیچے پہنچا دیا اور میں رفتاری سے ڈائننگ ہال میں داخل ہو گیا۔ سردارے میرے پیچھے تھا۔ ہال میں ہماری نگاہیں اس شخص تلاش کر رہی تھیں اور یہ اتفاق ہی تھا کہ وہ ایک راہداری سے نکلتا نظر آ گیا۔ "اسے پکڑو سردارے۔ شا باہر جا رہا ہے۔"

"اوہ۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے اس نوجوان کی طرف لپکا۔ سردارے نے اسے نہ ے کیا کہہ کر روکا اور اسی اثناء میں' میں بھی اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے نوجوان کے اترے ہوئے ے کو دیکھا یقیناً وہ غمزدہ تھا۔ اس نے ہم دونوں کو پہچان لیا تھا۔

"معاف کیجئے گا مسٹر کریگ! کیا آپ ہمیں کچھ وقت دیں گے؟"

"ضرور' آیئے میرے آفس میں آ جایئے۔" اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"آفس؟"

"ہاں' تشریف لایئے۔" وہ اسی راہداری میں مڑ گیا' جس طرف سے آیا تھا۔ راہداری کے اختتام پر خوبصورت دروازہ تھا جس پر "ڈوئن کریگر" لکھا ہوا تھا۔ ہم نے گہری سانسیں لیں اور اس کے ساتھ میں داخل ہو گئے۔ بے حد خوبصورت کمرہ تھا' نفیس فرنیچر سے آراستہ۔ ایک لمبی میز کے پیچھے کرسی پر ر اس نے ہم دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور ہم دونوں اس کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"فرمایئے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"اس ہوٹل سے آپ کا کیا تعلق ہے مسٹر کریگ؟" میں نے پوچھا۔

"میرا ہی ہوٹل ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ' بہت خوب۔ ویسے کیا آپ ہمیں پہچان گئے؟"

"ہاں' آپ کو ان صاحب کے ساتھ دیکھا تھا۔ میری مراد مسٹر بارن ٹمپلر سے ہے۔"

"جی ہاں ـــــ کچھ عجیب سے واقعات تھے وہ۔ ویسے آپ کہیں جا رہے تھے؟"

"جی ـــــ میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ میں گھر واپس جا رہا تھا۔"

"سوری مسٹر کریگ ـــــ ویسے میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کو مسٹر ٹمپلر پر کس کا شبہ ہوا
"

"وہ میرے بھائی کے ہمشکل ہیں۔"

"آپ کا سگا بھائی؟"

"جی ہاں' مجھ سے صرف دو سال بڑا۔ وہ جو مجھے بے حد چاہتا تھا۔"

"کیا نام تھا ان کا؟"

"وان بیکر۔"

"براہ کرم ـــــ کیا آپ بتا سکیں گے' وہ کہاں چلے گئے تھے؟"

"آوارہ گردوں کی صحبت میں رہ کر ان کے خیالات بدل گئے تھے۔ گھر کے دوسرے لوگوں کو ان اختلاف تھا۔ اور پھر وہ ہم سب کو بھول گئے اور نہ جانے کہاں چلے گئے۔"

"آپ کے والد زندہ ہیں؟"

"ہاں۔"

"اور والدہ بھی؟"

"جی ہاں۔" کریگ نے ان سوالات پر حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیا وہ وان بیکر سے ناراض نہیں ہیں؟ ظاہر ہے ان اختلافات کو وہ برداشت نہ کر سکے ہوں

گے؟"

"جی ہاں۔ لیکن یہ ناراضگی اتنی شدید نہیں تھی۔ ہمارا گھر آج تک غم کدہ بنا ہوا ہے۔ بیکر کی
کو آج بھی پھولوں سے سجایا جاتا ہے۔"

"اگر بیکر آپ کو مل جائے؟"

"کیا؟" وہ اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر ایک دم جوش کے آثار پھیل گئے۔ دوسرے
مضطربانہ انداز میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور ہمارے قریب آگیا۔ "مسٹر۔۔۔۔ مسٹر پلیز۔۔۔۔
کیا۔۔۔۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کیا؟"

"ہاں مسٹر کریگ۔۔۔۔ وہ وان بیکر ہے۔ اس کا نام بیکر ہی ہے۔ لیکن آپ اپنے اعصاب
پائیں۔ وہ آپ کا بھائی وان بیکر ہی ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔ اوہ۔" اس نے نہایت جذباتی انداز میں اپنے دونوں ہاتھ
رکھتے ہوئے کہا۔ "میری آنکھوں نے دھوکا کھایا تھا لیکن میرا دل بھی تو رو دیا تھا۔۔۔۔ میرا
تو۔۔۔۔ مسٹر۔۔۔۔ وہ کہاں گئے۔۔۔۔ پلیز، مجھے ان کے پاس لے چلئے۔ وہ خود کو مجھ سے
چھپانا چاہتے ہیں؟" کریگ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"مسٹر کریگ! میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ آپ کو سکون سے کام لینا ہوگا' معاملات بے
ہوئے ہیں۔ اگر آپ نے جلد بازی کی تو آپ نقصان بھی اٹھا سکتے ہیں۔"

"اوہ' کیا بات ہے۔ آپ مجھے بتائیں تو سہی؟"

"مسٹر پنٹو! آپ بیکر کی نگرانی کریں' وہ احمق جذباتی نہ ہو جائے۔ اگر وہ یہاں سے چلا گیا تو
تلاش کرنا ناممکن ہو جائے گا۔" میں نے سردارے سے کہا اور سردارے جلدی سے اٹھ گیا۔

"آپ کا خیال درست ہے مسٹر ایڈورڈ!" سردارے نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

"مگر وہ ہیں کہاں؟" کریگ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"اپنے کمرے میں۔"

"تت تو کیا۔۔۔۔ تو کیا آپ لوگ اسی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں؟"

"ہاں۔"

"میرے خدا۔۔۔۔ میرے خدا۔۔۔۔ مسٹر! براہ کرم آپ مجھے حالات
کریں۔۔۔۔ میں اپنے بھائی کو بے حد چاہتا ہوں۔ ہم نے اسے نہ جانے کہاں کہاں تلاش کیا
ایک جوان اور مضبوط آدمی ہوں لیکن اس وقت مجھے خود پر قابو نہیں رہا ہے۔ آہ۔۔۔۔ آپ د
مجھے میرے بھائی کے بارے میں سب کچھ بتا دیں۔۔۔۔ ٹھہریئے' آپ کیا پئیں گے؟"

"ہم تینوں شام کی چائے کے لیے اترے تھے۔"

"آپ نے چائے نہیں پی؟"

"تم نے بیکر کی کیفیت کا مطالعہ نہیں کیا۔۔۔۔ اس نے خود کو کنٹرول کرنے کی کافی کوش
لیکن بے اختیار ہو گیا۔ ہم اسے اوپر کمرے میں لے گئے۔"

"اوہ' لیکن۔۔۔۔ لیکن وہ خود کو ہم سے چھپا کیوں رہے ہیں۔ اب اتنے دنوں کے!

آئے ہیں اپنے ہی وطن میں وہ اجنبی کیوں رہنا چاہتے ہیں' آخر کیوں؟"

"مسٹر کریگ! آپ کو ذرا صبر سے کام لینا پڑے گا۔ پوری ہمت سے بیکر کی کہانی سننا پڑے گی۔
ی اس سے ملاقات زیادہ پرانی نہیں ہے۔ تھوڑے عرصہ قبل کی بات ہے کہ وہ ہمیں نہایت خستہ حالت
ملا' کئی دن کا بھوکا تھا بہرحال ہم دوست بن گئے۔ وہ مجھ سے بہت متاثر تھا۔ اس لیے ہمارے ساتھ ہی
نے لگا۔ اور پھر اس نے اپنی کہانی سنائی جس سے ہمیں معلوم ہوا کہ وہ ڈنمارک کا باشندہ ہے۔ اپنے نظریات
طرف سے اس کا ذہن خود ڈانواں ڈول ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے نظریات میں کافی تبدیلی پیدا کرلی' نشہ آور
ں کو ترک کر دیا۔ لیکن وہ اپنے وطن آنے کی ہمت نہیں پا رہا تھا۔ ہم نے اس طرف راغب بھی
۔۔۔۔ لیکن اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ اب ان لوگوں کے سامنے نہیں جائے گا جنہیں اس نے چھوڑ
تھا۔ وہ ان سے شرمندہ ہے۔ وہ کسی طور راضی نہ ہوا تو ہم خاموش ہو گئے۔ لیکن ہمارے ذہن میں یہ
ل تھا کہ ایک نہ ایک دن ہم اسے اس کے گھر پہنچا دیں گے۔ ڈنمارک کا سفر اسی لیے کیا گیا۔ لیکن یہاں
ر ہم پریشان تھے کہ کس طرح بیکر کے عزیزوں سے رابطہ قائم کریں۔ بیکر تو یہاں تک آنے کے لیے بھی
رنہ تھا۔"

"اس دوران کریگ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے رہے تھے۔ میں خاموش ہوا تو اسے بھی
نسوؤں کا احساس ہوا اور اس نے رومال سے آنسو خشک کر لیے۔

"میں آپ کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں جناب! میرا بھائی۔۔۔۔ آپ نے میرے بھائی کی مدد
ں ہے۔ آپ نے ہم غمزدہ لوگوں کو نئی زندگی کی خوشی دی ہے۔ آہ' ہم تو بیکر کو ہر صورت میں قبول کرنے کو
ار تھے۔ اگر اس کے خیالات بدل چکے ہیں' تب تو ہمارے نزدیک اس میں کوئی خرابی ہی نہیں ہے۔"

"لیکن وہ اس طرح تمہارے ساتھ جانے پر تیار نہیں ہوگا۔"

"ہاں' میں اس کی ضدی طبیعت سے واقف ہوں۔"

"پھر تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں آپ لوگوں کا مشورہ بھی چاہتا ہوں جناب۔۔۔۔ آپ جیسے ہمدرد انسان' آپ کو معلوم
ہیں کہ آپ نے ہم لوگوں پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ بیکر۔۔۔۔ جس کے اپنے حصے کی جائیداد کروڑوں کی
ہے' اس نے کس طرح خود کو تباہ کیا۔ لیکن میں کیا کروں؟ کس طرح وہ میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوگا؟"

"بیکر جس وقت یہاں تھا' سب سے زیادہ کسے چاہتا تھا؟"

"ماما کی وہ بہت زیادہ عزت کرتا تھا اور شینی کو بے پناہ چاہتا تھا۔"

"شینی کون ہے؟"

"ہماری سب سے چھوٹی بہن۔"

"تب مسٹر کریگ! آپ کو یہی سب کچھ کرنا ہوگا۔ پہلے اپنی ممی اور ڈیڈی کو لے آیئے' وہ نہایت
پیار کی باتیں کریں۔ اور پھر اگر وہ ناکام رہیں تو شینی کو بلالیں۔"

"ٹھیک ہے' میں ابھی جاتا ہوں۔ ممی اور ڈیڈی کو بلا لاتا ہوں۔"

"او کے۔" میں نے گردن ہلا دی اور کریگ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ ایک دم چونک پڑا۔

"اوہ' معاف کیجئے گا جناب' انسان کتنا خود غرض ہوتا ہے۔ میں نے آپ سے چائے کے لیے کہا تھا

لیکن اپنے مفاد کی باتوں میں الجھ کر۔۔۔۔۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر کریگ۔۔۔۔۔ آپ چائے ہمارے کمروں میں بھجوا دیں، ہم آپ کی سے پی لیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دل و جان سے۔۔۔۔۔ دل و جان سے۔۔۔۔۔ اور اس فراخدلی کے لیے انتہائی ممنون ہو" کریگ نے کہا۔ پھر وہ میرے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔ میں اوپر کی طرف چل پڑا اور تھوڑی دیر بعد سردارے کے پاس پہنچ گیا جو راہداری میں ٹہل رہا تھا۔

"کیا پوزیشن ہے سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"روم نمبر ۱۲۷۔۔۔۔۔ بائیں سمت۔" سردارے نے سرگوشی کی۔

"اوہ، کیا مطلب؟" میں نے سنسنی خیز لہجے میں پوچھا۔

"وہ اسی میں ہے۔"

"ارے لیکن۔۔۔۔۔" میں شدید حیرت سے بولا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ کمرہ چھوڑ کر اس کمرے میں کیوں چلا گیا؟"

"تین بار جھانک چکی ہے۔ بڑی عجیب عجیب سی نگاہوں سے دیکھا تھا استاد! شاید اکیلی بھی ہے، اب کے جھانکے تو تم دیکھنا، کافی خوبصورت ہے اور نو عمر بھی۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" میں نے غصیلے انداز میں کہا اور سردارے چونک پڑا۔

"ارے۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔ استاد۔۔۔۔۔ باس۔" وہ اٹینشن ہو گیا۔

"تو اب اس قدر مدہوش ہو گئے ہو؟" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"ہائے باس۔۔۔۔۔ ہوش میں رہنے کہاں دیتے ہیں یہ لوگ۔" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"کون ہے کمرہ نمبر ۱۲۷ میں؟"

"لڑکی۔"

"تو تم اس لڑکی کی نگرانی کر رہے تھے؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ وہ خود میری نگرانی کر رہی ہے۔ استاد۔۔۔۔۔ کئی بار جھانک کر دیکھ چکی ہے۔ آنکھوں میں دعوت ہے۔ گویا چاہتی ہے کہ میں آگے بڑھ کر اس سے بات کروں۔"

"احمق آدمی۔۔۔۔۔ بیکر کس حال میں ہے؟"

"اپنے کمرے میں ہی ہے، جس حال میں بھی ہو۔"

"آؤ۔" میں نے بیکر کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ سردارے پر جھنجلاہٹ بھی تھی ہنسی بھی آ رہی تھی۔ بھیجا تھا کس کام کو اور حضرت لڑکی تاڑ رہے تھے۔ میں نے بیکر کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کوئی آواز نہ ابھری لیکن چند ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا۔

بیکر اب نسبتاً پرسکون نظر آ رہا تھا، ہمیں دیکھ کر وہ پیچھے ہٹ گیا اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"تم اب ٹھیک ہو بیکر؟"

"ہاں باس۔۔۔۔۔ آپ ناراض تو نہیں ہیں؟"

"کس بات پر؟"

"میں بے اختیار ہو گیا تھا۔ میں نے۔۔۔۔۔ میں نے۔۔۔۔۔" بیکر کی آواز رندھ گئی اور وہ جملہ پورا نہیں کر سکا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"مجھے تمہارے جذبات کا پورا پورا احساس ہے بیکر۔۔۔۔۔ لیکن تم نے اپنے راز کو اپنی ذات تک محدود رکھا۔ نہ جانے کیوں، تم نے اس سلسلے میں بھروسہ نہیں کیا۔"

"یہ بات نہیں ہے ایڈورڈ۔۔۔۔۔ یہ بات نہیں ہے میرے دوست۔" بیکر پھر رو پڑا۔

"پھر کیا بات ہے بیکر۔۔۔۔۔ دل کا بوجھ ہلکا کیوں نہیں کر لیتے؟"

"میں۔۔۔۔۔ میں اب اس ملک میں نہیں رہنا چاہتا باس۔۔۔۔۔ خدا کے لیے مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔۔۔۔۔ خدا کے لیے ڈنمارک سے نکل چلو۔ وہ۔۔۔۔۔ وہ ڈوئن کریگ تھا۔۔۔۔۔ میرا بھائی۔۔۔۔۔ میرا چھوٹا بھائی۔۔۔۔۔ میں اسے بہت چاہتا تھا۔ وہ۔ ایک دم بڑا ہو گیا ہے۔ آہ۔۔۔۔۔ میری نگاہ اس پر نہ پڑ سکی، کتنا پیارا ہو گیا ہے وہ۔ میرا کلیجہ پھٹنے لگا، میرا دل چاہا کہ میں اٹھ کر اسے گلے لگا لوں۔۔۔۔۔ لیکن کس منہ سے، اب میں اس باعزت خاندان کا فرد نہیں ہوں، اب میں اس کے لیے بدنامی کا باعث ہوں۔" بیکر سسک سسک کر رونے لگا۔

"یہ صرف تمہارا احساس ہے بیکر۔۔۔۔۔ تم نے جو کچھ کیا، وطن سے باہر رہ کر کیا۔ یہاں تم کوئی ایسی حیثیت نہیں رکھتے۔"

"میں خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم اتنے برے انسان نہیں ہو بیکر۔۔۔۔۔ برے تو وہ ہوتے ہیں جنہیں اپنی برائیوں کا احساس نہیں ہوتا۔ تم تو عمدہ انسان ہو۔"

"نہیں باس نہیں۔"

"اس کے علاوہ، انسان بھٹک جاتا ہے۔ بعض اوقات راستے نگاہوں میں گڈمڈ ہو جاتے ہیں، لیکن اگر سیدھا راستہ مل جائے تو کیا انسان اسے اس لیے چھوڑ دے کہ وہ ٹیڑھے راستوں پر چلتا رہا ہے؟"

"مگر باس؟"

"ممکن ہے بیکر۔۔۔۔۔ تمہارا یہ خیال غلط ہو کر تمہارے لوگ تم سے نفرت کرتے ہوں گے۔"

"میں خود شرمندہ ہوں باس۔"

"صحیح راستے پر آ رہے ہو بیکر۔۔۔۔۔ تو آ جاؤ۔ ہمیں دیکھو۔۔۔۔۔ ہم بھٹکے ہوئے ہیں، ہمارے سامنے تو سیدھا راستہ بھی نہیں ہے تم خوش نصیب ہو۔ بیکر کہ تمہیں سیدھا راستہ مل رہا ہے۔ ہم تمہیں مبارکباد دیتے ہیں۔" میں نے کہا اور بیکر اچانک خاموش ہو گیا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

"باس۔۔۔۔۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہاں بیکر۔"

"کیا تم بھی خود کو بھٹکا ہوا محسوس کرتے ہو؟"

"محسوس کرنے کی بات نہیں ہے بیکر۔۔۔۔۔ حقیقت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔"

"لیکن باس۔۔۔۔۔ میں کیا کروں؟"

"خاموش رہ سکتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"مجھے دوست سمجھتے ہو؟"

"سب سے بڑا محسن۔" بیکر نے ممنونیت سے جواب دیا۔

"تب صرف خاموش رہو----- اختلاف نہ کرو۔ بس تمہارا یہی کام ہے۔" میں نے کہا اور بیکر نے گردن جھکالی۔ میں اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"اگر میری بات تسلیم کرتے ہو تو جواب دو بیکر؟"

"باس کو اختیار ہے۔" بیکر آہستہ سے بولا۔

"ویری گڈ----- اس اعتماد کے لیے شکریہ قبول کرو۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ ایک بڑا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ اسی وقت چائے آگئی۔ گریگ نے بڑے لوازمات بھجوا دیئے تھے۔ بہرحال ہم چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔ بیکر کھویا کھویا تھا۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"باس! میں کچھ پوچھ سکتا ہوں؟"

"ضرور میری جان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم بہت خوش ہو باس؟"

"بے پناہ۔"

"آہ، تم کس قدر مخلص ہو۔ تم نے میرے لیے کیا نہیں کیا ہے باس----- مجھے بتاؤ، کیا تمہارے لیے بھی کوئی سیدھا راستہ ہے؟ کیا تمہاری بھی کوئی منزل ہے؟"

"منزل-----" میں نے اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے کہا۔ سردارے نے البتہ چونک کر میری شکل دیکھی تھی۔ لیکن میں اس سوال سے زیادہ متاثر نہیں ہوا۔ "نہیں بیکر!" میں نے طویل سانس لی۔ "میں نے ایک منزل کا تعین کر لیا ہے لیکن وہ وقت آنے پر مجھے مل سکے گی۔"

"وہ منزل کون سی ہے باس؟" بیکر نے پوچھا۔

"موت۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور سردارے کے چہرے پر غم کے تاثرات پھیل گئے۔ بیکر بھی آزردہ ہو گیا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"دنیا کے کسی حصے میں تمہارے عزیز، تمہیں چاہنے والے موجود نہیں ہیں؟"

"نہیں بیکر----- بہت سے لوگ اس بات میں مجھ پر فوقیت رکھتے ہیں کہ ان کا کوئی نہ کوئی چاہنے والا موجود ہے، میرے پاس یہ سب کچھ نہیں ہے۔"

"میں تم سے اس موضوع پر گفتگو کروں گا باس----- فی الحال یہ بتاؤ کہ تم میرے لیے کیا کر رہے ہو؟"

"اعتماد کیا ہے تو خاموش رہو بیکر۔" میں نے جواب دیا۔

"بس یونہی پوچھ رہا تھا باس----- کیا میں تمہیں اپنے والدین کے بارے میں تفصیل بتاؤں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے بیکر۔"

"کیا مطلب؟"

"بس باقی کام تو میرا ہے۔" میں نے جواب دیا اور بیکر خاموش ہو گیا۔ چائے ختم ہو گئی----- اور پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ سردارے نے دروازہ کھول دیا جو ہم نے گفتگو کے دوران بند کر لیا تھا۔ باہر بہت سے لوگ تھے۔ ان میں بیکر کی ماں، باپ، بہن، بھائی اور نہ جانے کون کون تھا۔ اور پھر بڑے دردناک مناظر کمرے میں پھیل گئے۔ میں نے سردارے کے شانوں پر ہاتھ رکھے اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔

"سردارے۔" میں آہستہ سے بولا۔

"استاد۔" سردارے نے بھی بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میرے خیال میں اب ہمارا یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔"

"ایں۔" سردارے چونک پڑا۔

"جلدی کرو سردارے! کہیں ان لوگوں کو ہمارا خیال نہ آجائے۔"

"اوہ----- جو حکم استاد----- لیکن-----"

"میں نیچے چلتا ہوں۔ تم سامان لے کر نیچے آجاؤ----- جلدی۔" میں نے کہا۔ اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ اور میں نیچے کی طرف چل پڑا۔ درحقیقت اب یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ بیکر ذہنی طور پر تیار ہو چکا تھا۔ اس کے گھر کے لوگ بھی اس کے لیے تڑپ رہے تھے۔ اب ہمارا ان کے درمیان کیا کام رہ گیا تھا۔ سوائے اس کے کہ اپنے احسانات کا صلہ وصول کرنے کے لیے رکے رہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی، نہ ہی اس کی ضرورت تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد سردارے آگیا۔ "بل ادا کر دیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں باس۔"

"ٹیکسی روکو۔" میں نے کہا۔ اور پھر ایک ٹیکسی روک کر ہم چل پڑے۔ ٹیکسی ہم نے ایک بھرے پرے بازار میں چھوڑی تھی اور پھر اعلیٰ درجے کی دکانوں سے ہم نے میک اپ کا سامان جدید طرز کے لباس وغیرہ خریدے اور کسی تاریک گوشے کی تلاش کرنے لگے۔ کوپن ہیگن سے کوئی واقفیت نہیں تھی لیکن درحقیقت بڑا خوبصورت شہر لگ رہا تھا۔ سردارے بول ہی پڑا۔

"یہاں رکنا مناسب نہیں ہے باس----- لیکن پھر بھی----- رکنا ہو گا۔"

"ہاں۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"واقعی؟" سردارے خوش ہو گیا۔

"اس واقعی سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"کیا تمہیں بھی سرخ ناک والی لڑکیاں پسند آگئی ہیں؟"

"لڑکیاں لڑکیاں لڑکیاں----- تمہارے ذہن میں لڑکیوں کے علاوہ کچھ اور بھی رہتا ہے؟"

"پھر باس؟" سردارے نے مایوسی سے کہا۔

"کچھ اور بھی سوچو احمق انسان۔"

"مثلاً کیا باس؟" سردارے سنبھل کر بولا۔

"پاسپورٹ۔" میں نے کہا۔

"اوہ' کیا مطلب باس؟"

"وہی پاسپورٹ استعمال کرو گے کیا؟"

"اوہو---- ہاں' یہ تو سوچنے کی بات ہے۔" سردارے نے گردن ہلائی' پھر بولا۔ "لیکن اس میں حرج ہی کیا ہے؟"

"اور اگر مادام سینی ٹورا کا تعلق درحقیقت انٹرپول سے ہوا؟"

"اوہ' تمہارا خیال ہے اگر وہ میک اپ بدلنے کی وجہ سے وہ ہمیں ڈنمارک میں تلاش نہ کر سکی تو ڈنمارک سے نکلتے ہوئے ان پاسپورٹوں کی وجہ سے ضرور پکڑلے گی۔"

"جی ہاں' میرا یہی خیال تھا۔" میں نے طنزیہ کہا۔

"بات تو ٹھیک ہے باس---- لیکن یہاں نئے پاسپورٹ کیسے حاصل کرو گے؟"

"سوچنا پڑے گا۔"

"یہ تو حقیقت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بہرحال یہاں رکنا تو ہے باس---- پاسپورٹوں کی کوشش کی جاتی رہے اور اگر اس کے ساتھ تفریح بھی جاری رہے تو کیا حرج ہے۔ ویسے اگر برا نہ مانو تو ایک بات اور کہوں۔"

"کہہ ڈالو' ہو گی کوئی حماقت کی بات۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم بیکر کے ذریعے پاسپورٹوں کی کوشش کرتے' اس کے والدین بہرحال یہاں کے مقتدر لوگوں میں سے ہیں۔"

"ٹھیک ہے سردارے---- لیکن مجھے ایسی الجھنوں سے شدید کوفت ہوتی ہے۔ بیکر بے حد جذباتی ہے' اس کے والدین یقیناً ہمارے ممنون ہوں گے اور وہ روکنے کی کوشش بھی کرتے۔ تم خود سوچو' یہ کیسے ممکن ہے۔"

"ہاں---- یہ تو ہے۔"

"بہرحال اتنا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے سردارے۔ اور پاسپورٹوں کا کوئی مناسب بندوبست نہیں ہو سکا تو پھر رسک لیں گے' انہی پاسپورٹوں سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔"

"اوکے باس---- ٹھیک ہے' فکر کی کیا بات ہے۔ اور پھر یہاں بہت سی سرخ ناک والیاں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ باس---- میں نے ڈنمارک کی بے شمار کہانیاں سنی ہیں۔" سردارے نے مسخرے پن سے شرمانے کی کوشش کی اور میں نے اس کی پشت پر دھپ جمادی۔

میک اپ بدلنے کے بعد ہم ایک اور عمدہ سے ہوٹل میں منتقل ہو گئے۔ یہ نیو کیسل یا برسلز کی طرح شاندار تو نہیں تھا لیکن بہرحال عمدہ ہوٹل تھا۔ اس بار ہم نے نہایت اسمارٹ نوجوانوں کا میک اپ کیا تھا۔ خدوخال میں معمولی سی تیکھی تبدیلی' چہرے پر گورے رنگ کی ماسک' بال اس میک اپ پر بالکل سیٹ تھے۔ سردارے اس میک اپ سے بہت خوش تھا۔

"اب پروگرام کیا ہے باس؟"

"فی الحال کچھ نہیں---- یہ رات سکون سے گزارو' کل دن میں تفریح کریں گے۔"

"اور آج کی رات؟" سردارے نے مایوسی سے کہا۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"اجازت۔" سردارے لجاجت سے بولا۔

"ٹھیک ہے جاؤ---- لیکن میں آرام کروں گا۔" میں نے کہا اور سردارے خوشی کے نعرے ـنے لگا۔ رات کے نہ جانے کون سے حصے تک میں جاگتا رہا۔ ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ـورٹوں کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔ بظاہر ان کے حصول کا کوئی طریقہ ذہن میں نہیں تھا لیکن ضروری ـتھے۔ اور اسی غور و خوض کے دوران ایک خیال ذہن میں آیا۔ غلام سیٹھ کی پراسرار گمشدگی کے بعد میں ـڈل ہو گیا ہوں۔ کارکردگی کی ساری صلاحیت ہی ختم ہو گئی ہے یہ بات تو مناسب نہیں ہے۔ اس وقت ـپول والوں سے جان چھوٹی ہوئی ہے۔ کیوں نہ مقامی اسٹیشن کا پتہ لگا کر ان لوگوں سے ملاقات کی جائے۔ ـن اسٹیشن کا پتہ کس طرح چلایا جائے---- اور اس کے لیے میں نے ایک کوشش کرنے کا فیصلہ کر لیا ـدیر تک اس فیصلے پر غور کرتا رہا اور مطمئن ہو گیا۔

سردارے واپس نہیں آیا۔ جس کا مطلب تھا کہ اس نے کوئی کام بنالیا ہے۔ ٹھیک ہے' زندہ انسان ـاور اس کی زندگی انہی تفریحات میں ہے۔ پھر میں کیوں دخل اندازی کروں۔ نہ جانے کب سو گیا۔ ـسری صبح جاگا تو سردارے گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا لیکن سردارے نے واپسی پر ـے بند کر دیا تھا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوا اور پھر سردارے کو جگا دیا۔

سردارے چند منٹ تک آنکھیں کھول کر مجھے دیکھتا رہا اور پھر اچھل کر بیٹھ گیا۔ وہ میرے چہرے ـے تاثرات نوٹ کر رہا تھا مجھے پرسکون پا کر اس نے سکون کی سانس لی اور پھر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ ـوڑی دیر کے بعد وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر تیار ہو گیا۔ میں نے ویٹر کو بلا کر ناشتے کا آرڈر نوٹ کرا دیا ـا۔

سردارے مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"کیا پوزیشن رہی؟" میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"کوپن ہیگن کی حسیناؤں نے مجھے مایوس نہیں کیا---- ویسے استاد! عمدہ جگہ ہے' اگر تم بھی چلو ----"

"ابھی نہیں۔ میں تمہاری طرح فالتو آدمی نہیں ہوں۔"

"اوہ استاد! فالتو تو میں بھی نہیں ہوں' سچ کہہ رہا ہوں۔ کسی کام کے لیے حکم دو---- اندھے کنویں میں چھلانگ لگا دوں۔"

"جو ڈنمارک میں نہیں ہوتے۔"

"میں پہلے کنواں کھود لوں گا اور اس کے بعد چھلانگ لگا دوں گا۔" سردارے نے کہا۔

"بہت وقت لگے گا۔" میں ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"پھر کوئی اور کام بتاؤ استاد!"

"فی الحال کوئی کام نہیں ہے۔"

"تب پھر گرینٹی کے پاس جانے کی اجازت دے دو۔ اس نے مجھے دوپہر کے کھانے کی دعوت دی ہے۔"

"کون ہے؟"

"ایک انتہائی فراخدل لڑکی ــــــــ یقین کرو باس! اس نے ایک پیسہ قبول نہیں کیا کہنے گ
ور نہیں ہوں، تم پسند آ گئے تھے۔"

"گڑ بڑ تو نہیں ہے؟"

"قطعی نہیں باس ــــــــ میں نے کھنگال لیا ہے۔"

"تم جانو۔"

"تو اجازت ہے؟"

"ہاں، مجھے انکار نہیں ہے۔"

"ہرا ــــــــ" سردارے نے نعرہ لگایا اور اچھل کر مجھ سے لپٹ گیا۔ اسی وقت ویٹر ٹرالی اندر آ گیا اور میں نے سردارے کو پرے دھکیل دیا۔ ویٹر حیرانی سے ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر ا ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ لگانا شروع کر دیا۔

تقریباً گیارہ بجے سردارے غیر معین وقت کے لیے چلا گیا۔ میں نے اسے اپنا پروگرام نہیں پھر میں بھی ہوٹل سے نکل آیا اور پیدل چل پڑا۔ کافی دور تک میں پیدل چلتا رہا اور مجھے یقین ہو گیا بالکل صاف ہے۔ تب میں ایک بڑے جنرل اسٹور کی طرف بڑھ گیا۔ اسٹور میں داخل ہو کر میں نے مینجر سے کہا کہ مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں بزنس مین ہوں اور اپنے ملک بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے میں نے نمبر طلب کیا تھا۔ ٹیلی فون ایکسچینج سے کہا گیا کہ تقریباً بیس م بعد نمبر مل سکے گا۔ اور یہ بیس منٹ میں نے خوش اخلاق کاؤنٹر مینجر سے گفتگو کرتے گزارے۔ اس ڈکنز تھا۔ درمیانی عمر کا خوش گفتار شخص تھا۔ آنکھوں میں زندگی کی چمک تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ و کاؤنٹر مینجر ہی نہیں، اس اسٹور کا مالک بھی ہے۔

ٹھیک بیس منٹ کے بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور ڈکنز نے ریسیور اٹھالیا۔ چند سیکنڈ وہ آ گفتگو کرتا رہا اور پھر اس نے فون میری طرف بڑھا دیا۔ لیکن اچانک وہ چونک پڑا۔ اس نے تعجب طرف دیکھا۔ لیکن دوسری طرف سے ریفا کی آواز سنائی دی تھی۔

"سی کا ریفا۔"

"ایشیا کا حقیر غلام سلام کہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"کون ہے؟" ریفا کی آواز ابھری۔

"اس کا مخفف این ڈبلیو اے زیڈ ہے۔"

"این ڈبلیو اے زیڈ۔" سیکا ریفا نے حیرت زدہ انداز میں دہرایا اور پھر چونک کر بولی۔ "نواز؟"

"بالکل یہی ہے۔"

"ڈنمارک سے بول رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"کوئی غیر مناسب جگہ ہے؟"

"ہاں۔"

"پتہ چلا؟"

"ہاں۔"

"ہدایت ملی؟"

"نہیں۔"

"سب انڈر گراؤنڈ چلے گئے ــــــــ ہدایت تھی۔"

"مجھ تک نہیں پہنچی۔"

"کس حال میں ہو؟"

"ٹھیک نہیں۔"

"تمہیں بھی پتہ نہیں؟"

"بالکل نہیں۔"

"سب بے خبر ہیں۔"

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ گرانڈ مدر میرے پیچھے پڑی ہوئی ہے، کہتی ہے شادی کر لو ــــــــ بہرحال اب تک بچا ہوا ہوں۔"

"بڑی خطرناک صورت حال ہے۔"

"مجھے احساس ہے۔"

"میرے لائق کوئی خدمت؟" سیکا ریفا نے پوچھا۔

"کوپن ہیگن میں ماموں جان کہاں رہتے ہیں؟ مجھے ان کا پتہ درکار ہے۔"

"اوہ، بہت خاص ضرورت؟"

"ہاں۔"

"دادی اماں نے تمہارے پیچھے آدمی تو نہیں لگا رکھے؟"

"اس وقت نہیں۔"

"یقین ہے؟"

"ہاں۔"

"ماموں جان کا پتہ تمہیں گلیمرش اسٹور سے ملے گا۔ وہاں مسٹر ڈکنز ہیں، وہی اس کے مالک ہیں۔ ماموں جان ان کے دوست ہیں، اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔ لیکن دادی اماں سے ہوشیار رہنا۔"

"کیا نام بتایا؟" میں چونک پڑا۔

"گلیمرش اسٹور ــــــــ مسٹر ڈکنز۔" سیکا ریفا نے جواب دیا۔ اور اب میری حیرت کی باری تھی۔ میں گلیمرش اسٹور کے اندر ہی تھا اور ڈکنز میرے سامنے تھا۔

"براہ کرم پورا پتہ دہراؤ۔"

"گلیمرش اسٹور ــــــــ مسٹر ڈکنز ــــــــ بی بائینڈ توالی پارک۔" ریفا نے دہرایا۔

"ایک سیکنڈ ڈیئر۔" میں نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا اور پھر ڈکنز سے پوچھا۔ "سوری مسٹر ڈکنز! یہ گلیمرش اسٹور ہے؟"

"ہاں۔" ڈکنز' جو مجھے غور سے دیکھ رہا تھا بولا۔
"توالی پارک یہیں ہے؟"
"جی۔" ڈکنز نے جواب دیا۔ تب میں نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا دیا۔
"میڈم سیکا ——— براہ کرم مسٹر ڈکنز سے بات کریں۔"
"کیا مطلب؟" سیکا کی آواز میں حیرت تھی۔
"یہ بالکل اتفاق ہے کہ میں نے یہاں سے فون کیا۔"
"کمال ہے' فون مسٹر ڈکنز کو دیں۔" سیکا ریفا نے کہا اور میں نے ریسیور ڈکنز کو دے دیا۔ چند ڈکنز گفتگو کرتا رہا۔ اس کے چہرے پر سنسنی پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔ ا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا تھا۔
"صورت حال کافی خراب ہے' وہ آپ کی مدد کرے گا۔"
"شکریہ ——— خدا حافظ۔" میں نے کہا۔
"سنو تو سہی۔" سی کاریفا کی آواز بدلی ہوئی تھی۔
"جی ——— فرمایئے۔"
"اب میں صرف اسی کاروباری لہجے کے قابل رہ گئی ہوں؟"
"اوہ' نہیں ڈیئر ——— لیکن ———"
"ایک پیشکش کرتی ہوں نواز ——— برا تو نہیں مانو گے؟"
"نہیں۔"
"حالات اچانک بے حد خراب ہو گئے ہیں' اگر کسی قسم کی الجھن محسوس کرو' یا ——— زندگ کوئی تبدیلی چاہو تو' میرے پاس آجانا ——— میں تمہیں اپنی زندگی کے مالک کی حیثیت سے خوش کہوں گی۔"
"میں یہ بات ذہن میں رکھوں گا سیکا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ الو کی پٹھی ——— گئی ہے۔ میں نے سوچا اور پھر ڈکنز کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ڈکنز اب بھی حیران تھا اور مجھے غور سے د تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "زندگی میں ایسے دلچسپ واقعات بھی ہوتے رہتے ہیں۔ ڈکنز۔"
"اوہ مسٹر نواز ——— میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" ڈکنز گرم جوشی سے بولا۔
"ہاں۔ خود میرے ذہن میں بھی نہیں تھا۔"
"میں نے گروہ میں آپ کا نام ایک پراسرار انسان کی حیثیت سے بہت زیادہ سنا ہے۔ یقین ک آپ کو دیکھنے کا بڑا اشتیاق تھا۔ میری بیوی بھی آپ سے بہت متاثر ہے۔"
"بدلے ہوئے حالات نے آپ کو بھی کافی الجھا دیا ہوگا مسٹر ڈکنز۔"
"بے حد جناب ——— سارا ریکارڈ تباہ ہو گیا اور پورا ذخیرہ پھونک ڈالا۔ سارے لوگوں سے منقطع کر لیا صورت حال کسی طور قابو میں نہیں آرہی۔"
"باس کا کوئی پتہ نہیں؟"

"نام و نشان نہیں ہے اور پورے گروہ کو اس کا نشان نہیں ملا۔"
"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔
"آپ کے لیے کیا منگواؤں مسٹر نواز ——— یقین کریں آپ سے ملاقات کر کے بے حد خوشی ہوئی ہے۔" ڈکنز نے پوچھا۔
"فی الحال کچھ نہیں مسٹر ڈکنز ——— میری پوزیشن بھی زیادہ ٹھیک نہیں ہے' انٹرپول میرے پیچھے لگی رہی ہے' بمشکل میں نے اسے ڈاج دیا ہے۔"
"اوہ۔" ڈکنز نے کسی قدر خوفزدہ لہجے میں کہا۔
"آپ میرے لیے ایک کام کر سکتے ہیں تو کر دیں۔"
"جی ——— فرمایئے۔"
"وہ پاسپورٹ درکار ہوں گے جن کی مدد سے میں ڈنمارک عبور کر لوں۔"
"پاسپورٹ۔" ڈکنز نے پرخیال انداز میں کہا۔ "ان حالات میں تو ایک ایک قدم پھونک کر رکھنا گا۔ بہرحال میں کوشش کروں گا' آپ کا قیام کہاں ہے؟"
"ابھی تو یونہی آوارہ گردی کر رہا ہوں' آج یہاں کل وہاں۔ تمہارا فون نمبر لے لوں گا اور خود تم ے رابطہ کروں گا۔" نہ جانے کیوں' ڈکنز کی شخصیت مجھے ٹھوس نہ معلوم ہوئی۔ اس کی وجہ صاف تھی' م سیٹھ لاپتہ تھا اور انٹرپول کا معاملہ تھا۔ معمولی بات نہیں تھی اور اچھے اچھوں کے حواس خراب تھے۔
"بہت بہتر۔" ڈکنز نے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد میں وہاں زیادہ نہیں بیٹھا اور ڈکنز سے اجازت لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ واپسی میں ڈکنز نے مجھ سے دوبارہ ملاقات کے لیے بھی نہیں کہا تھا۔ بہرحال اسے قصور ٹھہرانا تو حماقت تھی۔ سب ہماری طرح سرپھرے تو نہیں تھے کہ خوفناک حالات میں بھی تفریح کرتے ہے بہرحال مقامی سربراہ نے مجھے بہت مایوس کیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ وہ اب ذرا سا بھی خطرہ مول نہیں ے گا۔ لیکن اب کیا کرنا چاہیے ——— خیالات میں الجھا ہوا میں واپس ہوٹل چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد نے ہوٹل پہنچ گیا۔ کمرے میں داخل ہو کر میں متفکر سا کرسی پر بیٹھ گیا۔ کوئی ترکیب ذہن میں نہیں آرہی ا۔ کیا کروں؟ کیا کرنا چاہیے؟ اور ذہن نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔
تب میرے اندر کا سویا ہوا نواز جاگ اٹھا۔ اس نے حیرت سے کمرے کے ماحول کو دیکھا' میری ں پر غور کیا اور پھر ایک قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔
"کیوں فکرمند ہو؟" اس نے مجھ سے سوال کیا اور اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ "ی جانے سے خوفزدہ ہو؟" "پتہ نہیں۔" میں نے کہا ——— "مرنے سے ڈرتے ہو؟" اس نے ا ——— "شاید نہیں۔" "پھر؟" اور میں نے خود سے پوچھا ——— پھر؟ اور اچانک میں نے اپنے کے چھوٹے سے لوتھڑے کو پھیلتے محسوس کیا اور ذہن سے خوف اور پریشانی کا وجود مٹ گیا۔
"نواز ——— آخر فکر کس بات کی ہے؟" زندگی تو کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور پھر تیری ل ——— کیا کرے گا اسے سنبھال کر ——— کس کے لیے رکھے گا؟"
"ہاں ——— کسی کے لیے بھی تو نہیں۔"
"تب پھر ——— نڈر ہو ——— فکر کس بات کی ہے؟" اور میں خود بھی خود پر ہنس دیا ———

واقعی کبھی کبھی تو سب کچھ ذہن سے نکل جاتا ہے—— سرائے عالمگیر کا نواز سو جاتا ہے گہری نیند۔
اور خود تجزیہ نہیں ہو پاتا کہ میں آخر کون ہوں' کیا ہوں' کیوں ہوں؟ نواز جب جاگتا ہے' تب ایک ا
ہوتا ہے جس کی نگاہ میں زندگی موت کی کوئی وقعت نہیں—— اور جب زندگی سے کوئی دلچسپی
خوف کیا معنی رکھتا ہے۔

میرا دل بے اختیار چاہا کہ سردارے پاس ہوتا—— افوہ' اب تک بلاوجہ زندگی کی دلچسپ
دور ہو' چھپا چھپا پھر رہا ہوں——" تین——" میں نے خود کو نفرین کی اور پھر میں نے منہ ہا
کیا' لباس پہنا' بال درست کیے اور لاپرواہی سے باہر نکل آیا۔ لفٹ سے باہر نکلا تو سردارے سا
تھا۔

"اوہ۔ ارے استاد—— کہاں؟"

"تم واپس آگئے؟"

"ہاں۔"

"اتنی جلدی؟"

"بس رات کا پروگرام بنالیا ہے۔" سردارے مسکرا کر بولا۔

"خوب—— تو پھر آرام کرو—— ظاہر ہے رات کو مصروف رہو گے۔"

"مگر تم کہاں استاد؟"

"عیش کرنے۔"

"کیا مطلب؟"

"بس سیر کروں گا۔"

"ارے تو اکیلے جاؤ گے کیا؟"

"تم تو اپنے پروگرام الگ بناتے ہو۔"

"بحالت مجبوری استاد—— اگر تم ساتھ دو تو پھر سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"تیار ہو جاؤ—— چل رہے ہیں۔"

"ارے' بس تیار کیا ہونا ہے' چلو۔" سردارے نے کہا اور میں اسے ساتھ لے کر آ
کوپن ہیگن کے چوڑے فٹ پاتھ پر چہل قدمی کرتے ہوئے ہم شہر کے مرکز میں پہنچ گئے۔ راؤ
یعنی ٹاؤن ہال کی تانبے کی چھت کے نیچے پتھریلی سیڑھیوں پر لاتعداد ہپیوں نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا
آگے بڑھ کر ہم بشپ اسبالون کے مجسمے کے سامنے سے گزرے' جس نے ۱۱۶۷ء میں اس شہر
رکھا تھا۔ یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا گیا اور چھوٹی سی بندرگاہ ایک وسیع تجارتی مرکز بن گئی اور اسی نا
کوپن ہیون" یعنی تاجروں کی بندرگاہ کہلائی۔ صدیوں پرانا تفریحی پارک بھی قابل دید تھا۔ تقریباً
رقبے میں پھیلا ہوا' دلچسپی کے خزانے سمیٹے ہوئے' خوبصورت ریستوران' موسیقی کے ہال او
وجہ سے یہ ہمیشہ آباد رہتا تھا۔ رنگین پھولوں کے تختے' ننھی منی جھیلیں' ابلتے ہوئے فوار
روشنیاں' خوشیوں کا باورچی خانہ' جہاں عورتیں چینی کے برتن توڑ کر بہت خوش ہوتی ہیں
شراب خانے' بجلی کی کاریں' بھوتوں کی ریل—— غرض تفریح کے لیے بے شمار چیزیں

اہیں ڈالتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور پھر ٹاؤن ہال کے پہلو سے گزر کر جانے والی سڑک "سٹروگیٹ" پر
لیے جو خرید و فروخت کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ کافی وقت گزر چکا تھا۔ سڑکوں پر خوب رونق تھی' شبینہ
ب اور قحبہ خانے بھرے پڑے تھے۔ سینما ہاؤسوں کے سامنے ایسے ایسے شرمناک پوسٹر لگے ہوئے تھے کہ
ق کی زیادہ پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی نگاہیں جھک جاتی تھیں۔ یہاں نیلی فلموں پر کوئی پابندی نہیں تھی'
وں پر ایسا لٹریچر عام تھا جسے دیکھ کر انسانی آنکھ شرم سے جھک جائے۔

بالآخر ہم کیپ یارن پہنچ گئے۔ یہ ایک شبینہ کلب تھا۔ اسٹیج پر ایک طائفہ جاز پیش کر رہا تھا اور
ے رقص کر رہے تھے۔

"خوب ہے ڈنمارک۔" سردارے نے خوش ہو کر کہا۔

ایک ویٹر نے ہماری رہنمائی ایک میز کی طرف کردی اور ہم میز پر جا بیٹھے۔ ویٹر کے آنے پر ہم نے
طلب کرلی تھی اور خوبصورت بلورین جگ میں بیئر آگئی۔ اس کے ساتھ دو گلاس تھے۔ سردارے نے بیئر
سوں میں انڈیلی اور ہم نے گلاس اٹھالیے۔

"انوکھی جگہ ہے استاد—— کیا خیال ہے؟"

"کیا انوکھا پن ہے یہاں—— کیا ایسے مناظر دوسری جگہوں پر نہیں ملے؟"

"سو بیتا بھی مجھے یاد ہے لیکن بس—— کچھ نیا پن محسوس ہو رہا ہے۔" سردارے نے کہا۔
ب موسیقی بجانے والے حبشی نے دھن بدلی۔ سکیسا فون بجانے والے نے سر ہنیوڑھا کر اپنے
پھیپھڑوں کی ساری ہوا ساز میں بھردی۔ ہر سازندے نے اپنی پوری قوت اور مہارت کا مظاہرہ کیا اور
وں میں زندگی دوڑ گئی—— چوبی فرش پر دھمادھم ہونے لگی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ہال کی چھت اڑ جائے

"واقعی خوب ہے ڈنمارک۔" میں نے سردارے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"زندگی سے تو انکار نہیں کرسکتے استاد۔"

"ہاں—— لیکن زندگی طوفان میل بھی نہیں ہوتی۔" میں نے جل کر کہا۔

"طوفان تو ہوتی ہے استاد۔"

"ہرگز نہیں—— ہاں' کبھی تیز ہوائیں ضرور چل پڑتی ہیں لیکن تناور اور مضبوط درخت
وشی سے جھومتے رہتے ہیں۔ وہ خود بھی ان طوفانوں کا جزو نہیں بن جاتے۔"

"استاد—— اگر اجازت ہو تو——"

"اجازت ہے۔ اجازت ہے۔" میں نے فراخدلی سے کہا اور سردارے اٹھ گیا—— زندگی سے
ہر شخص کی زندگی میں اس سے کیوں چھینوں—— یہی کیا کم ہے کہ وہ آنکھ کی شرم رکھتا ہے۔
سردارے بھی رقاصوں کی بھیڑ میں شامل ہوگیا۔ موسیقی کی بھیانک لہریں ہال میں گونج رہی تھیں۔
وقت ایک سنہرے بالوں والی نہایت حسین لڑکی میرے سامنے آگئی۔

"بائی می اے ڈرنک ہنی؟" اس نے گردن جھکا کر پوچھا۔ میں نے نگاہ اٹھا کر لڑکی کو دیکھا اور پھر اس
معذرت کرلی۔ لڑکی مجھے پسند نہیں آئی تھی۔

"ڈانس ود می؟" اس نے پھر کہا۔

"نہیں۔" اس بار میں نے کرخت لہجے میں کہا۔ اس نے جل کر کچھ کہا جسے میں موسیقی کے شو
وجہ سے نہیں سن سکا۔ بہرحال میں نے اس پر توجہ نہیں دی۔ لیکن شیشے کی گولیوں جیسی نیلی آنکھوں
اس خوبصورت لڑکی کو میں نظرانداز نہیں کرسکا' جو سیاہ میکسی میں میرے سامنے آئی تھی۔

"میں آپ سے رقص کی درخواست کرسکتی ہوں جناب؟" اس نے کہا اور اس کی آواز پر ہی گ
اٹھا کر میں نے اسے دیکھا۔ پہلی ہی نگاہ میں وہ لڑکی مجھے بھاگئی۔ اگر یہاں ایسے مہذب انداز اور اتنے
چہرے والی طوائفیں بھی ہوتی ہیں تو خوب ــــــ میں نے دل میں سوچا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے
رہی تھی۔

"اور اگر میں آپ سے درخواست کروں کہ آپ میرے ساتھ تھوڑی سی بیئر پئیں؟" میں نے

"تو میں انکار نہیں کروں گی۔"

"تو پھر تشریف رکھیے نا۔"

"شکریہ۔" وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"آپ کے اطوار اہل ڈنمارک سے کسی قدر مختلف ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں مالمو کی رہنے والی ہوں۔"

"گویا میرا اندازہ درست تھا۔"

"یقیناً۔" وہ مسکرائی۔ میں نے ویٹر کو اشارہ کرکے بیئر طلب کی اور ویٹر نے چند لمحات میں بیئر
خوبصورت مگ ہمارے سامنے رکھ دیئے۔ "آپ کو رقص پسند نہیں ہے شاید؟"

"پسند ہے' لیکن اتنا خوفناک رقص پسند نہیں۔"

"کہاں کے رہنے والے ہیں؟"

"برٹش ہوں۔"

"اوہ' تہذیب کے شیدائی ــــــ لیکن کیا آپ لوگ خود کو دنیا کے پیچھے نہیں محسوس کرتے

"ہم آہستہ خرامی کے قائل ہیں ــــــ راستے بہرحال مختلف نہیں ہوتے لیکن سانس
پھولتا۔" میں نے جواب دیا۔

"خوبصورت۔" وہ آنکھیں بند کرکے مسکرائی اور اس نے شراب کا مگ اٹھالیا۔ میں نے
گہری نگاہوں سے جائزہ لیا۔ سر سے پاؤں تک عمدہ تھی۔ عام پیشہ ور لڑکیوں کی مانند اس کا چہرہ کر
تھا۔ بہرحال مجھے وہ پسند آگئی تھی اور میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ یہ رات سردارے میرے کمرے
گزار سکے گا۔ یوں بھی میں مصلحتیں ترک کرچکا تھا اور اب کھلے دل سے تفریحات میں دلچسپی
کرچکا تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے اپنے مگ سے بیئر کے دو بڑے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"کیروشیا۔" اس نے جواب دیا۔

"بے حد حسین نام ہے ــــــ تمہاری اپنی طرح۔"

"شکریہ ــــــ اور آپ؟"

"میں ایڈورڈ ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس نے بڑی ادا سے اپنی گردن خم کی۔

ونٹ لیتے ہوئے اس کے سراپا کا اور کبھی رقص کرنے والوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ لیکن موسیقی کا بے پناہ
رہتھوڑوں کی طرح میرے ذہن پر برس رہا تھا۔

"مس کیروشیا! کیوں نہ ہم اس ہنگامے سے اٹھ چلیں۔ کسی پرسکون مقام پر چل کر باتیں کریں
ے۔"

"بندرگاہ سے کچھ دور' نہایت پرفضا مقام پر میرا چھوٹا سا ہٹ موجود ہے اگر آپ پسند کریں۔"

"اوہ' اس وقت سمندر کے ساحل کا سکون' اور تمہارا قرب دنیا کی سب سے حسین شے ثابت
گا۔" میں نے کہا اور بیئر بھرا مگ معدے میں انڈیل لیا۔ اس نے بھی مسکراتے ہوئے اپنا مگ ختم کیا۔ اور
ریں نے ویٹر کو بلا کر بل ادا کردیا۔ سردارے ہنگاموں میں گم تھا۔ مجھے نظر بھی نہیں آرہا تھا۔ بہرحال اب
ے ہوٹل میں اپنے کمرے کی تو ضرورت نہیں تھی۔ میں نے اسے کچھ بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا اور
یروشیا کے ساتھ باہر نکل آیا۔

باہر کی ہوا نے میرے قدم لڑکھڑا دیئے ــــــ بیئر ــــــ اور نشہ؟ میں نے تعجب سے سوچا۔
ن ذہن بھی ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ نہ جانے کیوں میں نے کیروشیا کا ہاتھ پکڑلیا۔ اس نے اعتراض نہیں
یا تھا اور بدستور مسکراتی رہی تھی۔ پھر اس نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی قریب آکر رک گئی۔
یروشیا نے دروازہ کھول کر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور میں ٹیکسی کی پچھلی نشست پر ڈھیر ہوگیا۔ وہ میرے
ابر بیٹھ گئی اور میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔

"کیا سوچے گی یہ لڑکی؟" میں نے سوچا۔ بیئر کے ایک مگ نے میری یہ حالت کردی ــــــ
ن ــــــ کیوں ــــــ آخر کیوں؟ میں نے ذہن پر زور ڈالا لیکن اندازہ ہوگیا کہ ذہن اس وقت کوئی
ھ برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے پھر سڑکوں کی روشنیاں مدھم ہونے لگیں اور اس کے بعد تاریکی
ا گئی ــــــ گہری تاریکی اور مکمل خاموشی۔

"پھر نہ جانے کب یہ تاریکی چھٹی۔ میں نے محسوس کیا جیسے بالکل تازہ دم ہوں۔ ذہن و جسم بے حد
ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔ حواس واپس آنے میں بھی دیر نہیں لگی۔ پھر سارے احساسات جاگ اٹھے۔ یاد آیا
ہ ٹیکسی میں سفر کررہا تھا اور اس کے بعد ــــــ اور اس کے بعد کچھ یاد نہیں تھا۔

تب ذہن میں ایک تصور جاگا ــــــ کوئی گڑبڑ ہوگئی ــــــ ہاں' شاید گڑبڑ ہوگئی۔ اجنبی جگہ
ں اور باہر کی روشنی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ رات گزر چکی تھی۔

"تو ــــــ تو تم ہوش میں آگئے؟" عقب سے ایک آواز ابھری۔ اور میں بری طرح چونک
ــــــ اس آواز کو میں بمشکل ہی بھول سکتا تھا ــــــ سینی ٹورا کی آواز تھی ــــــ

☆ ☆

دل چاہا بڑے زور کا قہقہہ لگاؤں۔ اٹھ کر رقص کرنے لگوں دونوں گال پھلاؤں اور ان پر زوردار
ونسے رسید کروں خوب غل غپاڑہ مچاؤں اور ان لوگوں کو خوب پریشان کروں۔ بس کچھ ایسی ہی کیفیت ہو
ہی تھی ذہن کی۔ گذرے ہوئے واقعات یاد کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ سیاہ میکسی میں لپٹی
ئی حسین لڑکی نے بیئر کے مگ میں کارستانی کی تھی اور میں آؤٹ آف کھوپڑی ہوگیا تھا۔ بہرحال کوئی
سوس نہیں تھا۔ میں حالات کے ہاتھوں اتنا الجھ گیا تھا کہ اب اتفاقات کے ہاتھوں اس کہانی کو آگے بڑھانا

چاہتا تھا۔ اور کہانی نے یہ موڑ لیا تھا تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔

میں نے سکون سے آنکھیں بند کر لیں۔

"تم جاگ گئے ہو۔ آنکھیں کھولو۔" اس بار سینی ٹورا میرے کانوں کے قریب غرائی۔

"کیا وقت ہوا ہے؟" میں نے لاپرواہی سے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔

"بس آخری وقت سمجھو۔" سینی ٹورا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"تب آنکھیں کھولنے سے کیا فائدہ۔!" میں نے کہا اور ہاتھ...... آنکھوں پر رکھ لیا۔ سینی ٹو جھلائے ہوئے انداز میں میرا بازو کھینچ لیا اور بہرحال یہ جھٹکا معمولی نہیں تھا۔ سینی ٹورا نے اس پر قوت کی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول کر سنجیدگی سے اسے گھورا۔

"اٹھ کر بیٹھو۔" سینی ٹورا کے چہرے پر سفاکی تھی۔

"داد چاہتی ہو؟" میں نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔

"کس بات کی؟" وہ تلخ انداز میں مسکرائی۔

"تم نے مجھے دوبارہ پکڑوا لیا۔"

"تم خود تم خود چلے آئے تھے۔ واقعی۔ بڑے جیالے ہو۔" وہ بولی اور میں آنکھیں بند کر لگا۔ پھر میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ اور پھر کمرے میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ ہلکے پھلکے فر آراستہ ایک خوبصورت اور کشادہ کمرہ تھا۔ پورے کمرے میں نگاہیں گھمانے کے بعد میں نے سینی چہرے پر نگاہیں گاڑ دیں۔

"کوپن ہیگن میں ہی ہیں یا وہاں سے نکل آئے ہیں؟"

"کوپن ہیگن میں ہی ہیں۔"

"شکریہ۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر دیواروں پر نگاہیں دوڑاتے ہوئے بولا۔ نہیں بتاؤ گی۔ دیوار پر گھڑی موجود نہیں ہے۔ اور میں اپنی کلائی پر بھی گھڑی محسوس نہیں کر رہا۔"

"نو بجے ہیں۔"

"دن ہے نا۔؟"

"ہاں صبح کے نو بجے ہیں۔"

"گویا ساری رات آرام کیا۔ مگر سنو، تم نے ابھی تھوڑی دیر قبل کہا تھا کہ میرا آخری وقت

"ٹھیک کہا تھا۔" سینی ٹورا نے جواب دیا۔

"تب آخری خواہش نہیں پوچھو گی؟"

"بتا دو۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"ناشتہ۔ لذیذ ترین ناشتہ۔ عمدہ کافی۔ بس!"

"زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو ایڈورڈ۔ یہ حقیقت ہے کہ تمہیں قتل کرنا ہے۔"

"ناشتے سے پہلے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ایک لمحہ ضائع کئے بغیر۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"تب تمہیں بے ہوشی کے عالم میں ہی میری گردن پر چھری چلا دینی چاہیے تھی۔ ساری رات بہوش میں آنے کا انتظار کیوں کیا۔؟"

"تم جانتے ہو سینی ٹورا بزدل نہیں ہے۔ اور تم جیسے بزدلوں کو سوتے میں قتل کرنے کی ضرورت یا ہے۔" سینی ٹورا بدستور زہریلے انداز میں بولی اور میں نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ را اس کے لئے تیار نہیں تھی۔ وہ اک طرف لڑھک گئی۔ منہ میں چوٹ لگ گئی تھی۔ خون کی ایک ں کی ٹھوڑی پر رینگ آئی۔ اور وہ بپھرے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیگی۔" اس نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا اور ایک دیو قامت آدمی اندر گھس آیا۔ اس کا قد لڈ سات فٹ کے قریب ہوگا۔ بدن زیادہ چوڑا نہیں تھا لیکن پھرتیلا اور ورزشی تھا۔ بال لمبے لمبے اور ہیں بے رونق تھیں۔ اس نے اندر آکر چھت کی طرف منہ کیا اور کھڑا ہوگیا۔

"لے چلو۔ اسے ریڈ ہال میں لے چلو۔" سینی ٹورا کی آواز میں جھلاہٹ تھی اور لمبے آدمی نے کوٹ ب سے سیاہ رنگ کا پستول نکال لیا۔

"چلو۔" اس نے پستول کا رخ میری طرف کر کے سرد آواز میں کہا۔ ایسی سرد اور بے جان آواز میں اس سے قبل نہیں سنی تھی۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ بے حد خطرناک آدمی ہے اگر میں نے رکنے کی ش کی تو وہ بے دریغ فائر کر دے گا۔ سینی ٹورا اس وقت قطعی بدلے ہوئے موڈ میں تھی۔

ریڈ ہال در حقیقت ریڈ ہال تھا۔ وسیع و عریض اسے سرخ روشنی سے منور کیا گیا تھا۔ مدھم مدھم ہوئی سرخ روشنی ہال کو بے حد پراسرار بنا رہی تھی۔

طویل القامت آدمی نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا' اس دوران میں نے یہ دیکھا تھا کہ سینی ٹورا بھی میرے پیچھے آئی ہے یا نہیں۔ بہرحال طویل القامت میرے پیچھے ہی ہال میں ہوا تھا۔ بلامبالغہ وہ خطرناک آدمی ہے۔ اور عین ممکن ہے میں چوٹ کھا جاؤں لیکن نہ جانے کیوں اس چوٹ کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس سے بے جگری سے جنگ کروں گا۔ لیکن ٹورا۔

اور سینی ٹورا بھی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ سرخ روشنی میں وہ بھی بے حد پراسرار معلوم ہی تھی۔ اس کی آنکھوں کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ وہ اس وقت کسی رعایت کے موڈ میں نہیں نظر نہیں آ رہی ۔ اور پھر وہ ہال کے ایک کونے میں چلی گئی۔

"بیگی۔" وہ غرائی۔

"مادام۔" طویل القامت کی سرد آواز ابھری۔

"اسے مارو۔ اس کی شکل بگاڑ دو۔ مر بھی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم خاموشی سے اس کی لاش لنے لگا دیں گے۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"مجھے اس بات پر اعتراض ہے۔" میں نے چہکتے ہوئے کہا۔

"کس بات پر؟" سینی ٹورا غرائی۔

"میری لاش خاموشی سے ٹھکانے نہ لگائی جائے۔ اس کی تھوڑی سی تشہیر ضرور کی جائے۔ اور یہ م تم لوگوں کے لئے مشکل بھی نہیں ہوگا۔"

"اس مسخرے پن کی بات کا مطلب بھی سمجھاؤ۔" سینی ٹورا نے کہا۔
"تم مجھے قتل کیوں کرانا چاہتی ہو۔؟"
"اس لئے کہ تم غدار ہو۔" سینی ٹورا نے کہا۔
"ویسے سینی ٹورا تم انوکھی عورت ہو۔ اس وقت بھی اعتراف نہیں کرو گی۔؟"
"کیا مطلب۔؟"
"اب انٹرپول کیا چاہتی ہے۔؟"
"انٹرپول کا نام لے کر اب کونسی چال چلنا چاہتے ہو۔؟"
"بتا بھی دو ڈارلنگ۔ بس اب بتا بھی دو۔ کیا تم بھی انٹرپول کے دوسرے ممبروں کی مانند میر اس اسمگلر کا پتہ معلوم کرنے کے لئے نہیں لگی ہو۔؟"
"یہ کہانی تم نے مجھے پہلے بھی سنائی تھی۔ لیکن میرے لئے اس میں کوئی دلکشی نہیں ہے۔ کے راز سے کسی حد تک واقف ہوگئے ہو۔ اس لئے تمہاری زبان ہمیشہ کے لئے خاموش کرنا ضرور اس کے علاوہ تمہارے فرار سے تمہارے ارادوں کا بھی پتہ چل چکا ہے۔ تم مجھ سے بھی وفادار نہیں
"تو تمہارا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے۔؟"
"تمہاری تسلی کے لئے نہیں۔"
"تب تو گڑبڑ ہوگئی۔ بہرحال اب کیا ہو سکتا ہے۔"
"کیا تم سمجھتے ہو ایڈورڈ۔ کہ تمہاری ان باتوں سے متاثر ہو جاؤں گی' در حقیقت میں تم چالاک انسان ہو لیکن بہرحال تم نے میرا اعتماد حاصل کرنے کے لئے ہی بالآخر مجھے دشمن بنا لیا۔"
"اس لمبے کو کیوں بلایا ہے۔؟"
"وہ تمہیں تمہارے آخری سفر کی تیاریوں میں مدد دے گا۔" سینی ٹورا سفاکی سے مسکرائی۔
"بذریعہ پستول؟" میں نے پوچھا۔
"اسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"
"اس سے پستول لے لو۔ میں اسے اس کے آخری سفر کے لئے تیار کردوں گا۔" میں نے کہ
"اوہ۔" سینی ٹورا ہنس پڑی۔ "ہیگی کے بارے میں تم نے غلط اندازہ لگایا ہے۔"
"اچھا۔؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ دیں۔
"وہ ڈی ہو اینڈ شی کو جو جستو آرگنائزیشن کا تربیت یافتہ ہے اس کے ہاتھ یا پاؤں کی ایک دیواریں ہلا دیتی ہے۔"
"میں ستون ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور میں نے سینی ٹورا کے چہرے پر ایک عجی عمل دیکھا۔ میں اس کیفیت کو الفاظ نہیں دے سکتا۔ بس یوں سمجھ لیا جائے کہ اسے میری بے وقوف لیا تھا لیکن یہ کیفیت صرف ایک لمحے رہی۔ اور پھر وہ سنبھل گئی۔ اس نے طویل القامت کی طرف د
"ہیگی۔" وہ گونج دار آواز میں بولی۔
"مادام۔" ہیگی کی سرد آواز ابھری۔
"تم نے اس شخص کی باتیں سنیں؟"

"اس نے میرے مذہب کو گالی دی ہے مادام۔ جو جستو میرا مذہب ہے۔" ہیگی نے سرد لہجے میں کہا۔
"پستول پھینک دے ہیگی۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور ہیگی نے خاموشی سے لباس سے پستول نکالا۔ اور پھر اس نے اس کا چیمبر کھولا۔ اور سارے کارتوس نکال کر ایک کونے میں اچھال دیئے۔ پھر پستول بھی اسی وقت پھینک دیا۔
"کیا تمہارے لباس میں دوسرا پستول نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں۔" ہیگی نے جواب دیا۔ اس کی آواز واقعی حیرت انگیز تھی۔ ایک دفعہ بھی اس میں تلخی یا کسی اور قسم کے جذبات نہیں پائے گئے تھے۔
"اور تمہارے پاس؟" اس بار میں نے سینی ٹورا سے پوچھا۔
"کیا۔ مجھ سے کیا مطلب؟"
"ممکن ہے تم اس کی شکست برداشت نہ کر سکو۔"
"اوہ۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور پھر اس نے اپنا پستول بھی خالی کر کے ایک طرف پھینک دیا۔ میں یہ بکواس کر رہا تھا لیکن دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ آج مجھے اپنی زندگی کی سب سے خطرناک جنگ لڑنا پڑے گی۔ ایک بار بھی چوکا اور زندگی گئی۔ موت کی تو خیر مجھے پرواہ ہی نہیں تھی۔ لیکن جو کچھ کہا تھا اسکی لاج تو رکھنی ہی تھی۔
اور نہ جانے کیوں میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا۔ میرا مذہب۔ میرا مذہب تو بہت ہی انوکھا ہے۔ بیشمار روحانی قوتیں مدد کرتی ہیں۔ اگر کوئی انسان سچے دل سے انہیں آواز دے۔ لیکن میں سچا انسان کہاں تھا۔ میں اس مقدس مذہب کا پیرو کہاں تھا۔ ان روحوں سے میں نے کیا تعلق رکھا تھا۔ بس ایک خیال تھا جو ذہن میں آیا اور گذر گیا۔ میں کسی سے مدد مانگنے کے قابل ہی کہاں تھا۔ ایک حسرت سی تھی' جو سینے میں سو گئی۔ طویل القامت کوٹ اتار رہا تھا۔ پھر اس نے قمیص بھی اتار دی اور اس کا بدن نظر آنے لگا۔ کمبخت تانبے کا انسان معلوم ہو رہا تھا۔ پھر اس نے جیب سے پیلے کی رنگ کی ایک چوڑی پٹی نکالی۔ دونوں ہاتھوں میں لے کر احترام سے اسے چوما اور پھر اسے ماتھے پر باندھ لیا۔ نہ جانے کیوں اس کا چہرہ اور خوفناک نظر آنے لگا۔ پھر اس نے فضا میں ہاتھ پاؤں مارے۔ اور خود کو چاق و چوبند کرنے لگا۔
"ایڈورڈ۔" سینی ٹورا آہستہ سے بولی۔
"سینی۔!" میری آواز میں کوئی کمزوری نہیں تھی۔
"کیا تم اس سے خوفزدہ نہیں ہو۔؟"
"یہی سوال اس سے کرو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"دیوانے ہو۔ خدا کی قسم دیوانے ہو۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور اس کی آواز لمبے وحشی کی خوفناک دہاڑ میں دب گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ آگے کر کے مجھے چیلنج کیا۔ اور میں بھی تیار ہو گیا۔ لیکن میرے انداز میں لاپرواہی تھی۔ لمبا آدمی میرے آگے بڑھنے کا منتظر تھا۔
تب میں نے بھی بڑک ماری۔ بظاہر یہ ایک مذاق تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہوا جیسے میرا لباس میرے بدن پر تنگ ہو گیا ہو۔ اندر سے پھریریاں سی اٹھنے لگیں۔ لمبے آدمی نے اچانک فضا میں اچھل

کر میری پیشانی پر پاؤں مارنے کی کوشش کی۔ میں اسکی رینج سے بچ گیا تھا' لیکن وہ کمبخت زمین پر آیا اور ربڑ کے گیند کی طرح دوبارہ اچھلا اور دوسری بار وہی کوشش کی۔ اس بار بھی میں بچ گیا۔ لیکن وہ کسی گیند ہی کی طرح زمین پر ٹپے کھا رہا تھا۔ اور اس کی ٹانگیں چل رہی تھیں۔ پے در پے حملوں سے بچنا خاصا مشکل کام تھا۔ میں خود کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ بہرحال تھوڑی بہت معلومات مجھے بھی تھیں۔ اگر میں نے فضا ہی میں اسکی دونوں ٹانگوں پر مضبوط گرفت نہ قائم کی تو دوسری ٹانگ نہ جانے بدن کے کونسے حصے میں گھس جاتی۔ ان پیروں کی انگلیاں تیز چھریوں سے کم نہیں تھیں۔ بہرحال اس وقت صرف اس کے حملوں سے بچنا مناسب تھا۔ میں اچھل اچھل کر اس کے حملے ناکام بناتا رہا۔ سینی ٹورا کا منہ دلچسپی سے کھلا ہوا تھا۔

دوسری طرف لمبا آدمی شاید ان حملوں کی ناکامی سے جھنجھلا گیا تھا۔ چنانچہ اس بار وہ اچھلا تو اس نے پاؤں مارنے کی کوشش کرنے کی بجائے ہوا میں اڑ کر میری گردن پکڑنے کی کوشش کی۔ اور میں اسی موقع کا منتظر تھا کہ وہ داؤ بدلے تو مجھے موقع ملے۔ میں نے انتہائی خوبصورتی سے اسے پینترا بدلنے کا دھوکا دیا۔ اور وہ دھوکا کھا گیا۔ وہ فضا ہی میں مڑ گیا تھا۔ لیکن میں نے جو پینترا بدلنے کی جھکائی دی تھی وہ نہیں بدلا۔ بلکہ دوسری طرف مڑ گیا۔ اور اس کے پیٹ کے نچلے حصے میں پوری قوت سے ایک گھونسہ جڑ دیا۔

ہیگی بھد سے زمین پر گر پڑا۔ وار انتہائی کارگر رہا تھا۔ مجھے ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے میرا ہاتھ کسی فولادی چادر پر پڑا ہو لیکن ہاتھ بھی فولادی تھا۔ ہیگی پیروں کے بل زمین پر نہیں آیا۔ بلکہ بے تکے انداز میں گرا۔ اور میں نے اچھل کر اس کے سر پر زوردار ٹھوکر ماری۔

لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔ اس نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی بنیاد ہل گئی تھی اور درحقیقت میں بھی اسے دوسرا اتنا بھرپور گھونسہ نہیں رسید کر سکتا تھا۔ اللہ نے لاج رکھ لی تھی۔ لمبا آدمی اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن پھر اس نے دونوں ہاتھ اپنے گردے پر رکھ لئے اور منہ کے بل ڈھیر ہو گیا۔

سینی ٹورا اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ دوڑ کر اس کے پاس پہنچ گئی۔ "ہیگی۔ ہیگی۔ ہیگی۔" اس نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اسے آواز دی۔!

"اوہ۔ اوہ مادام۔ میں لڑنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔" ہیگی کی آواز سنائی دی۔

"کیا ہوا تمہیں۔؟"

"مر رہا ہوں۔" ہیگی نے کہا۔ اور خون کی قے کر دی۔ سینی ٹورا اچھل کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ سینی ٹورا نے دروازے کی طرف بھاگنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کے بالوں کو زوردار جھٹکا دیا۔ اور وہ میرے بازوؤں میں آگری۔ میں نے اس کے بال مٹھی میں کسے اور اس کا چہرہ اونچا کر دیا۔ اور پھر میں نے زبردستی اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں میں پیوست کر دیئے۔

سینی ٹورا نے چہرہ ادھر ادھر کرنے کی کوشش کی' لیکن بالوں کی تکلیف کی وجہ سے نہ بچ سکی۔ اور میں نے اس کے ہونٹوں کا طویل بوسہ لے کر اسے چھوڑ دیا۔

"کتے ہو۔ کتے ہو۔" وہ غرائی۔

"بہت بہت شکریہ۔ لیکن جان من اب میرے بارے میں کیا ارادہ ہے۔؟"

"یہ عمارت اتنی کمزور نہیں ہے۔ نکلنے کی کوشش کرو گے تو پورا جسم چھلنی ہو جائے گا۔ میں جھوٹ

نہیں بول رہی۔ تم کوشش کر کے دیکھ لو۔"

"کیا تم بھی میری مدد نہیں کرو گی؟"

"کیا چاہتے ہو؟" سینی ٹورا کے لہجے کا ڈھیلا پن صاف محسوس ہو رہا تھا۔

"نکل جانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگی۔

"یہاں تمہیں کیا موت آ رہی ہے۔ میں نے تمہیں کونسا نقصان پہنچایا تھا۔"

"اپنی شخصیت کھول دو۔ میں زندگی بھر تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔"

"آخر تمہارے ذہن میں یہ خیال کیوں جم گیا ہے کہ میرا تعلق انٹرپول سے ہے؟"

"اس لئے کہ وہ ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ سنو میرے ساتھ رہو۔ آنے والا وقت خود ثابت کر دے گا کہ تمہارا خیال غلط ہے۔"

"اب بھی ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو۔؟"

"دل و جان سے۔" سینی ٹورا بدلی ہوئی آواز میں بولی۔

"ان حالات میں بھی اعتبار کرو گی؟"

"آنکھیں بند کر کے۔"

"کیوں؟"

"بس۔ تم سے نقصان بھی اٹھا جاؤں تو پرواہ نہیں۔ اب تو بالکل پرواہ نہیں۔"

"میری آزادی کی کیا پوزیشن ہو گی؟"

"مکمل طور پر آزاد ہو گے۔"

"چال تو نہیں چل رہیں۔ اس طرح انتقام تو نہیں لینا چاہتیں۔؟"

"نہیں۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔ کیوں نہ ان بدلے ہوئے حالات سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یوں بھی یہاں سے نکلنے میں مشکلات تھیں۔ ایک بار پھر اس عورت سے فائدہ اٹھایا جائے۔

"کیا سوچ رہے ہو۔؟" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔ جا اعتبار کر لیا۔" میں نے کہا۔ اور سینی ٹورا مجھے گھورنے لگی۔ پھر خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے تعرض نہیں کیا تھا۔ چند ساعت کے بعد چار پانچ آدمی اندر آئے اور بے ہوش ہیگی کو اٹھا کر لے گئے۔ سینی ٹورا شاید انہیں ہدایات دے آئی تھی۔

ان لوگوں کے نکل جانے کے بعد اس نے نرم آواز میں کہا۔ "آؤ۔" اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر قدم رکھتے ہی مجھے وہ عورت نظر آئی جو مجھے ہوٹل سے بے وقوف بنا کر لائی تھی وہ درحقیقت بے حد پرکشش عورت تھی اس وقت بھی ایک خوبصورت لباس میں ملبوس تھی۔

"ہیلو۔!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور وہ چونک پڑی۔ پھر اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں سینی ٹورا کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف۔ "اب تو تعارف کرا دو۔!"

"شیلی۔ کافی بنوا کر لے آؤ۔" سینی ٹورا نے سرد لہجے میں کہا۔ اور وہ جلدی سے ایک طرف بڑھ

گئی۔

"بڑی ظالم ہو سینی۔" میں نے سسکاری لیتے ہوئے کہا۔ سینی ٹورا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے ایک اور کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ گئی۔ اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

یہ بھی نشست کا آرام دہ کمرہ تھا۔ جدید ترین فرنیچر سے آراستہ۔ سینی ٹورا نے ایک خوبصور صوفے پر بیٹھتے ہوئے مجھے بھی اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر اس نے مجھ پر نگاہیں گاڑ دیں۔ عجیب کیفیت تھی ان آنکھوں میں۔ میں بھی خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔

لیکن جب یہ احمقانہ خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے ایک گہری سانس لی۔ "جی حضور اب کیا ارا ہیں؟"

وہ خاموش رہی "تھوڑی دیر۔ دیکھنے دو۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"اوہ۔ خوب۔ پہچاننے کی کوشش کر رہی ہیں۔؟"

"نہیں پہچان پائی۔" سینی ٹورا نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب ہوا اس بات کا۔؟"

"کچھ نہیں۔" وہ گہری سانس لے کر سیدھی ہو گئی۔ اور پھر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ نہ کیوں وہ کسی قدر مضمحل سی ہو گئی تھی۔ پھر وہی خوبصورت عورت کافی لے کر آ گئی۔ جس نے اپنا نام کی بتایا تھا۔

"ہیلو۔ کیا آپ اس وقت میرے ساتھ کافی پینا پسند کریں گی۔" لیکن وہ ہم دونوں میں سے ک طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے جواب نہیں دیا مس کیروشیا۔ کیا آپ کا یہی نام ہے۔؟"

"سوری مسٹر۔ سوری۔" وہ واپسی کے لئے مڑی۔ لیکن سینی ٹورا کی سرد آواز ابھری۔

"کیری۔"

"یس مادام۔" کیروشیا جلدی سے بولی۔

"مسٹر ایڈورڈ کے احکامات کی تعمیل کی جائے۔ تم ان کی خواہش کے مطابق ان کے پاس ر سینی ٹورا اچانک اٹھ گئی۔ اور پھر وہ تیزی سے دروازے سے باہر نکل گئی۔

کیروشیا دروازے کی طرف دیکھتی رہ گئی تھی۔ "کافی بھی نہیں پی مادام نے۔؟" وہ آہستہ سے بو

"بیٹھو۔!" میں نے اشارہ کیا اور وہ بیٹھ گئی۔

"ان کا انداز عجیب تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ یہاں سے جانا نہیں چاہتی ہوں، بس کسی وقت ا کے تحت چلی گئی ہوں۔"

"تم ان میں کیوں الجھی ہوئی ہو۔" میں نے بور ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ میرے الجھنے کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن بس مادام کا انداز۔"

"تب پھر جاؤ۔ پہلے ان کے سارے انداز دیکھو۔ اس کے بعد میرے پاس آ جانا۔ مجھے کیوں رہی ہو۔" میں نے بیزاری سے کہا اور کیروشیا چونک پڑی۔

"سوری۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کافی بناؤں۔؟"

"بناؤ۔" میں نے کہا اور وہ جھک کر کافی بنانے لگی۔ لڑکی واقعی حسین تھی۔ ایک ایک عضو اپنی جگہ ب میں خاموشی سے اس کے تناسب کا جائزہ لیتا رہا۔ اور پھر اس نے کافی بنا کر میرے سامنے رکھ دی۔

"اور خود اپنے لئے۔؟" میں نے پوچھا۔

"اس جرات کی اجازت ہے۔؟" وہ پھر مسکرائی۔ بڑی حسین مسکراہٹ تھی۔

"جرات اجازت سے نہیں کی جاتی اجازت لی جائے تو پھر جرات کیسی؟ ویسے آپ کا نام حقیقت روشیا ہی ہے۔؟" میں نے اپنی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔

"جی۔! یہی نام ہے۔"

"چلئے ایک تو سچ بولا تھا آپ نے۔"

"ہٹ۔۔۔ کے علاوہ کوئی بات جھوٹ نہیں تھی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"بیئر میں کیا ملایا تھا؟"

"کیپسول فائیو۔ صرف گہرا نشہ طاری کرنے والا۔ اور اس میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔"

"سینی ٹورا سے کیا تعلق ہے۔؟"

"ہماری چیف ہے کیروشیا نے جواب دیا۔ اور میں کافی کے گہرے گہرے گھونٹ لینے لگا۔ میں اس ن لڑکی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"تمہارا کیا عہدہ ہے۔؟"

"بس عام لوگوں کی طرح ہوں۔ جیسے سب اس کے غلام ہیں، میں بھی ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم سینی ٹورا کی ذاتی ملازم ہو؟"

"ذاتی سے کیا مراد ہے۔؟" کیری بولی۔

"میرا مطلب ہے تمہارا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے۔؟"

"انٹرپول۔" کیری ہنس پڑی۔

"اوہ کیا تمہیں یہ بات بھی معلوم نہیں۔"

"آپ دلچسپ انسان ہیں مسٹر ایڈورڈ۔ مجھے تھوڑا بہت آپ کے بارے میں علم ہے۔ میں یہ بھی ہوں کہ مادام آپ کو اپنے ساتھ شریک کرنا چاہتی تھیں۔ آپ شریک ہوئے اور پھر اچانک آپ نے کو چھوڑ دیا۔ مادام آپ کی تلاش میں ہی یہاں آئی ہیں۔ لیکن یہ انٹرپول کا کیا چکر ہے۔؟"

"تو تم لوگوں کا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے۔؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تعلق تو ہے۔" کیری مسکرائی

"یعنی ہے۔"

"اگر انٹرپول کو ہمارے بارے میں معلوم ہو جائے تو وہ ہم سے ملنے کے لئے بے چین ہو جائے۔" کیروشیا نے کہا اور زور سے ہنس پڑی۔

"ہاں۔ یہ درست ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔ اور کافی کے آخری گھونٹ لے کر پیالی خالی کر دی۔

"اور بناؤں۔؟" کیروشیا نے پوچھا۔

"نہیں کیری شکریہ۔" لیکن اب سینی ٹورا کی خبر بھی لینا چاہئے۔"

"اوہ۔ مادام۔ نہ جانے کہاں ہوں گی میں خوفزدہ بھی ہوں۔"
"کیوں؟"
"بس ان کا لہجہ کچھ عجیب سا تھا۔ انہوں نے کافی منگوائی تھی۔ لیکن بغیر کافی پئے مجھے یہاں
چلی گئیں۔ ان کا انداز خوشگوار نہیں تھا۔" کیری نے بتایا۔
"فکر مت کرو جان من۔ جاؤ ذرا انہیں تلاش کر کے میرے پاس بھیج دو۔"
"اوہ۔ بہت بہتر۔" کیروشیا نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کمرے کے دروازے کی طرف چل پڑی
نگاہیں اس کے بدن کا جائزہ لے رہی تھیں۔ بہت خوب تھی چاروں طرف سے حسن کے ہتھیار
مسلح۔!
تقریباً دس منٹ بعد وہ واپس لوٹی اور کسی قدر ادب سے بولی۔ "مادام نے آپ کو طلب کیا
"خوب۔ چلو۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا۔
"کیا کیفیت ہے؟" میں نے راستے میں پوچھا۔
"نارمل ہیں۔"
"تم پر تو کوئی عتاب نازل نہیں ہوا۔؟"
"جی۔ جی نہیں۔" کیروشیا نے جواب دیا۔
"اسے ٹھیک کرنا میں خوب جانتا ہوں کیری۔ تم فکر مت کرو۔" میں نے کہا۔ اور کیری
ہوئے انداز میں میری شکل دیکھ کر رہ گئی۔ میرے خیال میں سینی ٹورا کے بارے میں ایسے لہجے میں
الفاظ اس سے پہلے نہیں کہے گئے ہوں گے۔ پھر ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ کر وہ رک گئی۔
"اندر چلے چلئے۔"
"تم بھی آؤ۔" میں نے کہا۔
"پلیز۔ اگر آپ میرے دشمن نہیں ہیں تو مجھ سے اس طرح لگاوٹ کا اظہار نہ کریں۔"
"اوہ۔ اچھا پھر بات ہو گی۔" میں نے کہا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ پوری عمارت
فرنیچر اور ضروریات زندگی کے دوسرے لوازمات سے آراستہ تھی۔ اس لئے ہر کمرے کا ذکر کیا
سینی ٹورا کمرے میں موجود تھی اور بڑے اطمینان سے بیٹھی انگوروں سے شغل کر رہی تھی۔
"ہیلو۔" اس نے بڑے سکون سے کہا۔ اور میں بے تکلفی سے اس کے نزدیک جا کر ایک
بیٹھ گیا۔ "خیریت۔ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے"
"تم اچانک چلی آئی تھیں۔ سینی۔ جبکہ تم سے بہت سی باتیں کرنا تھیں۔"
"اوہ۔ میں احساس میزبانی کے تحت چلی آئی تھی۔" سینی ٹورا نے جواب دیا۔
"میں نہیں سمجھا۔؟"
"میرا خیال تھا تم کیروشیا کے قرب کے لئے کچھ زیادہ ہی بے چین ہو۔"
"کیا تم نے مجھے اس انداز کا انسان پایا ہے؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں۔ لیکن کبھی کبھی۔" سینی ٹورا مسکراتی ہوئی بولی۔
"بہرحال انسان تو ہوں۔ تم اس پر اعتراض نہیں کر سکتیں۔"

"قطعی نہیں۔ میں تمہارے عام انسان ہونے پر بالکل یقین نہیں رکھتی۔ تم ایک عام انسان کی طرح
ل نہیں ہو۔" سینی ٹورا نے کہا۔
"آخر کیوں۔؟"
"ابھی تھوڑی دیر قبل کی بات ہے کہ تم نے ایک دیو کو شکست دی ہے اور اس کے بعد بھی تم اس
ر پر سکون تھے کہ تم نے۔ تم نے میرے ہونٹوں کا بوسہ بھی لیا۔"
"اوہ..... وہ دوسری بات تھی سینی۔"
"کیوں۔ کیا بات تھی وہ؟"
"بس یوں سمجھو۔ انسان صدیوں سے یکساں چلا آ رہا ہے۔ اپنی فتح پر اسے ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔
ر وہ اس کا انعام بھی چاہتا ہے۔ اور وہ میرا انعام تھا جو میں نے حاصل کیا۔"
"واقعی صدیوں پرانے وحشی معلوم ہوتے ہو۔ یقیناً" تمہارے بدن میں کوئی صدیوں پرانی روح
لول کر گئی ہے۔" سینی ٹورا آنکھیں بند کر کے مسکراتی ہوئی بولی۔
مجھے اس کا موڈ ایکدم بدلا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ انوکھی عورت آج بھی اتنی ہی انوکھی تھی۔ "تم نے
یرے ساتھ کافی بھی نہیں پی۔"
"میں نے یہاں پی لی۔ ویسے ایک بات بتاؤ گے؟"
"ہاں۔"
"کیروشیا تمہیں پسند ہے؟"
"کس لحاظ سے.....؟"
"ایک عورت کی حیثیت سے۔"
"نہیں۔ ان جملوں میں تھوڑی سی تبدیلی کر لو۔"
"یعنی؟"
"صرف بستر کے ساتھی کی حیثیت سے ہی دلکش ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ اس میں اور کوئی خوبی
نہیں ہے۔"
"اوہ۔ عورت کے معاملے میں اور تمہاری کیا خواہشات ہیں؟"
"سینی ٹورا تمہارے جیسی عورت ایک آئیڈیل ہوتی ہے۔ عورت کا صحیح مفہوم تم ہو۔"
"وہ کیسے؟" سینی ٹورا کا چہرہ کھل اٹھا۔
"عورت صرف بستر کی زینت نہیں ہونی چاہیے۔ وہ بذات خود ایک مضبوط حیثیت رکھتی ہو تو زیادہ
دلکش ہوتی ہے۔" میں نے کہا اور سینی ٹورا خاموش ہو گئی لیکن اس کے چہرے سے انبساط ٹپک رہا تھا۔ میں
نے اسے الفاظ کے سرور میں ڈوبا رہنے دیا۔ اور کئی منٹ گزر گئے پھر سینی ٹورا چونک پڑی۔
"ارے ہاں۔ تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟"
"آئندہ پروگرام پوچھنے کے لئے۔"
"ایک بات بتاؤ۔"
"بتاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے چھوڑ کر کیوں چلے آئے تھے؟"

تمہیں تفصیل بتا چکا ہوں۔ میرے ذہن میں یہی بات تھی کہ تمہارا تعلق انٹرپول سے ہے۔ او[ر] مجھ سے کچھ معلوم کرنا چاہتی ہو۔"

"مثلاً کیا۔؟" سینی ٹورا نے پوچھا۔

"اس اسمگلر کے بارے میں جس سے میں ملنے گیا تھا۔"

"فرض کرو یہ درست ہو۔ تو کیا تم مجھے اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟"

"انٹرپول عرصے سے میرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ میں نے قدم قدم پر اس پر اظہار کیا ہے کہ اس بات سے واقف نہیں ہوں۔ لیکن میں کیا کروں۔ کس طرح انہیں یقین آ سکتا ہے کہ میرا براہ را[ست] اس اسمگلر سے کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"ایڈورڈ۔ تم بہرحال پراسرار ہو۔"

"کس لحاظ سے؟"

"تمہارا تعلق کونسے ملک سے ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"تم یورپین تو نہیں ہو؟"

"یہ اندازہ تم نے کس طرح قائم کیا۔"

"اوہ۔ تمہارا اپنا میک اپ بھی اتر چکا ہے۔ کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ اب تمہارے چہرے پر میک اپ نہیں ہے" سینی ٹورا نے کہا اور میرے بدن میں سنسنی پھیل گئی۔ بلاشبہ ایک بہت بڑی بات کو نے نظرانداز کر دیا تھا۔ میں نے اس پر غور ہی نہیں کیا تھا کہ میرے نئے میک اپ میں مجھے کس طرح پہ[چان] لیا گیا اور یہ کہ اس وقت بھی میرے چہرے پر میک اپ ہے یا نہیں۔

لیکن حالات کی سختیوں نے اعصاب کو بھی فولاد بنا دیا تھا۔ میں نے ایک لمحے میں خود پر قابو پا لیا اور لاپرواہی سے مسکرانے لگا۔

"پھر تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میرے خیال کو چھوڑو۔ مجھے بتاؤ۔ کیا تم خود کو یورپین نہیں ظاہر کرتے رہے"

"ہم جیسے لوگ اور کیا کریں؟"

"کیا مطلب۔؟"

"حقیقت بتا کر الجھنیں پالنے سے فائدہ۔ خود کو ماحول کے مطابق ڈھال لینا بہتر ہے"

"تمہارا تعلق ایشیا کے کسی ملک سے ہے۔"

"ہاں۔ یونہی سمجھ لو۔"

"کون سے ملک سے۔"

"نہیں بتاؤں گا۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ کیا وہ اسمگلر بھی تمہارا ہم وطن ہے؟"

"آ گئیں نا مطلب پر۔" میں مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"معلومات شروع کر دیں۔"

"حماقت کی بات مت کرو۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آخر انٹرپول کے اس قدر مضبوط شبہے کی بنیاد کیا ہے؟"

"اوہ۔" میں نے سینی ٹورا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "گویا تم نہیں تسلیم کرو گی یہ بات۔؟"

"ہو سکے تو یہ خیال ذہن سے نکال دو کہ میرا تعلق انٹرپول سے ہے۔ اگر مجھ سے دور بھاگنے کی یہی [وجہ] بار ہے تو مجھے بے حد دکھ ہو گا۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ انٹرپول سے تمہاری حفاظت، تمہارا بچاؤ کروں گی۔ [لیک]ن مجھ سے مخلص رہنے کا وعدہ کرو۔!"

"اچھا۔ سینی ٹورا تم جو کچھ بھی ہو۔ چلو تمہیں قبول کر لیا۔"

"شکریہ۔ تم مایوس نہیں ہو گے۔"

"اب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

تم میرے لئے دوست کا درجہ رکھتے ہو۔ میں تمہیں کوئی حکم نہیں دوں گی ہاں اپنی صلاحیتوں سے [گ]روہ کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرو یہ ہم سب کے لئے سود مند ہے۔ ویسے میرا خیال ہے انٹرپول تمہیں [بھ]ول چکی ہے۔"

"شاید۔" میں نے کہا۔

"نکل جائے گا۔ ایک دن تمہارے دل سے یہ خیال ضرور نکل جائے گا اور میں اس وقت تک کچھ [ن]ہیں کہوں گی۔ لیکن تمہاری صلاحیتوں اور تمہاری تجاویز کی منتظر ضرور رہوں گی۔"

"میرا دوست، میرا ساتھی۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ وہ کہاں ہے؟"

"وہ ایک ہوٹل میں مقیم ہے۔"

"اور بیکر۔؟"

"بیکر مقامی باشندہ تھا۔ ہم لوگوں سے بالکل الگ۔ اتفاقیہ ملاقات ہوئی تھی۔ بہرحال میں نے اسے اس کے خاندان میں پہنچا دیا۔ اور اب اس کے بارے میں کوئی گفتگو بھی نہیں کروں گا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ اپنے ساتھی کو یہاں لے آؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی چلا جاؤں گا۔"

"کیروشیا تمہارے ساتھ چلی جائے گی۔"

"شکریہ۔"

"میں نے تمہاری اصلی شکل دیکھ لی ہے۔ اصلی نام بھی بتا دو۔" سینی ٹورا مسکراتے ہوئے بولی۔

"کیا فائدہ۔ تمہیں اجنبی محسوس ہو گا۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"واقعی بہت چالاک ہو۔ میں نے طاقت، دلیری اور ذہانت، اس سے قبل یکجا نہیں دیکھی۔" وہ بولی۔

"کیوں۔ اس میں چالاکی کی کیا بات ہے؟"

"بھئی ظاہر ہے۔ اور میرا تعلق انٹرپول سے ہے۔ تو تمہارا نام اور وطن معلوم کر کے میں تمہارے بارے میں پتہ چلا سکتی ہوں کہ تم دراصل کون ہو اور کسی ایسے اسمگلر سے تمہارا تعلق ہو نہیں جس کی تلاش انٹرپول کو ہے۔"

"اوہ ہاں۔ اس طرف توجہ دلانے کا شکریہ۔ ویسے یہ خیال میرے ذہن میں نہیں تھا۔"

"خیر۔ خیر۔ میں اصرار نہیں کروں گی۔ خود ہی ایک دن بتا دو گے۔ اب تم کیروشیا کے ساتھ جاؤ۔ وہ تمہاری تحویل میں ہے اور تم اسے پسند بھی کرتے ہو میری طرف سے تحفہ سمجھو۔"

"شکریہ سینی! تم ایک اچھی دوست ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سینی ٹورا اپنی جگہ گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ اور ہم دونوں کمرے سے نکل آئے۔ تب سینی ٹورا گزرتے ہوئے ملازم کو اشارہ کیا اور ملازم قریب پہنچ گیا۔

"صاحب کو روم نمبر تین میں لے جاؤ۔ میں کیروشیا کو وہیں بھیج رہی ہوں ایڈورڈ!"

"او کے۔" میں نے کہا اور ملازم کے ساتھ چل پڑا۔ روم نمبر تین ایک خوبصورت بیڈ ر ضرورت کی ہر چیز سے آراستہ۔ ملازم مجھے وہاں چھوڑ گیا۔ باتھ روم میں جا کر میں نے چہرہ دیکھا۔ شیو تھا اور شیو بنانے کا سامان بھی موجود تھا۔ میں نے اطمینان سے شیو بنایا' منہ دھویا' بال سنوارے اور اپنی اصلی شکل میں تھا۔ پھر میں باتھ روم سے باہر نکلا تو کیروشیا کمرے میں موجود تھی۔ وہ ایک صوفے اخبار دیکھ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے اخبار رکھ دیا۔

"ہیلو کیری!"

"ہیلو۔" وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں حیرت تھی۔

"چلیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی چلئے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ کیروشیا نے بیحد خوبصورت لبا ہوا تھا۔ اس لباس میں وہ اس قدر نکھری ہوئی لگ رہی تھی کہ نگاہ نہیں ہٹتی تھی۔ راستے میں کسی مداخلت نہیں کی۔ خاصی خوبصورت اور وسیع عمارت تھی۔ پورٹیکو میں سیاہ رنگ کی ایک قیمتی کار کھڑ تھی۔ کیروشیا نے جلدی سے عقبی دروازہ کھول دیا۔ اور میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"ڈرائیور کہاں ہے؟"

"جی۔ میں ڈرائیو کروں گی۔" کیروشیا نے جلدی سے کہا۔

"تب میں تمہارے نزدیک بیٹھوں گا۔"

"جی ضرور۔ میں خود ہمت نہیں کر سکی تھی۔" کیروشیا نے پچھلا دروازہ بند کر کے ڈرائیونگ کے نزدیک کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے اندر بیٹھ کر دروازہ بند کیا اور کیروشیا نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھ کار اس خوشنما عمارت کے وسیع گیٹ سے باہر نکل آئی۔

سینی ٹورا میں بہرحال ایک خوبی تھی' جب اعتماد کرتی تھی تو کھلے دل سے کرتی تھی۔ اگر وہ ڈرائیور کو بھی ساتھ بھیج سکتی تھی۔ کیروشیا جیسی لڑکی کو قابو میں کرنا میرے لئے کون سا مشکل تھا۔ کچھ کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ نہ جانے کیوں اب میں کسی حد تک ڈھلمل ہونے لگا تھا۔ مجھے یقین ہو۔

سینی ٹورا درحقیقت انٹرپول سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ بھی اعلیٰ پیمانے کی اسمگلر ہی ہے لیکن۔ بس کچھ ایسی تھیں جو مجھے شکوک میں مبتلا کرتی تھیں' مثلاً" اس کے اختیارات۔ تمام ملکوں میں وہ صاحب تھی۔ لیکن غلام سیٹھ۔ وہ بھی اسمگلر تھا اور کون سا ملک تھا جہاں اس کے آدمی موجود نہیں تھے۔ وہ جو چاہتا کرا لیتا تھا۔ ممکن ہے یہی کیفیت سینی ٹورا کی ہو۔

بہرحال۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ اب سینی ٹورا کے بارے میں زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہے' وہ جو کچھ بھی ہے ٹھیک ہے' اور میں اس قدر کیوں الجھوں' غلام سیٹھ لاپتہ ہے' نئی ہدایات اب سے ملیں گی۔ اس لئے یہ وقت سینی ٹورا کے ساتھ ہی گزارا جائے۔ اگر کسی طور اس کا تعلق انٹرپول سے بھی تو میرا کیا جاتا ہے' کون سی معلومات حاصل کر لے گی مجھ سے' بالآخر ایک دن خود اکتا جائے گی۔

میں نے ایک گہری سانس لی۔ کار کی رفتار بہت سست تھی۔ باہر کے مناظر سست رفتاری سے گزر تھے اور اچانک ہی مجھے اس کا احساس ہوا تھا۔ ارے لاحول ولا قوۃ۔ ناک میں مسلسل خوشبوؤں کی لپٹیں ہو رہی تھیں اور میں نے اب تک ان پر توجہ نہیں دی تھی اور بغل میں مجسم بہار موجود تھی۔ نے اس کی طرف دیکھا اور اسی وقت اس نے مجھ پر نگاہ ڈالی۔ میں مسکرا دیا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز سامنے دیکھنے لگی۔

"کیروشیا!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور اس کے ہاتھ بہک گئے کار ذرا سی لہرائی اور اس نے جلدی سے سنبھال لیا۔ میری مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"کیا بات ہے مس کیروشیا؟" میں نے اسے پھر مخاطب کیا۔

"کک..... کچھ نہیں جناب۔ کچھ بھی نہیں۔" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"ارے آپ تو پریشان ہیں۔"

"جی۔ جی بالکل نہیں۔"

"خوفزدہ ہیں کسی سے؟"

"جی ہاں۔" اس نے گردن ہلا دی۔ اور پھر دانتوں کے نیچے زبان دبا کر بولی۔ "جی نہیں' میں۔" وہ خوفزدہ انداز میں ہنسنے لگی اور پھر جلدی سے سنجیدہ ہو گئی۔

"اوہ' مس کیروشیا۔ براہ کرم کسی عمدہ سے ریستوران پر گاڑی روکیں' میں آپ کے ساتھ ایک فی پیوں گا۔"

"بہت۔ بہت بہتر۔" کیروشیا جیسے خود بھی یہی چاہتی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ریستوران کا بورڈ تھا۔ اس نے جلدی سے کار ریستوران کے فٹ پاتھ کے ساتھ روک دی۔ اور پھر گہری گہری لینے لگی۔

"آیئے۔" میں نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔ اور وہ بھی انجن لاک کر کے نیچے اتر میں نے نہایت دوستانہ انداز میں اس کے بازو میں ہاتھ ڈالا اور ریستوران کی طرف بڑھ گیا۔ کیروشیا دوستانہ انداز پر کسی حد تک مطمئن نظر آنے لگی۔

ریستوران میں داخل ہو کر ہم ایک میز کی طرف بڑھ گئے۔ "میں تو کافی پیوں گا' آپ کیا پسند کریں کیروشیا۔ آپ مس ہیں نا؟"

"جی ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"آپ کیا پئیں گی؟"

"میں بھی کافی پیوں گی۔" اس نے کہا اور پھر ویٹر کو اشارہ کر دیا۔ ویٹر کے آنے پر اس نے کا لئے کہا اور ویٹر گردن جھکا کر چلا گیا۔

"آپ کچھ نروس سی ہیں کیروشیا؟"

"جی ہاں' یہ حقیقت ہے۔" اس نے ایک گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" کیا سینی ٹورا نے ریزرو رہنے کی ہدایت کر دی تھی؟"

"یقین کریں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انہوں نے تو ہدایت کی تھی کہ میں آپ کو مطمئن ر دوست بنانے کی کوشش کروں۔" کیروشیا نے جواب دیا

"خوب۔ تو یہ اجنبیت کا سا اظہار مطمئن کرنے کے لئے کافی ہے۔ کل تو آپ بیحد اسمار رہی تھیں۔"

"کل کی باتیں یاد نہ دلائیں تو احسان مند ہوں گی۔"

"وہ' وہ کیوں؟"

"اس وقت میں ڈیوٹی پر تھی۔"

"اور اس وقت؟"

"ڈیوٹی پر ہوں' لیکن ڈیوٹی ناخوشگوار نہیں ہے۔" اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگ

"بہت خوب۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ "ویسے کل رات آپ کی حسین شخصیت ہی کیروشیا' جس نے کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں دی ورنہ آپ اتنی آسانی سے......"

"براہ کرم۔ براہ کرم....." اس نے لجاجت سے کہا۔

"اچھا چلئے' جانے دیجئے۔ اس وقت کیا بات تھی؟"

"کسی قدر احساس شرمندگی۔ اور پھر آپ کی بدلی ہوئی شخصیت اور..... اور"

"اور؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مسٹر ایڈورڈ! اس عمارت میں جتنے لوگ موجود ہیں' وہ دل میں آپ کو قریب سے دیکھنے رکھتے ہیں۔ سب کے ذہنوں میں آپ کے بارے میں عجیب سے تاثرات ہیں۔ وہ دیکھنا چاہتے ہیں قوتوں کا مالک وہ شخص کون ہے' جس نے ہیگی جیسے عفریت کو ڈھیر کر دیا ہے۔" اس نے بتایا۔

"پراسرار قوتوں کا مالک؟" میں ہنس پڑا۔

"ہاں' کسی کو یقین نہیں آتا کہ ہیگی کی حالت کسی ایک انسان نے بنائی ہے۔"

"خود تمہارا کیا خیال ہے؟"

"سچ پوچھیں تو میں بھی خوفزدہ ہو گئی ہوں۔ میں سوچ رہی تھی کہ رات کو اگر میں ناکام آپ کو حقیقت کا علم ہو جاتا تو میرے ساتھ کیا ہوتا۔"

"اوہ۔" میں نے قہقہہ لگایا۔ "بہرحال وہ نہ ہوتا جو ہیگی کے ساتھ ہوا ہے۔"

"پھر بھی۔ آپ۔ آپ....."

"خوبصورت عورتوں کو تو نقصان پہنچانا کفر ہے مس کیروشیا۔ اور آپ تو خوبصورت ترین ہیں۔"

"آپ مجھے سچ بتائیں گے' کیا آپ پراسرار قوتوں کے مالک نہیں ہیں؟"

"اوہ مس کیروشیا۔ میں بھی آپ کی طرح عام انسان ہوں اور ہیگی بھی تو انسان ہی ہے۔"

"اسے انسان کہنا خود کو بھی عجیب لگتا ہے' لیکن آپ نے....."

"کیا حالت ہے اس کی؟"

"ایکسرے ہوا ہے' گردہ پھٹ گیا ہے۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ فوری طور پر کسی گردے کا بندوبست کرنا گا ورنہ موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ سنا ہے' آپ نے اس کے سارے وار بچائے اور پھر صرف ایک وار کیا ہیگی جیسے دیو کو زندگی اور موت کے درمیان لٹکا دیا۔ خود میں نے مادام سینی ٹورا کو کسی کے بارے میں طرح گفتگو کرتے نہیں سنا۔ وہ آپ سے بیحد متاثر ہیں۔"

"خود مادام سینی ٹورا بھی بے حد متاثر کن شخصیت رکھتی ہیں۔" میں کافی کے سپ لیتے ہوئے ۔ کیروشیا بھی کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہی تھی۔

"ویسے آپ کے کیا مشاغل ہیں مسٹر ایڈورڈ۔"

"بس کچھ نہیں۔ آوارہ گرد ہوں۔"

"مادام سے آپ کی کیا پرخاش تھی اور پھر سارے معاملات اتنی جلدی ہموار کیسے ہو گئے؟"

"بس' اس بارے میں تفصیل تو میں نہیں بتا سکتا۔ ہاں کیا آپ کا مستقل قیام کوپن ہیگن ہی میں ہے؟"

"ہاں۔ میں یہیں رہتی ہوں۔"

"کیا کرتی ہیں۔؟"

"بس مادام کی ملازم ہوں۔ چھوٹے موٹے کام کرتی ہوں لیکن مقامی طور پر۔ میں یہاں سے باہر کبھی ں گئی۔"

"بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر مس کیروشیا! ممکن ہے یہاں چند روز قیام رہے۔ کیا اس دوران پ کی قربت حاصل ہو سکے گی؟"

"آپ بیحد متاثر کن شخصیت کے مالک ہیں مسٹر ایڈورڈ! آپکی صحبت تو بڑی فرحت بخش ہے' طیکہ اس کی اجازت بھی مل جائے۔"

"سارے کام اجازت سے تو نہیں ہوتے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"مادام بیحد سخت ہیں' وہ یہاں ہوں یا نہ ہوں' ان کے احکامات کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔"

"اور اگر انسے بچاؤ کا معقول انتظام ہو تو.....؟"

"کہہ چکی ہوں' آپ کی شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔"

"بہت شکریہ۔ کیا مادام نے ہمارے تعاقب کی ضرورت محسوس کی ہو گی؟" میں نے اچانک پوچھا۔

"کیوں؟" وہ چونک پڑی۔

"آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے رات کو مجھے اغوا کرایا تھا۔ اب اتنی جلدی تو کسی پر اعتبار نہیں لیا جاتا۔ اس لئے ممکن ہے کچھ لوگ ہمارے تعاقب میں ہوں۔"

"بھروسہ کریں، مجھے اس بات کا علم نہیں ہے' ویسے یہ عین ممکن ہے۔ براہ کرم جلدی کافی کرلیں، ہمیں اپنا کام کرنا چاہیے۔"

"اوہ' تمہارے سپرد کوئی خاص کام ہے؟"

"جی نہیں' لیکن مادام ایک ایک لمحے کا حساب لیں گی۔"

"تو پھر تم حساب دے دینا' تردد کیا ہے۔ بہرحال تمہیں میرے ساتھ کیا گیا ہے' میں جو کچھ کروں وہ تمہاری ذمے داری تو نہیں ہوگی۔" میں نے کہا اور وہ سوچ میں ڈوب گئی' پھر گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

"یہ بات تو ٹھیک ہے۔"

"بس تو پھر سب کچھ بھول جاؤ۔"

"لیکن میں ان لمحات میں سے ایک ساعت بھی حذف نہیں کرسکوں گی۔"

"مت کرنا۔ میں اس کی پرواہ نہیں کرتا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"مجھے آپ اسی قسم کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" وہ تحسین آمیز انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اپنی کافی کے آخری گھونٹ بھی حلق میں انڈیل لئے۔

"اور بناؤں؟" کیروشیا نے پوچھا۔

"بنادو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور اس نے میرے لئے کافی کا دوسرا پیالہ

تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے اور پھر ہوٹل جا کر ہی دم لیا۔ میری توقع کے مطابق سردارے ہی میں موجود تھا۔ مجھے اس کے موجود ہونے کی توقع اس لئے تھی کہ میں ساری رات غائب رہا تھا اور میں بھی۔ میں جانتا تھا کہ سردارے تشویش میں مبتلا ہوگیا ہوگا اور میرے بارے میں اگر اسے تشویش کم از کم تفریح کے لئے نہیں نکل سکتا تھا۔

چنانچہ جونہی میں نے کمرے کے دروازے پر دستک دی' اندر سے کودنے کی آواز سنائی سردارے نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی ہوگی کیونکہ دستک مخصوص انداز کی تھی۔ اور پھر دروازہ کھل گیا۔

"اوئے نوازے۔ کہاں چلا گیا تھا میرے یار۔" سردارے میرے سینے سے لپٹ گیا۔

"یار بدحواسی' کیا ہوگیا؟" میں نے ہنستے ہوئے اس کی پشت تھپکی۔

"گویا یہ پوچھنے کی بات ہے۔" سردارے نے شکایتی انداز میں کہا اور پھر اس کی نگاہ میرے سے دوسری طرف پڑی اور وہ مجھ سے چمٹا چمٹا جیسے ساکت ہوگیا۔

بمشکل میں نے اسے پیچھے ہٹایا اور گھوم کر کیروشیا کی طرف دیکھا۔

"تو تم سمندر میں گر گئے تھے استاد!" سردارے نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یہ موتی سمندر کی تہہ سے ہی نکالا ہے نا؟"

"واہ سردارے! شاعر ہوگیا ہے تو تو۔ آؤ کیری! اندر آجاؤ۔"

"کیری۔" سردارے نے چٹخارہ بھرا۔ "کھٹی کھٹی۔"

"انگوروں کی مانند۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"استاد کے انگور استاد کو مبارک۔ مگر استاد! صرف ایک بات بتادو۔"

"پوچھو۔"

"کس چیز سے لکھوا کر لائے ہو؟"

"کیا؟"

"تقدیر۔ ایک سے ایک حسین۔ ایک سے ایک نایاب۔"

"بس نیت صاف ہے' ہر ایک پر نہیں گر پڑتا۔" میں نے صوفے میں گرتے ہوئے کہا۔ کیروشیا بھی کراتی ہوئی ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"میں اپنی نیت کون سے صابن سے صاف کروں استاد! کم از کم اس صابن کا نام ہی بتادو' کچھ تو دو۔" سردارے دروازہ بند کرتے ہوئے بولا اور پھر وہ بھی ہمارے پاس ہی آکر بیٹھ گیا۔ بہرحال اس نے بے ے انداز میں کیروشیا کو نہیں گھورا تھا۔ زبانی طور پر وہ کتنا ہی بدتمیز تھا لیکن عام حالات میں وہ ایک باسلیقہ ان تھا۔

"ویسے سردارے۔ تم اس وقت واقعی بدحواس ہو۔"

"اعتراف کرتا ہوں باس۔ مگر اس میں میرا کیا قصور ہے' تم خود ہی بتادو۔ ویسے کوئی بہت بڑی حواسی ہوگئی ہے کیا؟"

"تم خود محسوس کرو۔"

"محسوس کرنے کے قابل ہوتا تو بدحواس ہی کیوں ہوتا۔" سردارے نے کراہ کر کہا۔

"تمہارے چہرے پر میک اپ ہے۔"

"ہاں۔ کیوں۔؟" سردارے نے اپنا چہرہ ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"اور میرے چہرے پر؟" میں نے مسکرا کر پوچھا اور سردارے اچھل پڑا۔

"ارے۔ اوہ۔ ہاں استاد۔ یہ۔ یہ۔ ہائے عورت۔ تیرا نام شہزوری ہے' میک اپ' کھال بھی اتروا تا ہے۔" سردارے مسخرے پن سے بولا۔

"بس بکواس کرنے کی مشین کا سوئچ آن ہوگیا۔" میں نے برا سامنہ بنایا۔

"رشک آتا ہے استاد۔ خدا کی قسم! رشک آتا ہے۔ ہمیں آج تک ایک بھی ایسی نہیں ملی۔ اپنی زیرمیں تو ٹھیلے چلانا' بلکہ گھسیٹنا ہیں' خیر۔"

"اور کچھ سناؤ؟" میں نے کہا۔

"باقی سب خیریت ہے۔"

"خوب' تمہاری کیا پوزیشن ہے' بلکہ بقول تمہارے' تمہارے ٹھیلوں کی؟"

"کوپن ہیگن کی لڑکیاں بہرحال مہمان نواز تو ہیں۔ محترمہ مقامی ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہرحال خوب ہیں' جیتی رہیں۔" سردارے اسی انداز میں بولا۔ اور میں نے کیروشیا کی طرف یکھا۔ کیروشیا مطمئن بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹ ظاہر کر رہی تھی کہ اس کے دل میں کوئی تردد ہیں ہے۔

"کیری۔ یہ میرا دوست' میرا ساتھی بنتو ہے۔" میں نے تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی جناب۔" کیروشیا نے ہاتھ بڑھایا اور سردارے نے بڑے ادب سے ہاتھ ؛ اس نے بڑے مہذب انداز میں کہا۔ مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔

"اور مجھے بھی۔"

"آپ انہیں لینے آئے تھے مسٹر ایڈورڈ؟" کیروشیا نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"لینے آئے تھے؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں' چلو گے نہیں؟"

"کہاں؟"

"جہاں بھی ہم لے جائیں۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہ جانے کا کیا سوال ہے استاد۔ لیکن اتنا تو بتادو چلیں گے کہاں؟"

"کیروشیا کے مکان پر۔"

"اوہ' مگر کیوں؟" سردارے تھوک نگلتے ہوئے بولا۔

"کیروشیا کا کہنا ہے جب تک کوپن ہیگن میں رہوں' اس سے دور نہ رہوں۔ وہ مجھے بہ چاہنے لگی ہے۔" میں نے کہا۔

"خدا مبارک کرے استاد۔؟" لیکن کیا اس کی چھوٹی بہن بھی ہے؟"

"چھوٹی بہن ——— ہاں ہے' کیوں؟" میرے سینے میں ایک قہقہہ مچل اٹھا۔ سینی ٹورا میرے ذہن میں آگیا تھا۔

"اسی کی طرح خوبصورت ہے سردارے کے منہ سے رال ٹپکنے لگی۔

"اس سے کچھ زیادہ ہی۔"

"جوان ہے استاد؟"

"بھرپور۔" میں نے جواب دیا۔ اور سردارے نے کرسی سے چھلانگ لگادی' اور پھر چاردا دوڑنے لگا۔ وہ بھاگ بھاگ کر سارا سامان سمیٹ رہا تھا۔ کیروشیا ہنسنے لگی۔

"مسٹر بنتو تو بہت زیادہ خوش مزاج معلوم ہوتے ہیں جناب!"

"ہاں' خوبصورت لڑکیوں کو دیکھ کر ضرورت سے زیادہ خوش مزاج ہو جاتے ہیں۔" میں ۔ کیروشیا ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔

"لیکن آپ کی زبان میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"ہمارے علاقے کی زبان ہے۔"

"ایشیائی۔؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اب یہ بات کھل ہی گئی تھی کہ ہمارا تعلق ایشیا سے ہے تو پھر چھپانے سے کیا فائدہ۔

"آپ کے ساتھی بھی میک اپ میں ہیں؟"

"ہاں۔"

"ان سے کہیں کہ میک اپ اتار دیں' میں ان کی اصلی شکل دیکھوں گی۔"

"ہوٹل کی ادائیگی وغیرہ بھی کرنی ہے' بعد میں اتار دے گا۔"

"اوہ' سوری۔" کیروشیا جلدی سے بولی۔ سردارے اس اثناء میں سامان وغیرہ ٹھونس چکا تھا' اور پھر ا نے سوٹ کیس کمرے کے درمیان لاکر رکھے اور چونک کر بولا۔

"ارے۔ اوہ' بہت بہت افسوس ہے استاد۔ میں نے نئی استانی کو چائے وغیرہ کے لئے نہیں چھا۔"

"ہم لوگ یہی گفتگو کر رہے تھے۔"

"اوہ' کیا؟" سردارے نے جلدی سے کہا۔

"یہی کہ یہ شخص کافی بد اخلاق معلوم ہوتا ہے۔ میں کیری کو یقین دلا رہا تھا کہ وہ بد اخلاق نہیں' بد اس ضرور ہے۔ بہرحال ہم نیچے چلتے ہیں' تم ہوٹل کی ادائیگی وغیرہ کر کے نیچے آؤ۔ سیاہ بنٹلے باہر کھڑی ہے۔"

"بنٹلے؟" سردارے نے زیر لب دہرایا۔ اور ہم دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ہم باہر نکل ئے۔ سردارے اسٹیوارڈز کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا رہا تھا۔

"واقعی دلچسپ انسان معلوم ہوتے ہیں۔ مسٹر بنتو۔ گو میں آپ کی پوری گفتگو نہیں سمجھ سکی لن حرکات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کافی زندہ دل ہیں۔"

"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔ نہ جانے کیوں اچانک میرے ذہن میں غلام سیٹھ کا خیال آگیا تھا۔ کیا ں شخص نے دنیا ہی چھوڑ دی۔ ممکن ہے پشاور ہی چلا گیا ہو۔ لیکن کہیں بھی چلا گیا ہو' مجھے تو اس طرح نظر راز نہیں کر دینا چاہئے تھا۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی چاہئے تھا اسے۔ انٹرپول سے جتنا خطرہ اسے تھا اتنا ہی مجھے ی۔ بلکہ مجھے تو کچھ زیادہ ہی آنکھ مچولی کھیلنا پڑ رہی تھی۔ بہرحال یہ زیادہ حیرتناک بات بھی نہیں تھی' ایسے قات میں ہر انسان پہلے اپنے بارے میں سوچتا ہے' اور اس کے بعد اگر حالات اجازت دیں' تب دوسرے ے بارے میں۔ غلام سیٹھ اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ میری کوئی مدد کر سکے۔ بلکہ کم از کم ایک انداز میں تو دوسروں سے اچھا تھا۔ میرے کمیشن کی رقم سوئٹزر لینڈ میں جمع ہو رہی تھی۔ اگر میں اس زندگی سے ل جاؤں تو بہرحال وہ رقم اتنی تھی کہ میں بقیہ زندگی سکون اور اطمینان سے یورپ کے کسی شہر میں گزار سکتا ا۔ اور اگر انٹرپول سے نجات مل جائے اور اندازہ ہو جائے کہ غلام سیٹھ نے یہ کاروبار چھوڑ دیا ہے تو پھر یہی ناسب تھا۔

سردارے آگیا اور اسٹیوارڈ نے سامان گاڑی کے پچھلے حصے میں رکھ دیا۔ سردارے پچھلی سیٹ پر جا یٹھا۔ اور کیروشیا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ راستے میں خاموشی رہی تھی۔ پھر جب کار اس وبصورت عمارت کے بڑے پھاٹک کے سامنے رکی تو سردارے نے زور سے ایک ڈکار لی۔

"خوبصورت بھی اور مالدار بھی۔ استاد! مجھے بھی یہ گر سکھا دو۔ خدا کی قسم! زندگی بھر دعائیں دوں گا۔ جب ہاتھ مارتے ہو اعلیٰ پائے کا ہی مارتے ہو یعنی سبحان اللہ سبحان اللہ۔ کیا عمدہ کوٹھی ہے اور اس کوٹھی کی مکین تمہاری محبوبہ۔ سب تمہارے جیسی قسمت نہیں لاتے استاد۔"

"بس اب چونچ بند کرو چھوٹی بہن موجود ہے' تم خود بھی قسمت آزمائی کر سکتے ہو۔"

"ہائے چھوٹی بہن۔" سردارے کے منہ میں جیسے مٹھاس گھل گئی۔ چوکیدار نے پھاٹک کھو تھا۔ کار پورٹیکو میں رک گئی اور کیروشیا نے جلدی سے اتر کر میری سمت کا دروازہ کھول دیا۔ پھر اس نے دروازہ بھی کھولا۔

"ارے' ارے۔ آپ۔ آپ کیوں تکلیف کر رہی ہیں۔" سردارے جلدی سے نیچے اتر آیا بھی نیچے آگیا تھا۔

"کیری!" میں نے کیروشیا کو آواز دی۔

"یس مسٹر ایڈورڈ۔"

"آپ انہیں لے کر ڈرائنگ روم کی طرف چلیں' میں ابھی آتا ہوں۔"

"بہتر۔" کیروشیا نے کہا۔ اور سردارے نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھا بہرحال کیری اسے ڈرائنگ روم کی طرف چلی گئی اور میں نے ایک ملازم کو روک کر سینی ٹورا کے بارے میں پوچھا۔

"مادام سٹنگ روم میں ہیں جناب۔"

"تنہا ہیں؟"

"جی ہاں۔" ملازم نے جواب دیا۔ اور پھر اس نے سٹنگ روم تک میری رہنمائی کی۔ میں دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور اندر سے اجازت مل گئی تب میں اندر داخل ہو گیا۔

"ارے' ایڈی۔ آؤ۔" سینی ٹورا بڑی اپنائیت سے بولی اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ "بیٹھ آئے؟" اس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے قریب بٹھا لیا۔

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"وہ احمق آگیا' جو مجھ سے عشق کرنا چاہتا تھا؟" سینی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اسے سردار حماقت اب تک یاد تھی۔ مجھے ہنسی آگئی۔

"آگیا ہے سینی! اور ایک بار پھر اسی موڈ میں آیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" سینی ٹورا بھی مسکرانے لگی۔

"میں نے اسے تمہارے دوبارہ مل جانے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ کیروشیا میرے ساتھ اس نے سمجھا کہ شاید وہ میری محبوبہ ہے۔ اسے دیکھ بہت خوش ہوا اور پوچھنے لگا کہ اسکی کوئی چھوٹی' ہے۔"

"اوہ۔" سینی ہنس پڑی۔

"میں نے کہا' ہاں۔ اسکی چھوٹی بہن ہے' اور وہ چھوٹی بہن تمہارے علاوہ اور کون ہو سکتی ہے"

"اوہ' کیا مطلب؟" سینی ٹورا پھر ہنس پڑی۔

"وہ تم سے کافی ڈرتا ہے۔ اس دن جب میں نے اس کے عشق کا بھانڈا پھوڑا تھا تو وہ کر حواس ہو گیا تھا۔ آج پھر اسکی وہی کیفیت ہونی چاہیے۔ میں اسے یہاں بلاؤں گا اور تم...... لطف لوگی۔

"ٹھیک ہے۔" سینی ٹورا بھی ہنس پڑی۔ اور ہم دونوں کافی دیر تک سردارے کے بارے میں با کرتے رہے پھر میں نے سینی ٹورا سے اجازت مانگی۔

"میں چلوں' اسے دیکھوں۔ اور ہاں' یہاں ہماری رہائش کا بندوبست بھی ہے؟"

"سر آنکھوں پر" سینی ٹورا پیار سے بولی۔ لمحہ لمحہ بدلنے والی عورت اس وقت بڑے اچھے موڈ میں تھی۔

"مگر میں تنہا نہیں ہوں' اور کسی دوسرے کو میں تمہاری سر آنکھوں کے قریب نہیں دیکھ سکتا۔" میں نے جواب دیا۔ اور سینی ٹورا عجیب سے انداز میں مجھے گھورنے لگی۔ "کیوں۔ کوئی گستاخی ہو گئی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں" وہ کسی قدر مضمحل لہجے میں بولی۔

"ارے سینی ڈارلنگ۔ اچانک کیا ہوا؟" میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"سچ۔ کچھ بھی نہیں۔" وہ اسی انداز میں بولی۔ اور میں نے دونوں ہاتھ اس صوفے کے ہتھے پر ٹکا دیئے' جس پر وہ بیٹھی ہوئی تھی' جھکا اور اس کے ہونٹ چوم لئے' سینی پتھر کے بت کی مانند بیٹھی رہی تھی۔ اس نے میری پذیرائی بھی نہیں کی تھی' نہ ہی روکنے کی کوشش کی تھی۔ اس کی فطرت کو میں کسی حد تک سمجھ گیا تھا چنانچہ میرے بوسے میں وحشت آگئی اور میں نے اس کے ہونٹ بھنبھوڑ ڈالے۔ تب وہ جاگ اٹھی اور اس نے انتہائی قوت سے مجھے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ اب وہ بڑے پر جوش انداز میں میرے بوسے کا جواب دے رہی تھی۔ کافی دیر کے بعد یہ وحشیانہ کھیل ختم ہوا۔

سینی ٹورا اب بھی نڈھال نظر آ رہی تھی۔ "ٹکر کے ملے ہو' خدا کی قسم!" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"زمانے بھر کے چالاک۔ مکار۔ بے رحم۔"

"ارے' ارے۔ اچانک کیا ہوا۔ یہ سارے عہدے مجھے کیسے مل گئے؟"

"مجھے اب بھی تمہارے اوپر یقین نہیں ہے۔"

"اوہ' کیوں؟"

"پھر کسی وقت ذہن میں کلبلاہٹ ہوئی تو بھاگ جاؤ گے۔"

"اوہ' نہیں میری جان۔ اب ایسا بھی کیا۔ اتنا بے مروت بھی نہیں ہوں۔" میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔ لیکن دل ہی دل میں' میں سوچ رہا تھا کہ الو کی پٹھی' زندگی گزارنے کے لئے تو ہی رہ گئی ہے۔

"وعدہ کرتے ہو؟"

"ہاں۔ لیکن ایک شرط ہو گی۔"

"کیا؟"

"اگر تمہارا تعلق انٹرپول سے ہو بھی' تو بہرحال تم میرے مفادات کی نگرانی کرو گی۔ اس صورت میں جب تمہیں علم ہو جائے کہ میرا تعلق اس اسمگلر سے نہیں ہے جس کے بارے میں تم شبہ کر رہی ہو۔ اور اگر جو کچھ تم نے کہا ہے' سچ ہے' یعنی تم اسمگلر ہی ہو' تو ہر حال میں مجھے اپنا ساتھی پاؤ گی۔"

"تو تمہیں اب بھی میری بات پر یقین نہیں آیا؟"

"سچ کا برا تو نہیں مانو گی؟"

"نہیں۔"

"تب تمہارا خیال درست ہے' میں ابھی تم پر بھروسہ نہیں کر سکا۔"

"کرلو گے۔ میں اتنی بری بھی نہیں ہوں۔"

"ہاں کر ضرور کرلوں گا۔ اور یہ احساس بھی ہے کہ تم اتنی بری نہیں ہو۔" میں نے کہا۔

"اچھا بس' اب جاؤ۔ میں تمہارے ساتھی کا انتظار کروں گی۔"

"اوکے۔" میں وہاں سے اٹھ آیا۔ سردارے اور کیروشیا ابھی تک ڈرائنگ روم میں تھے۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ وہ دونوں ہنس رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر کیروشیا بولی۔

"اوہ۔ مسٹر ایڈورڈ۔ مسٹر بینٹو تو بڑے ہی زندہ دل انسان ہیں' انہوں نے ہنسا ہنسا کر پیٹ میں بل ڈال دیئے۔"

"خوب' تو اب آپ کے بل نکالنے کی کوشش کی جائے۔" میں نے کہا۔

"کمال کے آدمی ہیں یہ۔" کیری بولی۔

"اچھا کیری۔ تم اس باکمال شخص سے دوبارہ بھی ملاقات کر سکتی ہو' فی الحال ہمارے رہائشی کمرے کا انتظام کرو۔"

"بہت بہتر۔" کیروشیا جلدی سے اٹھ گئی اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ تب میں نے مصنوعی غصے سے گھور کر سردارے کی طرف دیکھا۔

"ہوں۔ یہ کیا حرکت تھی؟"

"حرکت۔ ارے توبہ استاد۔ خدا کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں تھی۔" تھوک نگلتے ہوئے بولا۔

"پھر تم اس کی نگاہوں میں اتنے دلچسپ کیوں ہو گئے؟"

"قسم لے لو استاد۔ وہ خود ہی باتیں بناتی رہی۔ میری جرات ہو سکتی ہے استاد۔ کہ کسی استانی پر نگاہ ڈالوں' دل چاہے جیسے قسم لے لو۔"

"تمہیں وہ پسند ہے سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"بیحد خوبصورت ہے استاد۔ لیکن اس کی چھوٹی بہن کیسی ہے؟ مجھے تو اس سے دلچسپی ہے۔" سردارے نے کہا۔

"اس سے بھی جلد ہی ملاقات ہو جائے گی۔" میں نے جواب دیا۔ سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ پھر گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ویسے تمہارا ابھی کوئی جواب نہیں ہے استاد! خدا کی قسم' بڑے انوکھے ہو' ایسے ایسے اونچے ہاتھ مارتے ہو کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ میرا خیال ہے یہ کوئی معمولی گھرانا نہیں ہے۔"

"تو تم نے کیروشیا سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں استاد۔ اب سردارے اتنا ذلیل بھی نہیں ہے۔ اگر اس موضوع پر گفتگو کرنے کی کوشش کرتا تو اس کا مطلب صاف تھا کہ استاد کو کراس کرنے کی کوشش کر رہا ہوں' سردارے سے مرتے وقت بھی اس کی امید مت رکھنا۔"

اور میں گردن ہلانے لگا۔ "اپنے بارے میں نہیں سوچتے سردارے!"

"کیا استاد؟"

"خود کو دیکھ کر بھی میرے اسٹینڈرڈ کا اندازہ کرو۔ مجھے تو آج تک کوئی معمولی انسان نہیں ملا۔ سردارے سے میری دوستی بلاوجہ ہی تو نہیں ہے۔"

"ارے نہیں استاد۔ یقین کرو میں تو کھانے اڑانے والا ایک گھٹیا سا انسان تھا' تمہاری عادتیں دیکھ دیکھ کر بہت کچھ سیکھا ہے۔"

"سردارے!" میں نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا اور سردارے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ "تم میرے معیار کی توہین کر رہے ہو۔" اور سردارے میری بات سمجھ کر ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کیروشیا واپس آ گئی۔ "آیئے جناب!" اور ہم اٹھ گئے۔ ہمارے رہائشی کمرے کا بھی کوئی جواب نہیں تھا' انتہائی کشادہ انتہائی آرام دہ دو بستر لگے ہوئے تھے' نہایت قیمتی فرنیچر سے آراستہ تھا۔

"ہا۔" سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ "اس کا مطلب ہے کہ ڈنمارک میں طویل قیام رہے گا۔"

"ممکن ہے۔" میں نے مختصراً کہا۔

"ہرج بھی کیا ہے استاد۔ ہمیں کون سے مشن پر جانا ہے۔ لیکن وہ چھوٹی بہن۔ ذرا میں بھی اسے دیکھ لوں استاد۔"

"اوہ' بڑے جلد باز ہو۔ ٹھہرو' میں انتظام کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں سردارے کو وہیں چھوڑ کر کمرے سے نکل آیا۔ سینی ٹورا ابھی تک اسی کمرے میں تھی' میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اور وہ مجھے دیکھ کر استقبالیہ انداز میں مسکرائی۔

"آؤ۔ تم اپنے کمرے میں منتقل ہو گئے؟"

"ہاں۔"

"پسند آیا؟"

"بہت اچھا ہے۔"

"شکریہ' آرام کرو۔ اس کے بعد پروگرام بنائیں گے' ہاں' کوپن ہیگن کی سیر کی؟"

"تھوڑی بہت۔"

"چلیں گے کسی وقت۔ میں تمہیں یہاں کے کلب دکھاؤں گی۔"

"پیشگی شکریہ۔"

"تمہارے ساتھی کی کیا کیفیت ہے؟"

"کیروشیا کی چھوٹی بہن سے ملنے کے لئے بے چین ہے۔"

"تو ملوا دو۔" سینی ٹورا ہنس پڑی۔

"ملواؤ۔ کسی ایسے آدمی سے ملوانا جو پول نہ کھول دے۔" میں نے کہا۔ اور سینی ٹورا نے صوفے کے ہتھے میں لگے بٹن کو دبایا۔ ایک درمیانی عمر کی عورت اندر داخل ہو گئی۔

"سنو۔ مہمانوں کے کمرے میں جاؤ۔ وہاں مسٹر بینٹو موجود ہیں' انہیں بلالاؤ۔ اور سنو۔ کیا کہو گی ان سے؟"

"مادام سینی ٹورانے طلب کیا ہے۔"

"ہرگز نہیں۔" سینی ٹورا بولی۔ "ان سے کہنا مادام کیروشیا آپ کو طلب کرتی ہیں۔ اگر تم سے پوچھا کیا جائے تو جواب دینا کہ کیروشیا کی چھوٹی بہن پورشیا۔"

"جی۔" ملازمہ نے گردن ہلادی۔

"جاؤ۔" سینی ٹورا بولی اور ملازمہ چلی گئی۔ کیا تم اس کے سامنے رہو گے؟"

"مناسب نہیں ہے۔"

"تب تم اس تاریک گوشے میں چلے جاؤ۔ میں کمرے میں اندھیرا کئے دیتی ہوں۔ یہ لائٹ صرف اس صوفے کو فوکس کرے گی جس پر میں بیٹھی ہوں گی' باقی کمرہ تاریک رہے گا' تم پنٹو کی اور میری گفتگو بخوبی دیکھ سکو گے۔"

"ویری گڈ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر میں کمرے کے ایک گوشے میں چلا گیا اور سینی ٹورا نے سارے انتظامات مکمل کر لئے۔ چند ساعت کے بعد دروازے پر آہٹ سنائی دی اور پھر ملازمہ کی آواز ابھری۔

"اندر چلے جایئے جناب! وہ اندر موجود ہیں۔" دروازہ کھلا اور سردارے اندر داخل ہو گیا۔ دروازے کے قریب ایک روشنی جل رہی تھی جس سے سردارے صاف نظر آ رہا تھا۔ خود کار دروازہ بند ہو گیا تھا۔

"کیا مطلب؟" سردارے کی متحیرانہ آواز ابھری۔ "یہ دن میں تاریکی کیوں؟

"چلے آیئے جناب۔" سینی ٹورا نے کامیابی سے آواز بدلی۔ اس کی آواز میں بڑا لوچ' بڑی دلکشی تھی۔

"آپ' آپ مس پورشیا؟" سردارے ہکلایا۔

"کیا آپ خوفزدہ ہیں؟" سینی ٹورا اسی آواز میں بولی۔

"ہرگز نہیں۔ لیکن یہ سب کیا ہے؟ یہاں تو بڑی تاریکی ہے۔ مسٹر ایڈورڈ کہاں ہیں اور....." ہلکی سی کلک کی آواز کے ساتھ ایک دائرہ روشن ہو گیا۔ صوفے پر سینی ٹورا نظر آ رہی تھی۔ سردارے نے اسے دیکھا اور اس کے منہ سے دبی دبی چیخ نکل گئی۔ وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔

سینی ٹورا مسکرا کر رہی تھی۔ "ہیلو۔" اس بار اس نے اصل آواز میں سردارے کو مخاطب کیا۔

"استاد۔ استاد۔ کہاں ہو؟ استانی....." سردارے چیخا۔ اور سینی ٹورا نے قہقہہ لگایا۔

"شاید تم ایڈورڈ کو آواز دے رہے ہو۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"کہاں ہیں استاد؟"

"وہ بھی آ پھنسے ہیں۔"

"ہوں' تو دھوکا ہو گیا اور استاد نہایت آرام سے آ پھنسے۔" سردارے نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"تم مجھ سے ملنے آئے تھے۔"

"نہیں۔"

"کیوں۔ کیا میں اتنی بری ہوں؟" سینی ٹورا لگاوٹ سے بولی۔

"جی نہیں۔ بس استاد کی معشوقہ ہو' اس لئے میں تمہاری طرف بری نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔" سردارے کا لہجہ اب پرسکون تھا۔ اور میں اس لہجے کو سمجھتا تھا۔ سردارے اب خطرات سے بے نیاز ہو گیا تھا۔

"کس کی مجال ہے کہ میری طرف بری نگاہ سے دیکھ سکے۔" سینی ٹورا غرائی۔

"رہنے دو بس رہنے دو۔ خطرناک ہو گی اپنے لئے۔ استاد کی وجہ سے عزت کرتا تھا۔ اگر تم میرے استاد کی عزت نہیں کرو گی محترمہ۔ تو پھر....." سردارے نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"مگر میں نے تمہیں دوستانہ ماحول میں بلایا ہے۔"

"ایڈورڈ کہاں ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"بہت خوب' اور تم نے مجھے دوستانہ ماحول میں بلایا ہے۔ بہرحال میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں ایڈورڈ کے بارے میں معلومات چاہتی ہوں۔"

"کیسی معلومات؟"

"وہ کون ہے؟ اور کیا اس کا تعلق کسی باقاعدہ گروہ سے ہے؟"

"ان معلومات کے لئے تم نے میرا انتخاب کیوں کیا ہے؟" سردارے نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

"میں تمہیں اپنی نگاہ میں ایک اعلیٰ مقام دینا چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔ خود تمہارا مقام کیا ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"تمہیں معلوم ہے۔"

"محترمہ۔ کھال میں رہو' میں زیادہ اچھا انسان نہیں ہوں۔ بیشک تم خصوصی صلاحیتوں کی مالک ہو۔ لیکن استاد کے نام پر تمہیں قتل کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں اور کامیابی کا یقین بھی رکھتا ہوں۔"

"میں تمہیں اتنی دولت دوں گی پنٹو۔ کہ ساری زندگی عیش کرو گے۔"

"او جانے دے مائی۔ سانوں دولت دا کی کرنا اے۔" سردارے بیساختگی میں پنجابی بول گیا۔

"کیا مطلب؟"

"مادام سینی ٹورا۔ تمہارا انتخاب غلط ہے' بہتر ہے۔ مجھے بھی ایڈورڈ کے ساتھ اسی کمرے میں بند کر دو۔ تم میری زبان کھلوانے کی ہر کوشش میں ناکام رہو گی۔ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں۔ ہاں' تمہاری تسلی کے لئے اتنا بتا دوں کہ ہم قلاش قسم کے آوارہ گرد ہیں' اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ چونکہ بے یار و مددگار گھوم رہے ہیں۔ جو کچھ مل جاتا ہے' جہاں سے مل جاتا ہے حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہماری کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

"ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا اور پھر اس نے کوئی دوسری روشنی کا بٹن دبایا پورے کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ سردارے نے چونک کر چاروں طرف دیکھا اور پھر مجھے دیکھ کر اچھل پڑا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"سب سے پہلے ایک بات بتا کر تمہارا اطمینان کر دوں پنٹو! سینی ٹورا نے جو سوالات کئے وہ پروگرام میں شامل نہیں تھے' اس لئے تم یہ نہیں سوچو گے کہ یہ تمہارا کوئی امتحان تھا۔"

"مگر یہ چکر کیا ہے استاد؟"

"کیروشیا کی بہن پورشیا۔" میں نے سینی ٹورا کی طرف اشارہ کیا۔

"تو یہ مذاق تھا۔" سردارے ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"ہر طرح سے خوش نصیب ہو ایڈورڈ! یقین کرو' ایسا دوست زندگی میں کہاں ملتا ہے۔ میں پو زندگی کسی ایسے ساتھی کی تلاش میں سرگرداں رہی ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"پنٹو کی دوستی پر مجھے ناز ہے سینی ٹورا۔"

"مگر وہ پورشیا کہاں ہے استاد؟ میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ استانی کہاں سے مل گئیں۔ لیکن پورشیا ضرور ملنی چاہئے۔" سردارے ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"کیروشیا کے والدین زندہ ہیں ٹورا؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ' نہیں۔ کیوں؟"

"تب تو بڑی دقت ہے' اگر وہ زندہ ہوتے تو ہم ان سے درخواست کرتے کہ پنٹو کے لئے ا پورشیا ضرور پیدا کر دیں۔ پھر ہم اسے اپنے ہاتھوں سے پروان چڑھاتے اور جوان ہوتے ہی پنٹو حوالے کر دیتے۔"

"بس۔ اب میں خاموش رہوں گا۔" سردارے نے منہ پھلاتے ہوئے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ا وقت ایک ملازمہ نے کمرے میں آنے کی اجازت طلب کی اور سینی ٹورا کی اجازت پر وہ اندر آ گئی۔

"کیا بات ہے؟"

"کال آئی ہے مادام۔" ملازمہ نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اچھا۔ اجازت دو گے ایڈورڈ۔ اب لنچ پر ملاقات ہو سکے گی۔"

"اوکے۔" میں نے کہا۔ سینی ٹورا ملازمہ کے ساتھ چلی گئی اور میں سردارے کے ساتھ اپنے کمر میں آ گیا۔ سردارے کا منہ باقاعدہ پھولا ہوا تھا۔ ویسے سردارے کی جو گفتگو سینی ٹورا سے ہوئی تھی اس مجھے بیحد متاثر کیا تھا۔ سردارے یوں بھی قابل اعتماد انسان تھا۔ مجھے اس پر پورا بھروسہ تھا لیکن اس کا مظاہرہ بھی میری آنکھوں کے سامنے ہو گیا۔

میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ "منہ کیوں پھولا ہوا ہے جان من؟" میں نے سردارے کے گال پر بھرتے ہوئے کہا۔

"پورشیا چاہیے' پورشیا۔" سردارے نے کہا۔

"ابے تو فکر کیوں کرتا ہے' میں تیرے سامنے پورشیاؤں کے انبار لگا دوں گا۔ کیا سمجھتا ہے مجھے؟"

"بس بس رہنے دو استاد۔ تم نے مجھے بہت بے وقوف بنایا۔ اب تو میں یہ بھی نہیں پوچھوں گا کہ استانی کہاں سے آ گئیں۔" سردارے نے منہ پھلائے پھلائے کہا۔

"میں بھی تجھے نہیں بتاؤں گا کہ رات کو میرے اوپر کیا بیتی۔"

"میں پوچھوں گا ہی نہیں کہ کیا ہوا تھا۔"

"اور جیسے میں تو تجھے بتانے کے لئے بے چین ہوں کہ اسی کیروشیا نے رات کو مجھے ہوٹل میں پلا کر بے ہوش کیا اور پھر اغوا کر لیا۔"

"کچھ بھی ہو جائے استاد۔ میں ہرگز ہرگز نہیں پوچھوں گا کہ وہ تمہیں بے ہوش کر کے اور اغوا رکے کہاں لے گئی تھی۔"

میں بھی ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ ہوش میں آنے کے بعد آنکھ کھلی تو میں سینی ٹورا کے سامنے تھا اور وہ آگ ہوئی تھی۔"

"ارے باپ رے۔ پھر کیا ہوا استاد؟" سردارے جلدی سے بولا اور ہم دونوں ہنس پڑے۔ تب نے مختصراً ساری کہانی سنائی اور سردارے منہ پھاڑے سنتا رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

ھر۔ اب استاد۔؟"

"اب کچھ نہیں سردارے۔ برا نہیں ہوا ہے۔ میرے ذہن میں ہلکا سا خیال یہ بھی ہے کہ ممکن ہے ینی ٹورا ٹھیک ہی کہتی ہو اور اس کا انٹرپول سے کوئی تعلق نہ ہو۔"

"اوہ استاد۔ یہ ممکن بھی ہو سکتا ہے۔" سردارے نے سنجیدگی سے کہا۔

"اگر اس کے برعکس بھی ہوا سردارے' تب بھی بس ٹھیک ہی ہے۔ ہمیں یہاں پاسپورٹ حاصل کرنے میں خاصی دشواریاں پیش آتیں اور ٹھیک ہے' سینی ٹورا جب تک چاہے ساتھ لگائے رکھے' نقصان بھی کیا ہے۔"

"ہاں۔ ہم جیسے لاوارثوں کے لئے تو ایسے دم بڑے غنیمت ہوتے ہیں۔" سردارے بولا اور میں خاموش ہو گیا۔ لیکن پھر چند منٹ کے بعد سردارے ہی بولا۔ "لیکن میں اس زیادتی کو بھولا تھوڑی ہوں استاد۔"

"کون سی زیادتی۔؟"

"پورشیا والی۔ تم نے مجھے آس کیوں دلائی تھی۔"

"سردارے!" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ہوں۔"

"یہ لڑکی کیری تجھ سے متاثر معلوم ہوتی ہے۔"

"مجھ سے؟"

"ہاں' وہ تجھ سے بڑی دلچسپی سے باتیں کر رہی تھی۔"

"اس میں اس کا کیا قصور ہے استاد۔ میں ہی اس کی جان کھا رہا تھا۔ وہ بے چاری تو بس اخلاقاً میری بکواس برداشت کر رہی تھی۔"

"اوں ہوں۔ تم اس کی صفائی پیش کرنے کی کوشش مت کرو۔ جاؤ کیروشیا تمہیں دی۔"

"کیا؟" سردارے اچھل پڑا۔

"بخش دی۔" میں نے فراخدلی سے کہا۔

"کیوں۔ کیوں استاد۔ یعنی تمہیں واللہ...... کیا کہہ رہے ہو؟" سردارے سچ مچ بد حواس ہو گیا تھا۔

"تجھ سے زیادہ ہے کوئی چیز۔" میں نے سردارے کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوئے۔" سردارے کو پھندا لگ گیا۔ اسے ابھی تک میری بات کا یقین نہیں آیا تھا۔ لیکن میں

نے سنجیدگی سے یہ بات کہی تھی۔ کیروشیا سے عشق تو ہو نہیں گیا تھا اور پھر سینی ٹورا کی فطرت سے واقف تھا۔ پہلے بھی ایسے حالات سے دوچار ہو چکا تھا۔ بیچاری کیروشیا مفت میں ماری جائے گی۔ سردارے ہی کی ہو جائے۔ سینی ٹورا کو بھی اعتراض نہیں ہو گا۔ ظاہر ہے سینی ٹورا یہ بات پسند تو نہیں کرے گی کہ میں اس کی موجودگی میں کیروشیا کو پسند کروں، وہ اس بات سے اپنی توہین محسوس کرے گی۔

"تو استاد۔ پھر میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"بس کھانا کھاؤ، عشق کرو اور عیش کرو۔"

"مگر وہ۔ تمہارا مذاق؟"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ لنچ کے بعد تم کیروشیا سے اپنا عشق اسٹارٹ کر سکتے ہو۔"

"تھینک یو ماسٹر، تھینک یو باس۔"

لنچ پر سینی ٹورا تنہا تھی۔ ظاہر ہے کیروشیا یہاں ایک ملازمہ کی حیثیت رکھتی تھی، اسے لنچ پر تو شریک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سردارے نے البتہ بے چین نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا تھا۔ لنچ خاموشی سے ختم ہوا اور اس کے بعد سینی ٹورا نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"پینتو ڈیر! تم آرام کرو اور مجھے مسٹر ایڈورڈ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"اوہ مس سینی ٹورا۔ یہ کیروشیا کہاں ہے؟"

"تم اس سے شام کو ملاقات کر سکتے ہو۔" سینی ٹورا نے خشک لہجے میں کہا۔

"اوہو مس ٹورا۔ میں نہیں، میرا دوست اس سے ملنا چاہتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" سینی ٹورا کے لہجے میں نمایاں تبدیلی تھی۔

"بشرطیکہ تمہیں اعتراض نہ ہو۔" میں مسکرایا اور سینی ٹورا بھی بے ساختہ مسکرا پڑی۔ اس نے دیوار میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور فوراً ہی ایک ملازمہ کمرے میں آ گئی۔

"یس مادام!"

"کیروشیا کو بھیج دو۔"

"جی۔" ملازمہ سر جھکا کر چلی گئی اور چند ساعت کے بعد کیروشیا کمرے میں آ گئی۔

"کیری۔ مسٹر پینتو کو لے جاؤ۔ اور ہاں انہیں اداس نہ ہونے دینا میں مسٹر ایڈورڈ سے کچھ ضروری گفتگو کر رہی ہوں۔"

"او کے۔ مادام۔" کیروشیا نے کہا اور سردارے منہ پھاڑے ہوئے اس کے ساتھ باہر نکل گیا۔ وہ بہت خوش ہو گیا تھا۔ سینی ٹورا نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"وہ ساری خوبیاں تمہارے اندر موجود ہیں جو ایک انسان کے انتہائی خطرناک ہونے کی نشاندہی کرتی ہیں۔"

"مثلاً؟"

"آؤ۔ یہاں سے اٹھیں، کمرے میں چلیں۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور ہم ڈائننگ ہال سے نکل آئے۔ سینی ٹورا مجھے لئے ہوئے اپنے بیڈ روم میں پہنچ گئی۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور مسہری پر جا گری۔ میں اس کے قریب ہی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں سینی۔ کون سی خوبیوں کی بات کر رہی تھیں؟"

"تم عورت پرست نہیں ہو۔"

"ہاں۔ عورت پسند ضرور ہوں، عورت پرست نہیں، مگر تم نے یہ بات کیوں کہی؟"

"صبح کیروشیا تمہیں پسند تھی۔" سینی ٹورا مسکرائی۔

"ایک عورت کی حیثیت سے؟" میں نے پوچھا۔

"ظاہر ہے وہ عورت ہے۔"

"سچ پوچھو ٹورا۔ تو وہ تمہارے عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ بحیثیت عورت تم نہایت بھرپور ہو، بس وڑی سی خامیوں کے ساتھ۔"

"اوہ۔ تم بے ایمان ہو، تم نے خود اظہار کیا تھا۔ کہ تم اسے پسند کرتے ہو۔"

"اچھی خاصی تھی۔ لیکن میں نے اسے بہت زیادہ اہمیت تو نہیں دی، ہاں، میرا ساتھی اس پر پھسل گیا ہے۔"

"بہرحال اب تمہارے کیا ارادے ہیں؟"

"سینی ٹورا۔ باز نہیں آؤ گی۔"

"کیا مطلب؟"

"مہمان بلا کر پوچھ رہی ہو کہ دوپہر کو پکنے کا کیا انتظام ہو۔ میری اپنی رائے کیا ہو سکتی ہے، ایک بار پھر تمہارے پاس آ گیا ہوں، جو کچھ تم چاہو گی، وہی پروگرام بن جائے گا۔"

"تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا ایڈورڈ؟"

"کسی سلسلے میں کوئی بھی اعتراض نہیں۔"

"تب پھر میں انتظامات کر رہی ہوں، تم تھوڑا سا مال لے کر سوئیڈن چلے جاؤ۔ صرف سمندر پار کرنا ہے، چیکنگ اچھی خاصی ہوتی ہے لیکن ہمارے لئے کافی آسانیاں فراہم ہو جائیں گی۔"

"اور تم۔ تم یہیں رہو گی؟"

"تم سوئیڈن سے واپس آ جانا، پھر دوسرا پروگرام بنائیں گے۔"

"تب مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"تو میں تیاریاں کر لوں؟" سینی ٹورا نے پوچھا۔

"ہاں، جو تم کرنا چاہو، کر لو۔ بہرحال میں تمہارا ملازم ہوں۔"

"اچھے ملازم ہو۔ نہ تنخواہ لیتے ہو، نہ حکم مانتے ہو، مرضی کے مالک، موڈی، ہونہہ۔" وہ محبوبانہ انداز میں بولی۔

"ہاں، موڈی، تنخواہ کی ضرورت ہو گی تو لے لیں گے۔" میں نے طویل انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

سینی ٹورا نے صوفے کی پشت سے گردن ٹکائی اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس انداز میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ درحقیقت بحیثیت عورت وہ بے پناہ پرکشش تھی، لیکن صرف اس وقت جب اچھے موڈ میں ہو۔ خدوخال، جب نرم ہوتے تھے تو بہت معصوم ہو جاتی تھی۔ لیکن جو کچھ وہ تھی میں اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے دھوکا نہیں کھا سکتا تھا۔

چند لمحات کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں۔ مجھے دیکھتی رہی اور پھر اس کے چہرے میں نما تبدیلی پیدا ہو گئی۔

"مسٹر ایڈورڈ۔ میں جانتی ہوں آئندہ آپ پوری ذمہ داری کا ثبوت دیں۔ اور اگر آپ خو میرے ساتھ تعاون پر آمادہ نہ پا سکیں تو مجھ سے تذکرہ کئے بغیر حرکت نہ کریں گے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کیا نے کسی ذہنی جذبے کے تحت دوبارہ آپ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اگر آپ کے ذہن میں یہ خیال ہے تو ا نکال دیں۔ بات صرف یہ تھی کہ آپ میرے مشاغل سے واقف ہو چکے ہیں۔"

پھر پٹڑی سے اتر گئی کمبخت۔ میں نے دل میں سوچا اور میں اس کی وجہ اچھی طرح جانتا تھ سینی ٹورا ان عورتوں میں تھی جو مرد سے نرم رویے کی طالب نہیں ہوتیں' انہیں پتھروں کے دور کا مرد پ ہوتا ہے' وحشی' جس کا ہر فعل درندگی لئے ہوئے ہو۔ جو عورت پر اس انداز میں جھپٹے جیسے بھیڑیا بھوک شکار پر۔ جدید دور کے نرم و ملائم' لچکتے ہوئے مرد' جدید نسل ہی کی لڑکیوں کو پسند آسکتے ہیں' حالانکہ دو صنفیں ایک دوسرے کے برعکس ہونی چاہئیں۔ مرد' کرخت' خشک رو۔ عورت' نرم' ملائم' پھول کی مان اور یہی عورت کی طلب ہوگی ہے۔

لیکن میں بھی سینی ٹورا کو اتنا ترسانا چاہتا تھا کہ وہ پاگل ہو جائے اور اس وقت بھی یہی عمل جاری ت وہ مجھ سے اس پیار کی طالب تھی' جو پچھلی رات میں نے اسے دیا تھا۔ لیکن اس وقت میں اس موڈ میں نہ تھا۔ چنانچہ سینی ٹورا کی درشتگی حق بجانب تھی۔

"بہت بہتر۔ آپ کے احکامات کی تعمیل ہوگی۔" میں نے مودبانہ انداز میں کہا اور کھڑا ہو گیا سینی ٹورا نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ میں کمرے سے نکل آیا۔ اپنے کمرے کے دروازے کے قر پہنچا تو سردارے کی آواز ابھری۔

"تم دنیا کی سب سے حسین عورت ہو' سب سے پرکشش۔ میں نے آدھی دنیا کی سیر کی ہے لیکن شبہ تمہارے جیسی پرکشش عورت روئے زمین پر نہیں مل سکتی۔"

"آپ کا تعلق ایشیا سے ہے' آپ کے باس نے یہی بتایا ہے۔"

"تعلق دنیا کے کسی خطے سے ہو' ہر خطے کے مرد' مرد ہوتے ہیں اور عورت' عورت۔" سردار نے خوبصورتی سے بات گول کرنے کی کوشش کی۔

"آپ کے چہرے پر بھی میک اپ ہے نا؟"

"اس۔ ہاں' میک اپ تو ہے۔" سردارے نے کہا۔

"پلیز آپ یہ میک اپ اتار دیں۔"

"اوہ' آخر کیوں؟"

"میں آپ کا اصلی چہرہ دیکھنے کی خواہشمند ہوں۔"

"چہروں سے کیا ہوتا ہے جان من۔ دل دیکھو' جس میں تمہاری صورت فریم ہو گئی ہے۔ ویسے میک اپ بھی اتار دوں گا لیکن بہرحال اس کے لئے باس کی اجازت ضروری ہوگی۔"

"اوہ مسٹر ایڈورڈ۔ واقعی انوکھے انسان ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"اگر تم ہیگی کی شکل ہی دیکھ لیتے تو تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ یقین کرو' کوئی بھاری ن ہی اس کے پیٹ پر گر جاتی تو اس کا یہ حال کر سکتی تھی۔ مسٹر ایڈورڈ بڑے انوکھے انسان ہیں۔"

"باس بہت انوکھا ہے۔"

"مگر تم انہیں باس کیوں کہتے ہو۔ کیا تم ان کے ملازم ہو؟"

"غلام ہوں اس کا۔ لیکن اسے پیار سے باس کہتا ہوں۔"

"یہ تمہارے اچھے ہونے کی دلیل ہے' جو تم کسی کے پیچھے بھی اس سے اتنا پیار کرتے ہو۔"

"تم مجھ سے پیار کر کے دیکھو' ساری زندگی نہیں بھولوں گا۔"

"بہت شریر......" اور کیروشیا کی آواز دب گئی۔ میں نے گہری سانس لی۔ اب کمرے میں بھی نہیں داخل ہو سکتا تھا۔ چنانچہ واپس چل پڑا۔ ایک بار پھر میں سینی ٹورا کے سامنے پہنچ گیا۔ اس پر وہی خشونت طاری تھی۔

"کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ایک بات پوچھنے حاضر ہوا تھا مادام!" میں نے ادب سے کہا۔

"پوچھو۔" اس نے بھنویں اٹھا کر کہا۔

"میں باہر جا سکتا ہوں؟"

"کہاں جاؤ گے؟"

"یہ نہیں بتا سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارا ساتھی بھی جائے گا؟" سینی ٹورا کسی قدر نرم لہجے میں بولی۔

"اس سوال کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" میرا لہجہ خشک ہو گیا۔

"کوئی وجہ نہیں ہے۔" سینی ٹورا پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

"جاؤں؟"

"جاؤ۔ یہ گاڑی کی چابی موجود ہے۔" سینی ٹورا نے ایک چابی میری طرف بڑھا دی۔

"شکریہ۔" میں نے چابی تھام لی اور باہر نکل آیا۔ کوئی خاص پروگرام نہیں تھا' بس یونہی آوارہ گردی کرنے کا موڈ تھا۔ خوبصورت سیاہ رنگ کی کار لے کر میں باہر نکل آیا اور کوپن ہیگن کی رنگین سڑکوں پر چل پڑا۔

انسانی قدروں کا باغی کوپن ہیگن جنس زدہ نوجوانوں کے لئے جنت سے کم نہیں تھا۔ قدم قدم پر عریانی سے بھرپور مناظر بکھرے پڑے تھے۔ جدھر منہ اٹھا چلتا رہا۔ اور پھر ایک خوبصورت چوک کے کنارے کار روک کر کھڑا ہو گیا۔ چوک میں رنگینیاں بکھری ہوئی تھیں' جوڑے مٹرگشت کر رہے تھے۔ پھر چوک پر سرخ رنگ کی ایک خوبصورت کار آکر رکی۔ اس سے سولہ سترہ سال کی ایک حسین لڑکی نیچے اتری۔ اس کے جسم پر سیاہ اسکرٹ تھا جس میں وہ بہت خوبصورت نظر آرہی تھی۔

لڑکی نشے میں چور تھی' اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ اس نے چوک کے درمیان کھڑے ہو کر ایک ہاتھ بلند کیا اور لڑکھڑاتی زبان میں کوئی تقریر کرنے لگی۔ کچھ راہ گیر رک کر اس کی تقریر سننے لگے۔ لڑکی آہستہ آہستہ پرجوش ہوتی جا رہی تھی۔ اس کی آواز تو سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن حرکات صاف نظر آ

رہی تھیں۔ اور پھر اس نے جوش کے عالم میں اپنا بلاؤز پھاڑ دیا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

مجمع بڑھ گیا تھا اس لئے اب وہ صاف نہیں نظر آ رہی تھی لیکن میں کار سے اتر کر اس کے جانے کی ہمت نہیں کر سکا اور پھر وہاں رکنے کو دل ہی نہ چاہا اور میں نے کار آگے بڑھا دی۔ نہ جان طبیعت پر ایک بوجھ سا ہو گیا تھا۔ بس بے مقصد سڑکوں پر گھومتا رہا۔ اور جب شام جھک گئی تو ایک ر میں آ بیٹھا۔

ابھی ایک میز پر بیٹھا ہی تھا کہ ایک سیاہ بالوں والی لڑکی نزدیک پہنچ گئی۔ "بیٹھ سکتی ہوں؟" ا دلاویز انداز میں پوچھا۔ دل تو چاہا کہ دھتکار کر بھگا دوں لیکن کچھ نہ بول سکا۔ اور جب وہ بیٹھ گئی تو م سوچا چلو تھوڑی سی تنہائی دور ہو جائے گی۔ اور میں نے اس کے ساتھ شرافت کا برتاؤ کرنے کا فیصلہ کیا

"کیا پئیں گی؟"

"پیک جوس۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں نے ویٹر کو دو پیک جوس کا آرڈر دے دیا۔ تھو کے بعد دو سرخ گلاس ہمارے سامنے سرو ہو گئے۔ نہایت عمدہ سروس تھی۔

"میرا خیال تھا آپ شراب طلب کریں گی۔"

"کوئی بات نہیں، آپ غلط بھی سوچ سکتے ہیں۔"

"ہاں۔" میں خواہ مخواہ ہنسنے لگا۔

"اور پھر اکیلے پینے میں لطف بھی نہیں آتا۔"

"میں نہیں سمجھا——" میں نے جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں آپ اس وقت بہت پئیں گے۔"

"خوب۔ کیسے جانتی ہیں؟"

"مجھے پراسرار علوم سے بے حد دلچسپی ہے۔ میں انسان کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتی ہوں۔"

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ کیا نام ہے آپ کا۔" میں نے پوچھا۔

"ڈرینی ہاور۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"میرے بارے میں بھی کچھ بتائیں۔"

"جو آپ پوچھنا چاہیں مسٹر نواز——" لڑکی نے کہا۔ اور اچانک گلاس پر میری گرفت ہو گئی۔ نواز۔ نواز۔ نواز۔ ایک ہی لفظ میرے کانوں میں گونج رہا تھا۔ لیکن میں نے چہرے پر کوئی تغیر آنے دیا۔ میں خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا اور وہ مسکراتی رہی۔

"آپ خود ہی بتا دیں مس ڈرینی۔" چند منٹ کے بعد میں نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ۔ کیا میں آپ کو اطلاع دوں مسٹر نواز کہ پرسوں رات 'غلام سیٹھ گلیمرس اسٹور میں کا انتظار کرے گا!" ڈرینی نے کہا اور میرے پورے بدن میں گرم گرم چنگاریاں دوڑنے لگیں۔ میں گ بھی نہ تھام سکا اور میں نے اسے آہستہ سے نیچے رکھ دیا۔ پھر میں نے سرسری نگاہوں سے چاروں ط دیکھا۔ اور پھر آہستہ سے بولا۔

"کون غلام سیٹھ۔؟"

"کچی شراب میووں سے بھی بنائی جاتی ہے۔" اس نے ایک کوڈ دہرایا۔ اور اب شبہہ کا کوئی

ں تھا۔

"کیا وہ کوپن ہیگن میں موجود نہیں ہے۔" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"اس وقت نہیں۔!"

"یہاں کب پہنچ رہا ہے؟"

"کل شام۔ یا پرسوں صبح۔ بہرحال پرسوں رات ساڑھے گیارہ بجے۔"

"اس کی حفاظت کا معقول بندوبست ہے کہ نہیں۔" میں آہستہ سے غرایا۔

"بعض معاملات میں میرا علم بھی میرا ساتھ نہیں دیتا۔ بہرحال جتنا علم تھا میں نے تمہیں بتا دیا۔ اب ں جوس پینے کے بعد یہاں سے اٹھوں گی کسی اور گاہک کو تلاش کروں گی یوں اظہار کرو۔ جیسے میرا تمہارا روابطے نہیں ہوا۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اسکی شکل دیکھتا رہا!

"اور ہاں۔ اگر کوئی میرے ساتھ بدتمیزی بھی کرے تو خیال نہ کرنا۔ یہ ضروری ہے۔ ویسے دل میں برے لئے برائی بھی مت رکھنا کیونکہ میں پیشہ ور نہیں ہوں۔" اس نے گلاس کا آخری گھونٹ لیا۔ پھر اس نے میرے گال کو بوسہ دیا اور ایک طرف بڑھ گئی۔

☆ ☆ ☆

میرے بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ اطلاع اس قدر اچانک اور اتنے انوکھے انداز میں ملی تھی کہ میں دنگ رہ گیا۔ ویسے تو یہ حقیقت تھی کہ غلام سیٹھ کے تربیت یافتہ لوگ کسی سے کم نہیں تھے۔ انتہائی ہات کے مالک۔ اب اس لڑکی کی مثال ہی لے لی جائے۔ اس سے عمدہ ترکیب کونسی ہو سکتی تھی کہ وہ کسی کال گرل کے انداز میں مجھ تک پہنچ سکے۔ اگر کوئی دیکھ بھی لے تو شبہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوپن ہیگن کے سارے ہوٹل ایسی لڑکیوں سے بھرے پڑے تھے۔ اور یہاں کوئی تنہا آدمی اگر ساتھی کی ضرورت محسوس کرتا تو اسے کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ اب وہ کسی دوسرے گاہک کو پھانسے گی۔

اور شاید شبہے کو بالکل ہی ختم کرنے کے لئے اس کے ساتھ رات بھی گذارے میں نے گہری نگاہوں سے پورے ہال کا جائزہ لیا۔ لیکن کوئی بھی میری طرف متوجہ نہیں تھا۔ سوائے ایسی چند لڑکیوں کے، جو چہرے ہی سے شکاری معلوم ہو رہی تھیں اور کسی گاہک کی تلاش میں تھیں۔ لیکن اس وقت تو ذہن ہی قابو میں نہیں تھا۔ خود کو پرسکون کرنے کے لئے کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، اعصابی تناؤ بے حد تھا۔ میں نے رومال سے چہرہ صاف کرتے ہوئے ویٹر کو اشارہ کیا۔ اور ویٹر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"وہسکی۔" میں نے کہا۔ اور وہ گردن جھٹک کر چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد اس نے وہسکی لاکر رکھ دی۔ شاید پوری زندگی میں پہلی بار میں نے وہسکی کی ضرورت محسوس کی تھی۔ کئی نیٹ پیگ پینے کے بعد کسی قدر سکون کا احساس ہوا۔ یہاں سے اٹھنے سے قبل میں خود کو نارمل کر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ کافی دیر تک بیٹھا رہا۔ اور جب احساس ہوا کہ اعصابی تناؤ تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ بس دل کے اندرونی گوشوں میں ایک سنسنی خیز کیفیت باقی ہے، تو میں نے ویٹر سے بل منگایا۔

ہوٹل سے باہر نکل کر کار میں بیٹھتے ہوئے۔ میں نے گلیمرس اسٹورز کے بارے میں سوچا۔ مقامی ایجنٹ ایک گھٹیا آدمی تھا۔ لیکن بہرحال اس وقت پوزیشن دوسری تھی۔ میں نے سوچا اسے ٹیلیفون کر لوں۔ گو یہ ایک خطرناک کام تھا۔ لیکن بہرحال تسلی کر لینا ضروری تھا۔ چنانچہ میں کار میں بیٹھ ایک پبلک کال

بوتھ کی طرف چل پڑا۔ میں نے سوچا تھا کہ ایک فون سینی ٹورا کو بھی کروں گا۔ تاکہ اگر میری نگرانی پر موجود ہے اور وہ سینی ٹورا کو اطلاع بھی دے تو وہ اندازہ لگالے کہ میں نے اسے فون کیا ہے۔

میں نے سکے ڈال کر گلیمرش اسٹورز رنگ کیا۔ اور دوسری طرف سے کسی لڑکی نے فون کیا۔

"مسٹر ڈکنز سے گفتگو کرنی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہولڈ آن پلیز۔" لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"ڈکنز۔" چند ساعت کے بعد ڈکنز کی آواز سنائی دی۔

"کچی شراب میووں سے بھی بنائی جاتی ہے؟"

"ہاں۔ لیکن اس میں ترشی ہوتی ہے۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔ جواب تسلی بخش تھا۔

"مسٹر ڈکنز۔!"

"کون ہو تم۔؟" دوسری طرف سے آواز غرائی ہوئی سی تھی۔ "کیا یہاں آکر نہیں مر سکتے تھے۔"

"سوری۔ بات ہی ایسی تھی۔"

"نمبر بتاؤ۔"

"افسوس ابھی تک کوئی نمبر نہیں مل سکا۔ ویسے آپ این ڈبلیو زیڈ سمجھ سکتے ہیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ شرمندہ ہوں جناب۔ میں سمجھا کوئی مقامی کارکن ہے۔" ڈکنز کی آواز میں بوکھلاہٹ تھی۔

"کوئی بات نہیں ہے۔"

"کیا اطلاع آپ تک پہنچ گئی۔؟" ڈکنز نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل۔ معاف کیجئے کوئی اور طریقہ سمجھ میں ہی نہیں آیا۔ بیشمار کارکن آپ کی مختلف تص لے کر پورے شہر میں پھیلے ہوئے ہیں۔"

"شیر کہاں دہاڑ رہا ہے؟"

"اس بارے میں نہیں معلوم۔ بس پرسوں شو ہو رہا ہے۔"

"کس وقت؟"

"ٹھیک نو بجے۔!"

"اوکے۔" میں نے فوراً فون بند کر دیا اور دوبارہ سکے ڈال کر سینی ٹورا کے رہائش گاہ کے نمبر ڈا کئے۔ اتفاق سے دوسری طرف سینی ٹورا ہی نے فون ریسیو کیا تھا۔ میں نے اس کی آواز پہچان لی۔

"خادم بول رہا ہے۔" میں نے چہکتی آواز میں کہا۔

"کہاں ہو ایڈورڈ۔؟"

"خوب۔ میری آواز پہچان گئیں۔؟"

"کیوں نہیں۔ مگر ہو کہاں۔؟"

"فی الحال تو ایک پبلک کال بوتھ میں ہوں۔"

"اوہ۔ فون کیوں کیا ہے۔؟"

"کوپن ہیگن کی حسین زندگی نے ذہنی کیفیت خراب کر دی ہے۔ رات کسی حسین جگہ گذارنا چاہتا ہوں۔ میں نے خود کو کبھی ایک متقی انسان ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ اور جب کوئی آواز نہیں آئی تو میں نے کہا۔ "ہیلو۔!"

"سن رہی ہوں۔"

"جواب چاہتا ہوں۔"

"کس حیثیت سے جواب دوں؟" سینی ٹورا کی آواز میں ہلکی سی خفگی تھی۔

"اس کا تعین خود کر لو۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"تو یوں سمجھو۔ تمہیں کسی بات سے نہیں روک سکتی۔ لیکن مناسب سمجھو تو ایک پیشکش کر سکتی ہوں۔"

"ضرور۔!"

"واپس آجاؤ۔ ہر قسم کے انتظامات یہیں ہو جائیں گے۔!"

"اوہ۔ واقعی۔؟

"وعدہ۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"اوکے۔" میں نے کہا۔ اور فون بند کر دیا۔ پھر کسی قدر مطمئن ہو کر وہاں سے نکل آیا۔ اعضا کی کھچاوٹ ختم ہو چکی تھی۔ بہرحال غلام سیٹھ کے بارے میں سن کر خوشی ہوئی تھی۔ پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ اس شخص سے کسی حد تک لگاؤ بھی ہے۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس لگاؤ کے بارے میں سوچا تو احساس ہوا کہ یہ شخص غلط لائنوں پر کام کرتا ہے۔ لیکن بہرحال میری زندگی کو اس نے بہت بڑا سہارا دیا ہے اور ہمیشہ مجھ سے مخلص رہا ہے۔ میں خود ہی بے نیاز انسان تھا لیکن اس نے کسی طرح میری حق تلفی نہیں کی اور میرے مفادات کا خیال رکھا۔ بلا مبالغہ اس نے مجھے شہزادوں کی سی زندگی بسر کرائی تھی۔ ہر جگہ میرے ساتھ پورا پورا تعاون کیا گیا تھا۔ اس نے مجھے حیثیت ہی وہ دی تھی کہ کہیں بھی چلا جاؤں دوسرے میرے احکامات کی تعمیل کریں۔ بہرحال ذہنی طور پر بلکہ لاشعوری طور پر میں غلام سیٹھ کو پسند کرتا تھا۔ اس پر پہلے کبھی غور نہیں کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میں واپس سینی ٹورا کی خوبصورت رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ سینی ٹورا اپنے کمرے میں میری منتظر تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا تھا۔

"کیا ہو گیا نواز۔ کیوں پٹڑی سے اتر گئے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"فضول بکواس۔ سب کچھ بکواس۔" میں نے ایک صوفے میں گرتے ہوئے کہا۔

"ارے۔ ارے۔ کس سے ناراض ہو گئے؟" سینی ٹورا خلاف معمول بڑے اچھے موڈ میں تھی۔

"ساری دنیا سے۔" میں نے برا سا منہ کہا۔

"چچ۔ چچ۔ کیا قصور ہو گیا دنیا بے چاری سے۔؟"

"بس خود میں اس طرح الجھا لیتی ہے کہ انسان گھن چکر بن کر رہ جاتا ہے۔ باہر حسن بکھرا ہوا ہے۔ قابل حصول۔ لیکن۔ ہم جیسے لوگوں کے لئے بے کار۔"

"کیوں۔ بے کار کیوں۔؟"

"بس دل نہ جلاؤ۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ دوسروں کے رحم و کرم پر۔ ایک طرف پولیس خواہ مخواہ پیچھے پڑ گئی ہے۔ دوسری طرف دوسری پابندیاں۔!"

"اوہ۔ تمہارے اوپر کوئی پابندی تو عائد نہیں کی گئی۔" سینی ٹورا نے کہا۔ "تم نے کچھ وعدہ کیا تھا؟"

"ہاں اور پورا کرنے کو تیار ہوں۔"

"پھر انتظار کس بات کا ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور سینی ٹورا نے ایک بیل بجادی۔ ایک خوبصورت سی لڑکی اندر داخل ہو گئی تھی۔

"کیا پوزیشن ہے۔؟"

"کام مکمل ہو گیا ہے، مادام۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"ایڈورڈ کو نہایت احترام کے ساتھ لے جاؤ۔ ان کے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور لڑکی میرے سامنے آکر جھک گئی۔ میں نے سینی ٹورا کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے کی کیفیات میرے لئے کافی دلچسپ تھیں۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے ذہنی کوفت ہو رہی ہے۔ میں لڑکی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ لڑکی میرے ساتھ چل رہی تھی۔ میں نے اس کی چال میں کافی دل کشی پائی۔ بہرحال وہ مجھے ایک دروازے کے قریب لے گئی اور پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔

دوسری طرف کافی بڑا اور روشن ہال تھا۔ ہال میں چھ لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک سے ایک خوبصورت۔ دلکش خدوخال۔ متناسب بدن۔ انہوں نے نیم عریاں لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ درمیان میں نہایت قیمتی صوفہ پڑا ہوا تھا۔ موٹا قالین بچھا ہوا تھا۔ بڑا ہی حسین منظر تھا۔

مجھے دیکھ کر وہ سب کھڑی ہو گئیں۔ میرے ساتھ آنے والی لڑکی مجھے ان کے قریب لے گئی۔ اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ ڈوبلہ مورتن۔ سینی جرکن۔ سولن بیکر۔ سونیلا بشکن۔ اس نے تمام لڑکیوں کا تعارف کرایا اور لڑکیاں تکریم کے انداز میں جھکتی رہیں۔

"یہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گی۔"

"بہت خوب۔ اور تم۔؟"

"مم۔ میں۔ جو آپ حکم دیں۔" میرے ساتھ آنے والی لڑکی گھبرا گئی۔

"اوکے ڈارلنگ۔ تب تم میرے ساتھی کو یہاں بھیج دو۔" میں نے لڑکی کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا وہ یہاں موجود ہے؟"

"جی ہاں۔ مس کیروشیا کے ساتھ ان کے کمرے میں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اس سے کہو تمہارا باس طلب کرتا ہے۔؟"

"بہت بہتر۔" لڑکی ہال سے نکل گئی۔ اور میں صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ صوفے پر بیٹھ کر میں نے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ سب کی سب دلچسپی سے میری طرف دیکھ رہی تھیں۔

"موسیقی۔" میں نے کہا۔ اور ایک لڑکی ایک دیوار کی طرف بڑھ گئی اس نے ایک نظر نہ آنے والے سوئچ کو دبایا۔ اور دیوار سے موسیقی منتشر ہونے لگی۔ نہایت خوبصورتی سے دیواروں میں اسپیکر چھپائے گئے تھے۔ پھر ایک اور لڑکی نے ایک دوسری دیوار کا بٹن دبایا اور بٹن کے نیچے دیوار کا ایک حصہ

ڈھکن کی طرح کھل گیا۔ خلا میں دنیا کی اعلیٰ ترین شراب کی بوتلیں اوپر سے نیچے تک چنی نظر آ رہی تھیں اور پھر وہ الماری اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھ آئی۔ خود کار ٹرالی تھی جو پہیوں پر لڑھکتی اسی طرف آ رہی تھی اور لڑکی اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ ٹرالی میرے بائیں سمت آکر رک گئی۔

"بہت خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کونسی پیش کروں جناب۔" لڑکی نے ٹرالی کے ایک حصے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"شراب۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تب پھر میں تمہیں ہی پیوں گا۔!" میں نے کہا۔

"حاضر ہوں۔" لڑکی نے سر جھکا دیا۔ بڑی دلکش ادا تھی۔ لیکن میرے ذہن میں تردد تھا۔ میں نے سینی ٹورا سے فرمائش تو کی تھی۔ لیکن وہ صرف فون کرنے کی بات تھی جو احتیاطاً کی گئی تھی۔ سینی ٹورا پوری سنجیدگی سے یہ سب کچھ کر دے گی اس بات کا مجھے خیال نہیں تھا۔ لیکن میں سینی ٹورا کی اس کیفیت سے بھی لطف اندوز ہو رہا تھا۔ جو اس کے اندر پیدا ہو گئی تھی۔ بہرحال میں زیادہ نہیں سوچ سکا۔ سردارے۔ ہال کے دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔ اس وقت تمام لڑکیاں میرے چاروں طرف بیٹھی ہوئی تھیں اور شاید میں دروازے کی طرف سے نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔

سردارے کا چہرہ ہونق ہو گیا۔ وہ احمقانہ انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سوالیہ نگاہوں سے ساتھ آنے والی لڑکی کی طرف دیکھا۔

"مسٹر ایڈورڈ۔" لڑکی نے میری طرف اشارہ کیا۔ اور سردارے دوڑتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"اوہ۔ باس۔ خدا کی پناہ۔ واقعی موجود ہو۔" اس نے مجھے دیکھ کر ٹھٹھکتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ یہ لڑکی تم سے مذاق کر سکتی تھی۔؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہا۔۔۔۔۔" سردارے ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "تم مجھے کبھی خوش نہ ہونے دو گے نوازے۔!"

"خیریت۔؟"

"کیروشیا کو تم نے جس فراخ دلی سے مجھے بخش دیا تھا' میں اس پر عش عش کر اٹھا تھا۔ لیکن میں نے سوچا تھا کہ شاید یہ ایثار صرف استانی کی وجہ سے ہے۔"

"کیا سوچ رہے ہو۔؟"

"بس یہی سوچ رہا ہوں ڈیئر سردارے۔ باس کے مقابلے میں تم اے گریڈ کے گدھے ہو۔" سردارے ایک ایک لڑکی کو گھورتے ہوئے بولا اور میں ہنس پڑا۔

"بیٹھو۔ اونٹ کی طرح منہ اٹھائے کیوں کھڑے ہو؟" میں نے کہا اور سردارے ایک گہری سانس لے کر بیٹھ گیا۔

"روزانہ چھ کا کوٹہ بندھا ہے استاد؟" سردارے نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"چھ صبح چھ شام۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو۔ دوپہر کو کیا کرتے ہو۔؟"

"قیلولہ کرتا ہوں۔ اور تمہاری اس بکواس کرنے والی زبان کا ماتم کرتا ہوں۔" میں نے اس کی پہ دھول جماتے ہوئے کہا۔

"بہرحال استاد۔ خوب ہو۔ مگر اس وقت مجھے کیوں بلایا تھا۔؟"

"کیا کر رہے تھے؟"

"کیروشیا کے اشعار سن رہا تھا۔ ویسے بہت چالاک ہو استاد۔ تمہیں پتہ چل گیا ہو گا کہ وہ شعر ہے۔" سردارے برا منہ بنا کر بولا۔ اور میں ہنس پڑا۔

"تو وہ شاعر ہے؟"

"کمبخت کے ایک شعر کی داد دیدی تھی۔ اب اس وقت تک پیٹھے پر ہاتھ نہیں رکھنے دیتی تک اس کی دو چار نظمیں نہ سن لو۔ ارے' یہ شاعر تمام جگہوں کے یکساں ہوتے ہیں۔ کم از کم اس جدید کے لوگوں سے تو ایسی توقع نہیں تھی" سردارے نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ اور میں ہنس دیا۔

"اگر شاعر ہے تو اس کے احساسات بھی لطیف ہوں گے۔ اتنی خوبصورت لڑکی۔ اور پھر احساسات کی مالک۔ تم تو بہت خوش نصیب ہو سردارے۔"

"استاد۔ خدا کے لئے اسے واپس لے لو۔ یا پھر اتنی مدد تو کر دو کہ اس کے اشعار تم سن لیا کرو اس کے بعد اسے میرے حوالے کر دیا کرو۔ بیشک حسین ہے۔ دلکش ہے لیکن شعر بھی تو سناتی ہے۔" سردارے کراہ کر بولا۔

"تم سے خوش ہے؟"

"کیوں خوش نہ ہو گی۔ مجھ جیسے مظلوم لوگ اسے کہاں سے ملیں گے۔" سردارے بے چارگی بولا۔

"تو تم سیر نہیں ہوتے؟"

"اس سے پہلے تھا۔ لیکن اب تمہارے عیش دیکھ کر پھر سے احساس کمتری کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ پھر آج رات یہیں گذارو۔"

"اوہ' سچ استاد۔" سردارے خوش ہو گیا۔

"ہاں۔ اس سے کیا کہہ کر آئے ہو۔؟"

"میں نے تو کچھ کہا نہیں۔ بس تمہارا بلاوا آ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں میرا انتظار کرے گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ جب تم نہیں جاؤ گے تو خود تھک ہار کر سو جائے گی۔"

"ہاں ہاں اور کیا۔ میں کیا اس کا شوہر ہوں جو جواب طلب کرے گی۔" سردارے نے کہا "تھوڑا سا نقصان ہو گیا۔ تھوڑی دیر پہلے ہی بلا لیتے استاد۔!"

"کیوں۔ نقصان کیوں ہو گیا؟"

"بس آخری نظم سنا رہی تھی جو بقول اس کے آج ہی ہوئی تھی۔ تین غزلوں کا نقصان ہو گیا۔ مطلب ہے کوٹے کی تین غزلیں سنا چکی تھی۔ خیر کوئی بات نہیں۔ کل کہہ دوں گا کہ صرف ایک سنائے۔ تین ادھار میں چکائے۔" اور میں پھر ہنس پڑا۔ کمبخت بڑا ہی مسخرہ تھا۔

"بڑے ابوالہوس انسان ہو۔ تمہارا کبھی دل ہی نہیں بھرتا۔"

"سچ استاد۔ نہ جانے لوگ ایک شادی کر کے زندگی کیسے گذار لیتے ہیں۔ اس ایک عورت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ گذارا کر سکتا ہوں۔" سردارے نے کہا اور میں نے ایک طویل سانس لی۔

"ٹھیک ہے سردارے۔ بس تم ان چھ کو لے کر چھ ماہ کے لئے کسی جزیرے پر چلے جاؤ۔"

"اوہ۔ ایک ایک کر کے دو استاد۔ ورنہ ایک ماہ بعد یہ سب واپس۔ مگر استاد مذاق اپنی جگہ' کیا یہ مادام سینی ٹورا واقعی ایسی ہی نیک دل خاتون ہیں۔ انہوں نے ہمارے لئے بہت کچھ کیا ہے' اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔"

"واقعی' واقعی۔ تو اس کی شان میں قصیدے لکھ دے۔"

"اوہ۔ شاعروں کی باتیں مت کرو استاد۔ طبیعت الٹنے لگتی ہے۔ سچ اس نے مرجانے کی حد تک بور کر دیا ہے۔"

"میں جاؤں سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"ایں۔ کہاں استاد۔"

"بس تو ان سب کو سنبھال۔"

"ارے نہیں استاد۔ اب ایسا بھی نہیں ایک آدھ تم بھی لے جاؤ۔" سردارے نے فراخ دلی سے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"بس پھر ٹھیک ہے۔ ان کا رقص دیکھیں گے۔ اور اس کے بعد انہیں رخصت کر دیں گے۔"

"ارے ارے۔ اس قدر دل بھر چکا ہے استاد۔ مگر تمہارا یار تو بھوکا ہے۔"

"تم بعد میں ان سب کو نگل جانا۔ مجھے اعتراض نہیں ہو گا۔" میں نے کہا اور پھر میں نے لڑکیوں سے رقص کی فرمائش کر دی۔ میرے حکم کی فوری تعمیل ہوئی۔ اور لڑکیاں مشرقی رقص کرنے لگیں۔

کافی دیر تک وہاں رہا۔ پھر سردارے کو ان کے حوالے کر کے واپس آ گیا۔ اور اپنے کمرے میں دبک کر آرام سے سو گیا۔ دوسری صبح کسی کی انگلیوں کے لمس سے آنکھ کھلی۔ خاصا دن چڑھ آیا تھا۔ آنکھیں کھولتے ہی سینی ٹورا کا چہرہ نظر آیا۔ دھلا دھلا' نکھرا نکھرا۔ مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر وہ مسکرا دی اور کمبخت کافی حسین نظر آئی۔

میں چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اٹھ گیا۔ "کیا وقت ہو گیا سینی؟"

"پونے دس۔" سینی ٹورا نے جواب دیا۔

"ارے بہت دیر ہو گئی مجھے۔"

"تم کون سے کسی کے ملازم ہو۔ کونسا تمہیں نوکری پر جانا ہے۔ اٹھو باتھ روم جاؤ۔ پھر ناشتہ کریں گے۔"

"ناشتہ ابھی نہیں کیا گیا۔؟"

"نہیں ـــــــ!"

"میری وجہ سے۔؟"

"ہاں۔ تمہاری وجہ سے۔"

"تب تو مجھے افسوس ہے۔ میں ابھی آیا۔" میں باتھ روم کی طرف دوڑ گیا۔ سینی ٹورا مسکراتی رہی

تھی۔ باتھ روم میں' میں نے زیادہ دیر نہیں لگائی۔ سینی ٹورا اسی جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے انداز انوکھی تبدیلی آئی تھی۔ بڑی نرم و ملائم نظر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں پیار کی پرچھائیاں تھیں۔

میں اس کے ساتھ ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اور سینی ٹورا میرے ساتھ بیٹھ گئی۔

"دوسرے لوگ۔ نیٹو وغیرہ۔" میں نے کہا۔

"وہ ناشتہ کر چکے ہیں۔"

"اوہ۔ صرف تم۔ میرا مطلب ہے تم نے ناشتہ کیوں نہیں کیا۔؟"

"اب اتنی بری بھی نہیں ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے شکایت آمیز انداز میں بولی۔

"کیوں؟ اس میں برا ہونے کی کیا بات ہے۔؟"

"تمہارے بغیر ناشتہ کیسے کر لیتی۔"

"آج ضرورت سے زیادہ اچھی لگ رہی ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اس کی وجہ ہے۔" سینی ٹورا آنکھیں بند کر کے ایک ادا سے بولی۔

"اوہ کیا؟"

"تم خود بھی تو پیارے انسان ہو۔!"

"اوہو ـــــ آج یہ احساس کیسے ہو گیا۔؟"

"تم نے دلایا ہے۔"

"بہت خوب۔ کس طرح۔؟"

"میں کیوں بتاؤں۔" سینی ٹورا نے کہا۔ درحقیقت آج تو وہ بالکل ہی بدل گئی تھی۔ میں سے ناشتہ کرتے ہوئے اسے دیکھتا رہا۔ خوبصورت تو وہ یقیناً تھی۔ بس اس کی جسامت اور خونخوا اسے عام لڑکیوں سے مختلف کرتی تھی' ورنہ اسے ایک دلکش لڑکی کہا جا سکتا تھا۔ آج وہ بالکل ایک عا لگ رہی تھی۔

"بتا بھی دو جانم۔"

"واقعی۔؟"

"ہاں۔"

"رات کو کیا ہوا تھا۔" سینی ٹورا نے کہا اور اچانک میرے ذہن میں سنسناہٹ ہونے لگی۔ نے اپنے اعصاب پر قابو رکھا تھا۔

"کیا ہوا تھا۔" میں نے انڈا نگلتے ہوئے کہا۔

"تم نے ان لڑکیوں کو کیوں ٹھکرا دیا۔؟"

"اوہ۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "کیا انہوں نے شکایت کی تھی۔؟"

"ہاں۔ انہوں نے اپنی زبردست توہین محسوس کی تھی۔ تم انہیں نچاتے رہے۔ کسی کی ط راغب نہ ہوئے اور آخر میں اپنے ساتھی کے حوالے کر کے چلے آئے اور آرام سے سو گئے۔"

"تب تو تمہیں مجھ سے ناراض ہونا چاہئے تھا۔"

"اگر تم انہیں قبول کر لیتے تو ناراض ہو جاتی۔"

"ارے کیوں۔؟"

"میں خود جو تمہیں چاہتی ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ اس کے بعد خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا۔ سینی ٹورا بھی خاموش تھی۔ یہاں تک کہ ناشتہ ختم ہو گیا۔ تب وہ کافی کا گھونٹ کر پیالی رکھتے ہوئے بولی۔ "کیوں' خاموش کیوں ہو گئے ایڈورڈ۔؟"

"بس تمہاری انوکھی فطرت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"انوکھے تو تم بھی ہو میری جان۔ ساری دنیا کے مردوں سے مختلف۔ دلیر اتنے کہ پہاڑوں سے ٹکرا تے ہو۔ طاقت ور اتنے کہ پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر سکتے ہو۔ اور پھر کسی چیز سے مرعوب نہیں ہوتے۔ سچ کہہ ی ہوں ایڈورڈ میں' مرد نام کی کسی چیز سے کبھی مرعوب' نہیں ہوئی۔ لیکن میں تمہارے سامنے اپنے بات میں ایک تبدیلی پاتی ہوں۔"

"کیا میں خوشی سے اپنی گردن کاٹ لوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ تم زندہ رہو گے۔ ہمیشہ ہمیشہ میرے لئے۔" سینی ٹورا نے کہا۔ کافی دیر تک سینی ٹورا رومانی موڈ طاری رہا۔ اور پھر وہ بولی۔ "آج کیا پروگرام ہے ایڈورڈ۔؟"

"کوئی خاص نہیں۔ تم بتاؤ۔"

"میں تمہیں جلد از جلد سوئیڈن روانہ کر دینا چاہتی ہوں۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"مجھے آج اس سلسلے میں مصروف رہنا ہو گا۔!"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی حسب معمول آوارہ گردی کروں گا۔" میں نے کہا۔ "اجازت ہے نا۔؟"

"مکمل ـــــ اب میں تمہاری طرف سے پوری طرح مطمئن ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ اور پھر ناشتے کے کمرے سے نکل آئے۔ سینی را اپنے کمرے میں چلی گئی اور میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ سردارے بے ایمان نہ جانے کہاں تھا۔ بہرحال سے تلاش کرنا بیکار تھا اور مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں اس معاملے میں رازداری سے کام لینا ہتا تھا۔ اسے کچھ بتانا ٹھیک نہیں تھا۔ لیکن میرے خیال میں سینی ٹورا کے ساتھ میرا یہ آخری دن تھا۔ اور ج کی رات آخری رات ہو گی۔

میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ لیکن آج کا دن اور محتاط گزارنا تھا۔ سارا دن فضول قسم کی آوارہ گردی رتا رہا۔ کوئی مقصد نہیں تھا۔ تعاقب کا خیال بھی رکھا تھا۔ لیکن شاید سینی ٹورا نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ وہ میری رف سے مطمئن ہو گئی تھی۔ یا پھر میں ہی غلط تھا۔ ممکن ہے اس کا تعلق انٹرپول سے نہ ہو۔ بہرحال مجھے کوئی اس کے ساتھ زندگی گزارنی تھی۔

شام کو میں واپس آ گیا۔ سینی ٹورا موجود تھی۔ لیکن اس کا موڈ بہت خراب تھا۔ مجھے بھی اس نے کی سپاٹ نگاہوں سے دیکھا جیسے شناسائی نہ ہو۔ میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ کئی ملازموں کو اس نے میرے سامنے ڈانٹا۔

"کیا بات ہے سینی ـــــ بہت تھکی تھکی ہو۔"

"ہاں۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"بہت مصروفیت رہی؟"
"براہ کرم اس وقت آرام کرو۔ میں بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" اس نے نخرہ
اور میرا خون کھول کر رہ گیا۔ تیری تو ایسی تیسی میں نے دل میں سوچا۔ میں خود تجھے کب گھاس ڈا
میں خاموشی سے اس کے کمرے سے نکل آیا۔ لیکن مجھے اس پر سخت غصہ آرہا تھا۔ نہ جانے کیا سم
خود کو الو کی پٹھی۔
رات کو کھانے کی میز پر بھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ سردارے موجود تھا اور حسب
خوش تھا۔ "استانی کہاں ہے استاد۔؟" اس نے پوچھا۔
"جہنم میں!" میں نے جواب دیا اور سردارے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔
"اوہو۔ کسی خاص مشن پر گئی ہے استاد یا ——" سردارے نے مسخرے پن سے پوچھا۔
"یار تم خاموش نہیں رہ سکتے۔"
"ہوا کیا ہے استاد۔" الجھے الجھے سے نظر آرہے ہو۔"
"سردارے ——" میں نے سرزنش کی۔ "میں خاموش رہنا چاہتا ہوں۔"
"رہو استاد۔ میں کب منع کر رہا ہوں۔ لیکن مجھے اس کی وجہ معلوم ہو جاتی تو ٹھیک
سردارے نے کہا اور میں اسے گھورنے لگا' تب وہ اسی طرح بولا۔ "اور نہیں بھی معلوم ہوئی تب!
حرج نہیں ہے۔ ہاں فرق ہی کیا ہے ——" وہ پوری طرح کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور میں
ٹھیک کرتا رہا۔
لیکن سینی ٹورا پر آج جتنا غصہ آیا تھا اس سے قبل کبھی نہیں آیا تھا۔ پل پل میں بدل جانے
عورت کے ساتھ تو چند لمحات بھی نہیں گزارے جاسکتے تھے۔ بہرحال اب مجھے اس کے ساتھ زیاد
گزارنا بھی نہیں تھا۔ لیکن۔ لیکن اس نے جس طرح توہین کی ہے۔ اس کا انتقام تو ضروری ہے۔ اسے
نہیں چھوڑنا چاہئے۔ میں نے خود بھی اس کے لئے قربانیاں دی ہیں۔ ورنہ.....
"استاد ——!" سردارے پھر بول پڑا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لے کر اسے د
ناراضگی کی وجہ تو بتا دو استاد۔" سردارے گڑگڑایا۔
"ارے۔ میں ناراض نہیں ہوں سردارے۔"
"پھر خاموش کیوں ہو۔؟"
"یار کھاتے وقت بولنے میں کافی دقت ہوتی ہے۔ اب تم کو کیا کہنا چاہتے ہو۔" میں۔
درست کرنے کی کوشش کی۔ اور سردارے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔
"اس سے قبل تو ایسا نہیں ہوا استاد۔ خیر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہو گا۔ ہاں۔ آج رات کا کیا پروگر
باس۔"
"کیوں۔ تم اس کی غزل پوری نہیں سنو گے۔؟"
"ضرور سنوں گا۔ لیکن گذری ہوئی رات تو اندر سبھا رہی۔"
"آج نہیں رہے گی۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔
"خیر۔ ٹھیک ہے۔ دوسری صورت بھی بری نہیں سوائے دو چار غزلوں کے۔" سردارے۔

رگی سے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ سردارے خوش ہو گیا تھا۔
سینی ٹورا کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا کہاں ہے۔ میں بھی اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ اور
ردارے غزل سنانے والی محبوبہ کے پاس۔ کمرے میں آکر میں نے لباس تبدیل کیا۔ اور مسہری پر دراز ہو
لیکن نہ جانے کیوں ذہن کھول رہا تھا۔ سینی ٹورا کے رویئے پر شدید غصہ آگیا تھا۔ کیا سمجھتی ہے خود کو
کی پٹھی۔ تب میں نے سوچا۔ کیا ضروری ہے کہ میں کل بھی اس کے پاس رہوں۔ صبح ہی غائب ہو جاؤں تو
یا حرج ہے۔ آج کے بعد تو اس سے ملنا نہیں ہے پھر کیوں نہ آج۔ کیوں نہ آج۔
گھڑی نے بارہ بجائے۔ اور میں اٹھ گیا۔ میرے ذہن میں بڑے خطرناک ارادے جنم لے رہے
مسئلہ صرف سردارے کا تھا۔ وہ بے وقوف نہ پھنس جائے۔ بہرحال اس وقت کوئی چیز مانع نہیں تھی۔
اپنے کمرے سے نکل آیا۔ اور سینی ٹورا کے کمرے کی طرف چل پڑا۔
اندر سے موسیقی کی آواز آرہی تھی۔ گویا سینی ٹورا جاگ رہی تھی۔ میں نے کی ہول کے اندر
انکا۔ گہری نیلی روشنی میں سینی ٹورا ایک آرام کرسی میں دراز تھی۔ اس نے شب خوابی کا باریک لباس پہنا
ا تھا۔ جس میں اس کے بدن کے سارے خطوط نمایاں تھے۔ بے حد حسین لگ رہی تھی وہ —— میں
ے دیکھتا رہا۔ اس کی انگلیوں میں لمبی سگریٹ دبی ہوئی تھی۔ اور چہرے سے ہی وہ پریشان معلوم ہو رہی
ی۔
میں نے دروازے پر دستک دی۔ اور اس نے پہلو بدل لیا۔ اس وقت اسے کسی کے آنے کی امید
یں تھی۔ میں نے دوبارہ دستک دی اور وہ کھڑی ہو گئی۔
"کون ہے؟" اس کی آواز ابھری۔ لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب اچانک وہ اٹھ گئی۔ میں
نے اسے ایک پستول اٹھاتے دیکھا۔ میں سنبھل گیا۔ پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ آئی۔ اور اطمینان سے
روازہ کھول دیا۔
"معذرت خواہ ہوں مادام ایک ضروری کام تھا۔" میں نے بھیڑ کی کھال اوڑھتے ہوئے کہا۔
"ایڈورڈ۔؟" وہ حیرت سے بولی۔
"ہاں مس سینی ٹورا۔"
"کیا وقت ہوا ہے؟" اس کی آواز میں پھر خشکی آگئی۔
"مجھے اندازہ نہیں مادام۔ بس ایک ضروری ——"
"میں اس وقت کچھ سننا نہیں چاہتی۔" اس نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔
"وہ۔ دراصل۔ میں۔" میں نے مسکین آواز میں کہا۔
"کہہ جو دیا۔ اس وقت کچھ نہیں سنوں گی۔" سینی ٹورا نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔
"آپ کی مرضی مادام۔ لیکن کام ایسا ہی تھا۔" میں نے مایوسی سے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگی۔ پھر
ں کے اندر تھوڑی سی تبدیلی ہوئی اور وہ پلٹتے ہوئے بولی۔
"یہیں رکو۔ میں گاؤن پہن لوں۔"
"یس۔ یس مادام۔" میں نے کہا اور وہ پلٹ پڑی۔ پستول والا ہاتھ لٹک گیا تھا۔ اور اس کے علاوہ
ں کچھ نہیں چاہتا تھا۔ دوسرے لمحے میں اس کے پیچھے اندر داخل ہوا اور اس کے پستول والے ہاتھ پر لات

رسید کردی۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جاگرا تھا۔ اور ظاہر ہے ہاتھ میں چوٹ بھی لگی تھی۔ وہ غرا کر پلٹی۔ میں حقارت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا کمینگی ہے۔" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔ میں اس کے نزدیک ہی تھا۔ دوسرے نے ہاتھ گھما دیا اور میرا ہاتھ کافی زوردار آواز سے اس کے گال پر پڑا۔ پھر میں نے اس کے بال پکڑ لئے

"ابھی بتاؤں گا تجھے کتیا۔ کہ یہ کیا کمینگی ہے۔" میں نے اسے دروازے کی طرف گھسیٹتے ہو اور پھر دروازے کو دھکا دیا۔ خودکار دروازہ لاک ہو گیا تھا۔ اب کمرہ ساؤنڈ پروف تھا۔ اور پھر میں ا سے پکڑے پکڑے کمرے کے وسط میں لے آیا۔

"چھوڑو۔ میرے بال چھوڑو۔" اس نے دو تین زوردار جھٹکے دیئے۔ اور میں نے اس چھوڑ دیئے۔ اس کی آنکھوں میں بھی خون اتر آیا تھا۔ "کیا چاہتے ہو۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔ لیکن اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ چند لمحے مجھے گھورتی رہی۔ پھر اچانک اس نے پستول کی طرف چھلا لیکن میں نے لپک کر اس کی کمر پکڑ لی اور اسے پوری قوت سے دھکا دیا۔ سینی ٹورا مسہری پر جا گری۔ نے پستول اٹھا لیا۔ پھر میں نے پستول کے چیمبر خالی کر دیئے اور اسے ایک طرف اچھال دیا۔ مسہری پر اسی طرح پڑی مجھے گھور رہی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا چاہتے ہو تم۔؟" اس نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔

"ایک بہت ہی ضروری کام ہے مادام۔" میں نے کہا۔ اور دوبارہ اس کے بال پکڑ لئے۔ اچانک پلٹ کر ایک ہاتھ میری کمر پر مارا۔ اور بال چھوٹ گئے۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر مسہری آ گئی تھی۔

"یہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہے۔" اس نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

"اطلاع کا شکریہ۔!" میں نے لاپرواہی سے کہا اور اس نے منہ سے دو تین آوازیں نکالیں ا پیر میرے پیٹ میں مارنے کی کوشش کی۔ لیکن یہاں جوڈو بھی چل رہی تھی اور اپنے استاد خدا بخ داؤ پیچ بھی۔ میں نے اس کی ٹانگ پکڑی اور اسے موڑ کر اسے اوندھا گرا دیا سینی ٹورا کا لبادہ اس ک پڑا تھا۔ اور نچلا بدن عریاں ہو گیا تھا۔ میں نے ایک زوردار تھپڑ اس کی کمر پر رسید کیا اور وہ چیخ کر اس نے اپنا لباس سنبھالنے کی کوشش شروع کر دی۔

"اٹھو۔" میں نے اس کے لبادے کے گریبان کو پکڑ لیا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں ا ہوئی۔ تب میں اسے اسی طرح پکڑے ہوئے مسہری تک لایا اور اچانک میں نے اس کے گریبان کو دار جھٹکا دیا۔ جھر۔۔۔۔۔۔ کی آواز کے ساتھ باریک کپڑا پھٹ گیا اور میں نے وحشیانہ انداز میں بار اس کے بدن سے کھینچ کر دور پھینک دیا۔

سینی ٹورا اب سہمی سہمی نظر آ رہی تھی۔ وہ مسہری پر اس طرح سمٹ گئی جیسے کوئی معصوم شکاری مرد کے چنگل میں پھنس گئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں ہراس نظر آ رہا تھا۔

لیکن میرے اوپر وحشت سوار تھی۔ میں نے اس کے اس انداز پر توجہ نہیں دی اور مسہ کے قریب بیٹھ گیا اور پھر میں نے اس کی گردن دبوچ لی اور اسے مسہری پر گرا دیا۔ سینی ٹورا کے حلق خوفزدہ آواز نکلی لیکن وہ آوازیں میں نے اپنے ہونٹوں میں دبا لیں اور گردن دبوچے دبوچے وحشیانہ

کا ایک اور بوسہ لیا۔ سینی ٹورا نے پھر میرے بازوؤں سے نکلنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے بستر میں ا دیا۔

اور اس کے بعد اس کی مدافعت سست پڑ گئی۔ اور بلاشبہ یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ میں اس اچھی ی عمر کی عورت کی زندگی کا پہلا مرد تھا۔ وہ واقعی انوکھی تھی۔ نہایت انوکھی۔ اس وقت مسہری پر پڑی ں جھکارہی تھی۔ بالکل اس انداز میں جیسے اس کی بینائی جاتی رہی ہو۔ ذہن ماؤف ہو گیا ہو۔

میرا اب یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ اس کے حواس میں آنے سے قبل یہاں سے نکل جانا بہرحال رہو گا۔ میں نے سوچا۔ اور لباس وغیرہ درست کر کے میں خاموشی سے نکل آیا۔ سردارے کیروشیا کی وش میں ہو گا۔ بہرحال اس وقت وہ اپنی مدد آپ کرے گا۔ میں اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔

اپنے کمرے میں آ کر میں نے لباس تبدیل کیا اور انتہائی خاموشی سے اپنے کمرے سے نکل آیا۔ ٹھی کے عقبی حصے سے نکل کر میں برق رفتاری سے چل پڑا میں اس علاقے سے بہت دور نکل جانا چاہتا ۔ نہ جانے کتنی دیر تک میں پیدل چلتا رہا اور پھر ایک نائٹ کلب کے قریب پہنچ گیا۔

کوپن ہیگن کی راتیں سونی نہیں ہوتیں اور یہاں رات گزارنے کے لئے کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ بھی نائٹ کلب میں داخل ہو گیا۔ اسٹیج پر ایک حسینہ لباس سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ اور اب سوچ رہی ی کہ ان بھوکے انسانوں کے سامنے اور کیا پیش کرے۔ کیا بدن سے کھال بھی اتار دے۔ لیکن کھال کے ے کا سرخ گوشت انہیں پسند بھی آئے گا یا نہیں۔! میں اس چمکدار بدن کو چمکتے دیکھتا رہا۔ پھر جسم بدلتے ہے۔ میں نے بیئر طلب کر لی تھی۔ نگاہیں اسٹیج پر تھیں لیکن ذہن خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ سینی ٹورا کل ری قوت سے مجھے تلاش کرائے گی۔ وہ ایک خونخوار شیرنی بنی ہو گی۔

چنانچہ اس سے بچنا ضروری تھا۔ اور اس کے لئے۔ اچانک میرے ذہن کے کچھ حصے روشن ہو گئے۔ ر ایک ترکیب سمجھ میں آ گئی تھی۔ میں نے اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے چاروں طرف نگاہیں ڑائیں۔ بیشمار شکاری لڑکیاں ہال میں موجود تھیں۔ لیکن مجھے ان میں بھی انتخاب کرنا تھا۔ اگر کیروشیا جیسی ی لڑکی مل گئی تو پھر فائدہ ہی کیا۔

تب میری نگاہ ایک دراز قامت' ایک کسی حد تک بدشکل لڑکی پر پڑی۔ ایک کونے میں اداس بیٹھی ریٹ پی رہی تھی۔ اس کا چہرہ اچھا نہ تھا لیکن بدن برا نہیں تھا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ یہاں بیشمار یاں اب بھی ایسی موجود تھیں جن کے بدن بھی اچھے تھے اور چہرے بھی لیکن وہ ابھی تک شکار سے محروم ہیں۔ چنانچہ اس لڑکی کا چانس تو مشکل ہی تھا۔

لڑکی اداس نگاہوں سے اسٹیج پر تھرکتی رقاصہ کو دیکھ رہی تھی۔ میں اسے گھورتا رہا۔ لیکن کافی دیر ہو ئی اور وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ تب میں نے ایک گذرتے ہوئے ویٹر کو اشارہ کیا اور ویٹر میرے یب پہنچ گیا۔

"سنو۔ وہ جو بیٹھی ہوئی ہیں انہیں میرے پاس بھیج دو۔" ویٹر نے گردن جھکائی اور اس لڑکی کے یب پہنچ گیا۔ لڑکی نے چونک کر مجھے دیکھا تھا۔ پھر وہ جلدی سے اٹھی اور میرے پاس پہنچ گئی۔

"ہیلو۔" اس نے کسی قدر متحیرانہ انداز میں کہا "مجھے ہی بلایا تھا آپ نے؟"

"ہاں۔ تشریف رکھئے۔" میں نے پر اخلاق انداز میں کہا۔

"شکریہ۔" وہ بیٹھ گئی۔ لیکن حیرانی اب بھی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

"آپ پریشان کیوں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"پریشان تو نہیں ہوں۔ ہاں تھوڑا سا تعجب ہے۔"

"کیوں؟"

"مجھے ایسی گفتگو نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن میں زیادہ خوبصورت نہیں ہوں اور تھوڑی سی پسند بھی ہوں۔ عموماً لوگ مجھ سے زیادہ خوش نہیں ہوتے۔" اس نے کہا۔

"حالانکہ یہ حقیقت پسندی تو سب سے بڑی دلکشی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"لوگ ہماری فطرت نہیں، صورت اور بدن کے شوقین ہوتے ہیں۔"

"کبھی کبھی غلط لوگوں سے واسطہ پڑ جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"دور سے آپ نے میری فطرت کیسے جان لی۔" وہ تو میرا انٹرویو لینے پر تل گئی تھی۔

"فطرت نہیں دیکھی، اداسی دیکھی تھی۔"

"اوہ۔ شکریہ۔ بہرحال میں آپ کی شکر گزار ہوں۔"

"جبکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ نے مجھ پر ترس کھایا۔ جبکہ آپ کو دوسری لڑکیاں بھی مل سکتی تھیں۔"

"نہیں۔ آپ ترس نہ کہیں۔ مجھے آپ کی سنجیدگی بہت پسند آئی تھی۔ آپ خاموش بیٹھی تھیں جبکہ دوسری لڑکیاں بڑے عامیانہ انداز میں لوگوں کو مخاطب کرتی پھر رہی ہیں۔"

"ہاں۔ یقین کریں۔ میں ایسا کبھی نہیں کرتی۔" اس نے گمبھیر آواز میں کہا۔

"نام کیا ہے آپ کا؟"

"سوسٹا۔ اس نے جواب دیا۔

"آپ مجھے ایڈی کہہ سکتی ہیں۔"

"شکریہ۔"

"کیا پئیں گی آپ؟"

"آپ کی مہمان ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مسکراتی اچھی لگتی تھی۔

"جو پسند کریں۔"

"بیئر ہی پلا دیں۔"

"اسکاچ لیں۔" میں نے محسوس کیا کہ وہ تکلف کر رہی ہے۔

"جیسی آپ کی مرضی۔" اس نے کہا اور میں نے اس کے لئے شیمپین منگوالی۔ شیمپین کے گھونٹ لیتے ہوئے وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ میں بیئر کے گھونٹ لیتے اسے دیکھتا رہا۔

"کہاں رہتی ہیں آپ۔؟" میں نے پوچھا۔

"اینگلبی میں، میرا چھوٹا سا فلیٹ ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"تنہا رہتی ہیں وہاں؟"

"ہاں۔ میں سوئیڈش ہوں۔ میری ماں اور چھوٹی بہن سوئیڈن میں ہیں۔"

"اوہ۔ آپ ان سے ملتی ہیں۔؟"

"جی ہاں۔ ہر ماہ پابندی سے چار دن ان کے ساتھ گزارتی ہوں۔ پہلی سے لے کر چار تاریخ تک۔ ریخ تک واپس آجاتی ہوں۔ میری ماں اور چھوٹی بہن میری فرم کے اس مہربان منیجر سے بہت خوش ہیں ایک ساتھ چار چھٹیاں دے دیتا ہے۔ گو مجھے ان کے بدلے اتوار کو بھی کام کرنا پڑتا ہے۔" اس نے تے ہوئے کہا۔

المیہ۔ میرے ذہن نے سوچا۔ بلاوجہ کسی کے نجی حالات کریدنے لگتا ہوں۔ ایسی باتیں سننے کو ملتی افسردہ کر دیتی ہیں۔ لیکن بہرحال ابتدا کر چکا تھا۔ بات آگے بڑھانی تھی۔

"تو آپ نے ان سے کہا ہوا ہے کہ آپ ملازمت کرتی ہیں۔؟"

"ہاں۔" اس نے شیمپین کا ایک بڑا سا گھونٹ لے کر کہا۔

"آپ نے ملازمت کی کوشش کی۔؟"

"پھر۔؟"

"نقصان وہ کاروبار ہے۔ پیسے بھی کم ملتے ہیں۔ وہاں بھی تو یہی سب کچھ کرنا ہوتا ہے۔ نہ اپنی گزر ہے نہ ہی ماں اور بہن اچھی زندگی گزار سکتی ہیں۔" اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ بلاوجہ ذہن پر ا ہو گیا تھا۔ لیکن اب اتنے کمزور دل کا مالک بھی نہیں رہا تھا۔ یہاں تو قدم قدم پر ایسی ہی المناک سننے کو ملتی ہیں۔ ان کہانیوں سے فرار کہاں تک۔ ہنستے، مسکراتے چنچل چہروں کے پیچھے، جو زندگی اور ے بھرپور نظر آتے ہیں، نہ جانے کتنی المناک تحریریں چھپی ہوتی ہیں۔ کتاب کا ورق ہی کیوں کھولا ۔ ہم ان کہانیوں کو مٹا نہیں سکتے۔ میں نے بیرے کو بلا کر بیئر اور طلب کرلی۔ اور اس کے لئے پین منگوائی۔

"نہیں۔ میرے لئے بس۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اوہ۔ کیوں؟"

"اس سے زیادہ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ ہاں کچھ کھاؤ گی؟"

"نہیں۔ میں تھوڑی دیر پہلے کھا چکی ہوں۔"

"یہاں سے اٹھیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"جیسی آپ کی مرضی۔ لیکن آپ نے تو بیئر منگوائی ہے۔"

"ساتھ لے چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"کیا تمہارا فلیٹ پناہ دے گا۔؟"

"کیوں نہیں۔"

"ویری گڈ۔ تب پھر بیرا آجائے۔ چلتے ہیں۔" میں نے کہا۔ اور اس نے گردن ہلا دی۔ بیرے کے ی میں نے بل طلب کیا اور پھر بل ادا کر کے ہم دونوں اٹھ گئے۔

"گاڑی ہے آپ کے پاس؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن باہر ٹیکسیاں موجود ہیں۔" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر
ایک ٹیکسی ہمیں لے کر چل پڑی۔ اینگلی چھوٹے فلیٹوں کا ایک معمولی سا علاقہ تھا۔ سوٹیا
عمارت کے سامنے ٹیکسی رکوادی۔ میں نے بل ادا کیا اور سوٹیا اطمینان سے میرے ساتھ چل پڑی۔
کے دروازے پر ایک بلب روشن تھا۔ اس میں لفٹ وغیرہ نہیں تھی۔ لیکن ہمیں دوسری منزل تک
دوسری منزل کے ایک فلیٹ کے سامنے رک کر سوٹیا نے تالا کھولا اور پھر اندر داخل ہو کر بتی جلادی۔

"آیئے۔" اس نے پر اخلاق انداز میں کہا اور میں فلیٹ میں داخل ہو گیا پورے فلیٹ
کمرے تھے جن میں سے ایک ڈرائنگ روم تھا۔ سوٹیا نے ڈرائنگ روم کھول دیا اور میں اندر داخل
غربت، لیکن صفائی پسندی کا مظہر تھی یہ کمرہ۔ سوٹیا نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کی پیشکش کی اور میں
میرے نزدیک ہی بیٹھ گئی تھی۔

"کیا خدمت کروں آپ کی؟" اس نے کہا۔

"بیئر پئیں گے۔" میں نے کہا اور وہ بیئر کی بوتل کھولنے لگی۔ پھر اٹھتی ہوئی بولی۔ "میں
آؤں۔"

"نہیں۔ یہاں نہیں۔" میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔

"پھر——؟" وہ مسکرائی۔

"بیڈ روم میں۔" میں نے جواب دیا۔ اور اس نے شرمائے ہوئے انداز میں گردن ہلا
شرماہٹ مصنوعی ہی سہی، لیکن اس وقت بہت دلکش محسوس ہوئی تھی۔ میں اٹھ گیا۔ اور وہ میرے
روم میں داخل ہو گئی۔ یہاں ایک ڈبل بیڈ تھا اور دو تین کرسیاں۔ ایک رائٹنگ ٹیبل اور ا
کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور سوٹیا میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔ اس نے میرے جوتوں کی طرف ہا
اور میں چونک پڑا۔

"ارے نہیں۔ میں اتارے لیتا ہوں۔" میں نے پاؤں کھینچتے ہوئے کہا۔

"پلیز اس نے عجیب انداز میں کہا اور میں نے پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ تب اس نے
میرے جوتے اتارے۔ انہیں ایک طرف رکھ دیا۔ پھر میری قمیص کے بٹن کھولنے لگی۔ نہ جانے
کاموں میں کون سا جذبہ پنہاں تھا۔ بہرحال میں نے عجیب کیفیت محسوس کی اور پھر اس نے میرا ہاتھ
بستر پر بٹھا دیا۔ اور ایک ریشمی چادر میں چھپا دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بال کھول دیئے۔
الماری کے قریب گئی اور اس میں سے سرخ رنگ کا ایک نائٹ گاؤن نکالا۔ اس کے بعد اس
میری طرف دیکھا اور اپنا لباس اتارنے لگی۔ پورا لباس اتارنے کے بعد اس نے گاؤن پہنا۔ اس
جسم کے بارے میں، میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا۔ بلاشبہ نہایت سڈول اور حسین بدن تھا۔

اس کے بعد وہ گلاس لے کر میرے پاس آگئی۔ اور پھر اس نے گلاسوں میں بیئر انڈیلی
میرے پاس فرج نہیں ہے۔ نہ ہی برف پیش کر سکوں گی۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ اب تو بیئر کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔" میں نے مسکرا
اور وہ بھی آہستہ سے مسکرادی۔ پھر اس نے بیئر کے دو گلاس بھرے اور ایک مجھے پیش کر دیا۔
کے گلاس کے ساتھ اسے بھی اپنی آغوش میں گھسیٹ لیا۔ اور وہ خاموشی سے میرے پہلو میں لیٹ

رات کا آخری پہر تھا۔ لیکن آخری پہر کی کہانی خوب رہی۔ سوٹیا کافی دلکش لڑکی تھی اسے دل
کے ڈھنگ آتے تھے۔ پھر شاید صبح ہونے کو تھی جب آنکھ لگ گئی اور جب جاگا تو بارہ بج رہے تھے۔
ت ہوئی اور خوشی بھی کہ اب تک کافی وقت گویا آدھا دن سکون سے گذر گیا تھا۔ سوٹیا شاید کچن میں

میں نے بدن پر چادر لپیٹی اور باہر نکل آیا۔ سوٹیا کو شاید قدموں کی آہٹ مل گئی تھی۔ وہ کچن سے
۔ اور مجھے دیکھ کر ہنس پڑی۔

"جاگ گئے آپ۔؟" اس نے پیار بھرے انداز میں کہا۔

"جی۔"

"تو پھر باتھ روم جایئے۔ باہر کیوں نکل آئے؟"

"تمہیں دیکھنے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ وہیں کمرے میں دیکھ لیں۔ میں ابھی آئی۔" اس نے کہا۔ اس کے چہرے سے مسرت ٹپک
ی۔ میں واپس آگیا۔ ایک بار پھر دل کو دھچکا سا لگا تھا۔ بے چاری۔ نہ جانے کیا محسوس کر رہی ہے۔
ہے۔ ویسے اس کے انداز سے گھریلو پن ٹپک رہا تھا۔ کاش اسے کوئی مناسب گھریلو زندگی مل جائے۔
میں اس کے لئے کیا کر سکتا تھا۔

غسل سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو اس نے رائٹنگ ٹیبل کو ڈائننگ ٹیبل بنا دیا تھا۔ کئی چیزیں بنا ڈالی
س نے سب کی سب لذیذ۔ یہ ناشتہ نہیں تھا بلکہ دوپہر کا کھانا ہی تھا۔ بھوک بھی خوب زوردار لگ
ی۔ ڈٹ کر کھایا اور پھر کافی پینے سے بدن کی ساری کسل دور ہو گئی۔

کھانے سے فارغ ہو کر میں نے سوٹیا کی طرف دیکھا اور وہ مسکرادی۔ "ایک ایسا سوال کروں گا سوٹیا
تمہیں ناگوار بھی گذرے۔" میں نے کہا۔

"کریں۔" اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات بھی گئے۔

"کیا اپنے سارے مہمانوں کے ساتھ تم اتنا ہی اچھا سلوک کرتی ہو۔؟"

"یہ کیوں پوچھ رہے ہیں آپ؟" اس نے کسی قدر افسردہ آواز میں پوچھا۔

"جواب نہ دو گی۔؟"

"مجھے بھی تو بتائیں آخر آپ کیوں کر پوچھ رہے ہیں۔؟"

"میں نے تمہارا آدھا دن ضائع کر دیا۔" میں نے کہا۔

"براہ کرم ایسا نہ کہیں۔ ہم بھی تو انسان ہی ہیں، انسان کی محبت کے پیاسے۔ آپ کے اس اپنائیت
انداز سے عجیب سی خوشی محسوس ہو رہی ہے اور پھر مہمان تو بڑی حیثیت رکھتے ہیں، اگر آپ
ری نقصان کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں تو ہمارا کاروبار اسی وقت رات کو شروع ہوتا ہے۔" اس
بجے میں ہلکی سی تلخی آگئی تھی۔

"سوری سوٹیا، میں معذرت خواہ ہوں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔
مجھے واقعی افسوس ہوا تھا، بہرحال میں نے زیادہ توجہ نہیں دی اور آہستہ سے بولا۔ "میں شام تک

یہاں رہوں گا سویٹا' تم آج کا دن بھی میرے ہی ساتھ سمجھو۔"

"آپ جب تک دل چاہے یہاں رہیں اور ایسی کوئی بات نہ سوچیں۔" اس نے جواب آٹھ بجے تک میں اس کے ساتھ رہا۔ اس لڑکی کے کسی انداز سے یہ بات نہیں ٹپکتی تھی کہ وہ کو لڑکی ہے۔ ہر جنبش ہر انداز میں گھریلو پن تھا۔ شام تک اس کے ساتھ نہایت عمدہ وقت گذرا اور اس سے اجازت چاہی۔

سویٹا نے عجیب سے انداز سے مجھے دیکھا اس کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا تھا۔ "را رکیں گے۔؟"

"مصروف ہوں سویٹا۔ ورنہ تمہارے پاس سے جانے کو دل نہیں چاہتا۔"

"پھر کبھی آئیں گے؟"

"وعدہ نہیں کرتا۔ اور سنو رات کے دھوکے میں نہ آیا کرو۔ اندھیرے میں آنے وا نہیں ہوتے۔ دوبارہ ان کا انتظار کبھی نہ کرنا' بہتری اسی میں ہے۔"

سویٹا نے سر جھکا لیا' میں نے نوٹوں کی ایک بڑی گڈی نکالی اور میز پر رکھ دی۔ "خدا میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ اس کے فلیٹ کی آخری سیڑھی پر قدم رکھنے کے بعد میں اسے بھ سے زیادہ یاد رکھنا ممکن بھی نہ تھا اور اب میرے ذہن میں گلیمرش اسٹورز تھا۔ ساری نگاہو وہاں پہنچ جانے کی خواہش تھی۔ چند ہی قدم چل کر میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی آکر رک گئی۔ اندر بیٹھنے کے بعد میں نے ڈرائیور کو گلیمرش اسٹورز کے نزدیک ایک جگہ ٹیکسی چل پڑی۔

گلیمرش اسٹورز سے تھوڑے فاصلے پر اتر کر میں نے بل دیا اور پھر سست قدموں گیا۔ انداز چہل قدمی کا سا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں گلیمرش اسٹورز کے سامنے تھا۔ تبھ میرے نزدیک سے گذرا اس نے میرے شانے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا تھا۔

"براہ کرم عقبی راستہ استعمال کریں۔" وہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اور میں ٹھٹھک سڑک کی طرف رخ کر لیا تھا اور اس انداز میں سڑک کی طرف دیکھنے لگا جیسے ٹیکسی کی تلاش ہ تیز نگاہیں قرب و جوار میں موجود لوگوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کسی کی توجہ نہ پا کر میں گلیم کے عقبی حصہ کی طرف چل پڑا۔ ایک پتلی سی گلی میں اس عمارت کا عقبی دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا میں بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ اسی وقت ایک آدمی میرے قریب پہنچا۔ "مسٹر نواز

"ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"براہ کرم تشریف لائیے۔" اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ عمارت کی اوپری منزل ہال تھا جس میں چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈکنز بھی ان میں شامل تھا۔ ان سب نے اٹھ کر میرا اور پھر دوسرے لوگوں کی طرف مڑ کر بولا۔ "مسٹر نواز اصغر۔!"

"اوہ۔" بہت سی آوازیں نکل گئیں۔ ان سب نے متحرانہ انداز میں مجھے دیکھا تھا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر نواز صاحب۔"

"بڑی کہانیاں سنی ہیں آپ کی۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"تشریف رکھئے نواز صاحب۔"

"شکریہ۔" میں بیٹھ گیا۔ اور پھر میں نے ڈکنز سے پوچھا۔ "غلام سیٹھ کس وقت آئے گا۔؟"

"ٹھیک گیارہ بجے۔" ڈکنز نے جواب دیا۔

"اوہ۔ پھر آپ لوگ بہت جلد جمع ہو گئے۔"

"دراصل سب سسپنس میں مبتلا تھے نواز صاحب۔ آپ بھی تو بہت جلد آ گئے۔" چند لوگ سکراتے ہوئے بولے۔

"ہاں۔ لیکن آپ کے وطن میں میرے لئے بہت مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ مسٹر ڈکنز گروہ کے ب سے محتاط انسان ہیں۔ موجودہ صورت حال میں انہوں نے میرے ساتھ تعاون مناسب نہیں سمجھا۔ اس لئے میں کافی الجھنوں میں رہا۔"

"اوہ۔ مسٹر نواز۔ مسٹر نواز۔ براہ کرم ایسا کوئی خیال ذہن میں نہ لائیں۔ میں نے۔ میں نے ......"

"میں نے تو یونہی کہا ہے مسٹر ڈکنز۔ مطمئن رہیں غلام سیٹھ کے سامنے اس بات کا تذکرہ نہیں ہو ا۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"مجھے سخت افسوس ہے۔ مجھ سے کچھ کوتاہیاں ہو گئیں۔ میں سخت شرمندہ ہوں۔" ڈکنز بوکھلا گیا ا۔ پھر اس نے لجاجت سے کہا۔ "میرا خیال ہے ڈنر کر لیا جائے۔"

"ابھی تو بہت وقت ہے مسٹر ڈکنز۔" ایک آدمی بولا۔

"جیسی آپ سب لوگوں کی رائے کیوں نواز صاحب۔؟"

"ٹھیک ہے مسٹر ڈکنز۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ پھر ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں۔ آہستہ آہستہ سب لوگوں سے تعارف ہو گیا۔ اور ہم بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے۔ پھر ہم کھانے کی میز پر پہنچ ئے۔ میز پر میرے سامنے مسٹر ہاورڈ گومز بیٹھے ہوئے تھے۔ بھاری بدن کے معمر آدمی تھے۔ اسپیشل ڈیوٹی کرتے تھے۔ اور اکثر دوسرے ملکوں میں رہا کرتے تھے۔ کھانا شروع ہو گیا تھا۔ اور یہ بالکل اتفاق تھا کہ میری گاہ مسٹر گومز کے اس ہاتھ پر جا پڑی جس سے وہ ایک ڈش سے اپنی پسند کی چیز نکال رہے تھے۔ میں نے دیکھا ن کی انگلی کے پورے کی کھال لٹکی ہوئی ہے۔ بظاہر کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن نہ جانے کیوں میرے ہن کو یہ بات کھٹک گئی۔ کیا مسٹر گومز دستانہ پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا۔ حالانکہ ایسا کوئی احساس نہیں رتا تھا۔ ان کے ہاتھ پر بڑے بڑے بال تھے۔ لیکن لٹکی ہوئی کھال جس کی طرف مسٹر گومز نے خود بھی توجہ ہیں دی تھی۔ پھر سب لوگ کھاتے اور گفتگو کرتے رہے۔ لیکن میرا ذہن مسٹر گومز کی لٹکی ہوئی کھال میں ھنسا رہا۔ اور میرا ذہن تیزی سے فیصلے کرنے لگا۔ کھانے کے بعد ہم اس کمرے سے اٹھ گئے۔ دس بج چکے تھے۔ ہم واپس اس ہال کی طرف چل پڑے جہاں پہلے بیٹھے ہوئے تھے۔ راستے میں میں نے اچانک ڈکنز سے لہا۔

"مسٹر ڈکنز ——— میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔ ہاں فرمائیے۔"

"یہاں نہیں۔ کسی تنہائی کی جگہ میں۔ میرا خیال ہے آپ لوگ محسوس نہیں کریں گے۔"

"نہیں نواز صاحب۔ آپ کی پوزیشن بہرحال ہم سے سینئر ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کچھ ذاتی سی بات چیت ہے۔"

"ہاں۔ ہاں کوئی حرج نہیں ہے۔" سب نے کہا۔ اور ڈکنز نے بھی ان لوگوں سے ایکسکیوز پھر میرے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ اس کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔

"میرا خیال ہے یہ عمدہ جگہ ہے مسٹر نواز۔"

"اور آگے آجایئے۔" میں نے کہا اور اس کے چہرے پر سنسنی پھیل گئی۔

"غالباً کوئی بہت اہم بات ہے مسٹر نواز۔"

"ایسی اہم بھی نہیں۔" میں نے ایک جگہ رکتے ہوئے کہا۔

"فرمایئے۔" مسٹر ڈکنز نے کہا۔

"مجھے پستول اور فالتو راؤنڈ چاہئیں۔ میرا خیال ہے تمہارے پاس پستول ضرور ہوگا۔"

"جی ہاں۔ آیئے۔" ڈکنز نے کہا۔ اور پھر کسی دوسرے سوال کے بغیر ایک کمرے میں پہنچ پستول نکالا اور میرے حوالے کر دیا۔ اس کے علاوہ اس نے کارتوسوں کے دو پیکٹ بھی مجھے دے دیئے۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر ڈکنز۔" میں نے پستول چیک کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن مسٹر نواز۔ براہ کرم یہ تو بتا دیں کہ اس کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔؟"

"میں سوچ رہا ہوں غلام سیٹھ کے آنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی ہے۔"

"جی ہاں۔ پھر۔؟"

"کیوں نہ ہم اس دوران کچھ کام کر لیں۔"

"ضرور۔ لیکن......" ڈکنز کا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔

"یہاں اس عمارت میں آپ کے پاس کتنے ایسے آدمی ہیں جن پر آپ کو پورا بھروسہ ہو۔؟"

"دس بارہ افراد موجود ہیں۔" ڈکنز نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔

"کیا وہ سب مسلح ہیں۔؟"

"جی ہاں۔"

"اور آپ کو ان پر پورا بھروسہ ہے۔؟"

"وہ یہیں رہتے ہیں جناب۔"

"میں آپ سے کوئی درخواست کروں گا تو آپ مان لیں گے؟"

"دل و جان سے آپ حکم دیں۔"

"تب آپ انہیں طلب کر لیں۔" میں نے کہا۔ اور ڈکنز نڈھال ہو گیا اس نے ایک بٹن دبا دیا اور ایک آدمی اندر آگیا۔

"جارج سے کہو اپنے آدمیوں کو لے کر یہاں آجائے۔"

"یس سر۔" اس نے گردن جھکائی اور باہر نکل گیا۔

"کیا آپ اب بھی نہیں بتائیں گے مسٹر نواز۔"

"کہہ چکا ہوں کہ کوئی خاص بات نہیں ہے ڈکنز۔ کیا تمہارے پاس ایمونیا کا سیال موجود

"ایمونیا۔" ڈکنز اچھل پڑا۔

"ہاں ڈکنز۔ تم پہلے میرا چہرہ دیکھو پھر میں تمہارا۔ تاکہ ہم ایک دوسرے پر تو بھروسہ کر سکیں۔ ممکن ہے کوئی خاص بھیڑ بھی ہم میں شامل ہو گئی ہو ہم انٹرپول کی کوششوں کو تو فراموش نہیں کر سکتے۔"

"اوہ۔" ڈکنز سکتے میں آگیا۔ وہ منہ پھاڑے کھڑا رہا۔

"ایمونیا مل سکتی ہے۔؟"

"میں ابھی لاتا ہوں۔ اتفاق سے موجود ہے۔" اس نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ پھر وہ بارہ خطرناک آدمیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا ایمونیا میرے چہرے پر استعمال کیا گیا۔ پھر میں نے ڈکنز کے چہرے کا بھی جائزہ لیا۔ ظاہر ہے دونوں ٹھیک تھے۔

"اب سنو ڈکنز۔ ہمیں ایک ڈرامہ کھیلنا ہے۔"

"جی ــــ فرمایئے۔" ڈکنز نے کہا۔

"ان کا انچارج کون ہے۔؟" میں نے ڈکنز کے آدمیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جارج ــــ آگے آؤ۔" ڈکنز نے حکم دیا۔ اور ایک قوی ہیکل آدمی آگے آگیا۔ "یہ ان کا انچارج ہے۔"

"تم لوگ نقابوں میں چہرے چھپا لو اور دس منٹ کے بعد ہال میں اچانک گھس آؤ۔ ہم سب کو پستول سے کور کر لو۔ اور پھر غلام سیٹھ کے نام پر ہم سب سے اسلحہ لے لو تم کہو گے تم اسپیشل برانچ کے آدمی ہو۔ اس کے بعد تم ایمونیا سے سب کے چہرے دھلواؤ۔"

"بہت بہتر جناب۔" جارج نے جواب دیا۔

آیئے مسٹر ڈکنز۔" میں نے کہا اور ڈکنز میرے ساتھ نکل آیا۔

"آپ کے بارے میں جو کچھ مشہور ہے جناب بلاوجہ نہیں ہے۔ لیکن ذاتی طور پر آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں؟"

"ہوں ــــ؟ پوچھو۔"

"کیا آپ کو کسی خاص آدمی پر شبہ ہے؟"

"یوں سمجھ لو ــــ ہاں"

"کون ــــ پلیز ــــ" ڈکنز گھگھیا گیا۔

"خود کو کنٹرول کر سکو گے۔؟"

"ہاں۔ آپ مطمئن رہیں۔"

"تب میں صرف ایک آدمی کی نشاندہی کر سکوں گا۔"

"کون ــــ؟" ڈکنز نے اشتیاق سے پوچھا۔

"مسٹر ہاورڈ گومز۔" میں نے جواب دیا۔ اور ڈکنز چلتے چلتے رک گیا۔ پھر چل پڑا۔

"آپ نے یونہی کہہ دیا ہوگا۔" اس نے کہا۔

"بس اب خود کو نارمل کر لو۔" میں نے کہا۔ اور ہم دوبارہ ہال میں داخل ہو گئے۔ ہال میں لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے تھے ہمیں دیکھ کر ایک لمحے کے لئے خاموشی ہوئی اور لوگ پھر گفتگو میں

مصروف ہو گئے۔

"آیئے مسٹر ڈکنز ——— ابھی کافی وقت ہے۔ کافی کے ایک اور دور کی ضرورت ہے۔" نے کہا۔

"ضرور ———" مسٹر ڈکنز نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے ملازم کو بلا کر کافی کے لا دیا۔ ملازم چلا گیا اور مسٹر تھامسن مجھ سے میرے کارناموں کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ خا سے انہیں ہیبت ناک تباہی۔ کی داستان سے بہت دلچسپی تھی۔ میں نہایت دلجمعی سے باتیں کر رہا تھا وقت بھی میری نگاہ میں تھا۔ اور پھر ڈرامہ شروع ہو گیا۔

دروازے پر آہٹ ہوئی اور سب یہی سمجھے کہ کافی آئی ہے۔ لیکن بارہ نقاب پوش اچانک اندر آئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں پستول تھے۔

"سب لوگ ہاتھ بلند کر دیں۔" جارج کی سفاک آواز سنائی دی اور سب ہکا بکا رہ گئے۔ جار اس کے ساتھی بہت پھرتیلے تھے۔ چار آدمی برق رفتاری سے آگے بڑھے اور انہوں نے جیبوں سے بغلی ہولسٹروں سے سارے پستول نکال لئے۔ میرا اور ڈکنز کا پستول بھی قبضے میں کر لیا گیا تھا۔ انہوں نہایت ہوشیاری سے تلاشی لی تھی۔

پھر وہ جمع شدہ اسلحہ لے کر پیچھے ہٹ گئے۔ "غلام سیٹھ کے نام پر" جارج نے کہا۔ "ہمیں آ چیکنگ کے لئے بھیجا گیا ہے۔"

"کیسی چیکنگ ———؟" ڈکنز نے سخت لہجے میں کہا۔

"آپ میں کوئی غلط انسان بھی آسکتا ہے۔"

"تب۔ پھر ———؟"

"ہم آپ کے چہروں کا جائزہ لیں گے۔"

"کس طرح ———؟" ڈکنز نے پھر پوچھا۔

"آپ کے چہروں پر میک اپ تلاش کیا جائے گا۔" جارج نے جواب دیا۔

"کیا بکواس ہے۔ تم ہو کون۔" گومز بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اسپیشل برانچ۔" جارج نے جواب دیا۔

"گویا غلام سیٹھ ہم پر بھروسہ نہیں کرتا۔ کیوں مسٹر ڈکنز کیا ضروری ہے کہ یہ لوگ ٹھیک کہہ ر ہوں۔" گومز نے کہا۔

"لیکن مجھے کسی اسپیشل برانچ کی اطلاع نہیں ہے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ تمہیں ساری اطلاعات دی جائیں۔"

"گویا عمارت اس قدر غیر محفوظ ہے۔ میں واک آؤٹ کرتا ہوں۔" گومز نے کہا۔ اور جارج۔ پستول کا رخ اس کی طرف کر دیا۔ "کوئی اپنی جگہ سے ہلا تو اسے گولی مار دی جائے!" اور گومز رک گیا۔

پھر کوئی کچھ نہ بول سکا۔ اور چہرے ایمونیا سے دھوئے جانے لگے۔ گومز سب سے زیادہ پریشان نظ آرہا تھا۔ لیکن ایک نہ چل سکی۔ اور پھر اس کی اصلی شکل سامنے آگئی۔ وہ میک اپ میں تھا۔ سب دنگ گئے اس کے علاوہ اور کوئی غلط آدمی نہ ثابت ہوا۔ ہم مطمئن ہو گئے۔

جارج نے گردن جھکائی۔ "ٹھیک ہے۔" سب نے کہا۔ اور میرے اشارے پر گومز کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے گئے۔ سب لوگ حیران رہ گئے تھے۔ اور ڈکنز کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے نقلی چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ "ابھی تو غلام سیٹھ کے آنے میں دیر ہے ڈکنز تم مسٹر گومز سے نہ پوچھو گے کون ہیں اور اصلی مسٹر گومز کا کیا ہوا ———؟"

"ہاں یہ ضروری ہے۔" ڈکنز نے نقلی گومز کو گھورتے ہوئے کہا۔

"پھر یہیں کہیں نہ اسٹیج بنا لیا جائے۔ یہ ڈرامہ بھی اسی ہال میں مناسب رہے گا۔" میں نے کہا۔

"جو آپ کی رائے مسٹر نواز ———" ڈکنز نے کہا۔ جارج وغیرہ یہیں موجود تھے۔ انہیں دوسرے ت دیئے گئے اور نقلی گومز کو ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔

تمام لوگوں کے چہروں پر وحشت پھیل ہوئی تھی۔

"تو پھر اسپیشل برانچ ایک ڈرامہ تھا مسٹر نواز۔" کسی نے پوچھا۔

"ہاں۔ اگر ڈکنز آپ سے درخواست کرتا تو شاید آپ کو ناگوار گزرتی۔" میں نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے۔ ویسے یہ کارنامہ بھی آپ کا ہے۔ مسٹر نواز۔"

"یقیناً یقیناً۔ دوسری جگہ لے جا کر نواز صاحب نے یہی بات کہی تھی اور خدا کی قسم انہوں نے مسٹر ز کا نام بھی لے لیا تھا۔ باقی کسی کے بارے میں انہوں نے کچھ نہیں کہا تھا۔"

"حیرت انگیز بات ہے مسٹر نواز ——— آخر آپ کو شبہ کیسے ہوا!؟"

"میرے خیال میں ہم پہلے ان حضرات سے گفتگو کر لیں۔ اس کے بعد دوسری باتیں کریں گے۔" نے کہا اور دوسرے لوگ بھی میری بات سے متفق ہو گئے میں بندھے ہوئے شخص کے پاس پہنچ گیا۔

"تم کون ہو ———؟" میں نے پوچھا۔

"جو بھی ہوں۔ اتنا کچا تو نہیں ہوں کہ تمہیں بتا دوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تشدد چاہتے ہو۔؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"پسند تو نہیں کرتا۔ لیکن۔ منع بھی نہیں کروں گا۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔ ویسے میں دل میں سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے سخت انسان ہو۔ کوئی کارروائی ہی کرنا چاہئے۔ اسی وقت ہمارے ایک ساتھی نے سگریٹ سلگائی۔ اور لائٹر بجھایا تو میں نے اس رف ہاتھ بڑھایا۔ اس نے لائٹر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اور میں اس شخص کے قریب پہنچ گیا۔

"اصلی مسٹر گومز کہاں ہے؟؟"

"آسمان کی سیر کر رہے ہیں!؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ مر گئے ———؟"

"ہاں' انہیں پکڑنے کی کوشش کی گئی تھی۔ زندہ ہاتھ نہ آئے تو گولی مار دی گئی۔" اس نے بڑے نان سے جواب دیا۔

"تم کون ہوں ———؟"

"میں۔ اس نے گہری سانس لی۔ پیش گو ہوں' نجومی ہوں یا پھر یوں سمجھو برے وقت کا ہراول ہ اور اب برا وقت بھی جلد آنے والا ہے۔"

"خوب۔ وقت آتا ہے گزر جاتا ہے برا ہو یا اچھا۔ تم اس سے خوفزدہ مت کرو تمہارا تعلق سے ہے......؟"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن میں کیوں بتاؤں۔؟"

"بتا دو۔ میری جان۔" میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ اور اس کے خشک با ہو گئے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔

"نائیں۔ نائیں۔ ہم نہیں بتائیں گے۔" اس نے مسخرے پن سے کہا اور میں نے لائٹر دیا۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے بالوں کو آگ دکھادی اور خشک بالوں نے آگ پکڑ لی۔ دوسرے بے اختیار چونک پڑے انہوں نے دانت بھینچ لئے۔ نقلی گومز بھی حیران رہ گیا تھا۔ بال دھڑا دھڑ تھے اور وہ زور زور سے اچھل رہا تھا۔ گردن جھٹک رہا تھا۔ اس کے منہ سے کئی خوفزدہ آوازیں گئیں۔ آن کی آن میں بال جل کر راکھ ہو گئے اور پورے ہال میں بدبو پھیل گئی۔

"اب تو بتا دو ڈارلنگ۔ کون ہو؟" میں نے پوچھا۔ لیکن نقلی گومز مجھے گھورتا رہا۔ اس کی ہو گئی تھی۔ میں پھر آگے بڑھا اور اس کی تنی بھنوؤں کو سیدھا کرنے لگا۔

"نہیں نہیں...... یہ ٹھیک نہیں ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"مجبوری ہے میری جان۔" میں نے لائٹر روشن کر دیا۔ اور اسے اس کی آنکھ کی طرف بڑ گومز نے دانت بھینچ کر آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن میرے دل میں نہ جانے کہاں سے اتنی درندگی بھ میں نے اس کی دونوں بھنویں جلا دیں۔ اس کی بے اختیار چیخیں نکل گئی تھیں اور اس کی شکل او گئی۔ اب وہ بدحواس ہونے لگا تھا۔

ابھی تو تمہارے بدن پر بہت سی چیزیں باقی ہیں اور دوستو۔ غلام سیٹھ کا انتظار کرنے بہترین مشغلہ ہے۔ آنکھیں بند مت کرو۔ اگر تم بیہوش ہو گئے تو تمہیں کبھی ہوش نہیں آنے دو۔" میں نے نقلی گومز کو آنکھیں بند کرتے دیکھ کر کہا۔ لیکن اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ تب لائٹر دوبارہ روشن کیا اور اس بار بھی اس کے داہنے کان کی لو سے لگا دیا۔ اس نے ایک دلخراش چیخ آنکھیں کھول لیں اور گردن جھٹکنے لگا۔ لیکن میں نے توازن برقرار رکھا تھا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ لعنت ہے مجھ پر رک جاؤ۔ آہ رک جاؤ۔"

"اپنے ارادے کے بدل جانے کا اعلان کرو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں سب کچھ بتا دوں گا۔" اس نے جواب دیا۔

"گڈ۔" میں نے لائٹر بجھا دیا۔ وہ کرب زدہ انداز میں کراہ رہا تھا۔ چہرے پر شدید تکلیف تھے اور دوسرے لوگ تھوک نگل رہے تھے۔

"یس ڈیر۔" میں نے کہا۔

"میرا نام فلیچر ہے۔ گین فلیچر۔ اور میرا تعلق انٹرپول سے ہے۔" اس نے کہا۔ اور ہال تمام لوگوں کے رنگ بدل گئے۔ انہوں نے خوفزدہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔

"تم غلام سیٹھ کی تلاش میں تھے۔؟"

"ہاں۔"

"یہاں تک کیسے پہنچے؟"

"مجھے مسٹر ڈکنز کا دعوت نامہ ملا تھا۔ لیکن مجھے یہ بات نہیں بتائی گئی تھی کہ غلام سیٹھ آرہا ہے۔"

"مطلب یہ کہ گومز کی حیثیت سے ------؟"

"ہاں۔"

"کیوں ڈکنز ------ کیا دوسرے لوگوں کو اس کی اطلاع نہیں تھی۔"

"کسی کو بھی نہیں مسٹر نواز' سوائے آپ کے احتیاطاً" میں نے ہر ایک سے صرف ذاتی ملاقات کی بات کی تھی۔ جب یہ سب یہاں آئے تو میں نے انہیں یہ اطلاع دی۔" ڈکنز نے تصدیق کی۔

"یہاں قرب و جوار میں آپ کے کتنے آدمی ہیں مسٹر فلیچر ------؟" میں نے پوچھا۔

"بھروسہ کرو۔ ایک بھی نہیں۔ ورنہ...... اور یہی ایک بڑی غلطی ہوئی ہے مجھ سے۔" اس نے کرب سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اپنے لوگوں کو اطلاع تو دی ہوگی؟"

"نہیں۔ کچھ کر دکھانے کے خیال نے مجھے اس سے باز رکھا۔"

"مسٹر گومز آپ کے ہاتھ کیسے لگ گئے؟"

"اتفاقیہ۔ جہاز کے ایک سفر میں ان سے ملاقات ہو گئی۔ ان کے پاس کچھ سامان تھا۔ غالباً افیون کے نمونے۔ جسے ایرپورٹ سے نکال لانے میں انہوں نے میری مدد چاہی اور میں نے ان کی بھرپور مدد کی۔ یوں ہم دوست بن گئے اور پھر ان کا راز مجھے معلوم ہو گیا۔ میں نے اپنے سیکشن کو اطلاع دی۔ لیکن ہم انہیں زندہ نہ گرفتار کر سکے۔"

اس دلچسپ ڈرامے میں سب اس طرح منہمک ہو گئے کہ وقت کا احساس ہی نہیں رہا۔ یہاں تک کہ دروازہ کھلا اور غلام سیٹھ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ہال میں آگیا۔ تب ہم سب چونکے تھے۔ اور پھر ہم سب مودب ہو گئے۔

میں نے طویل عرصے کے بعد اسے دیکھا تھا۔ غلام سیٹھ اسی طرح تھا سوائے اس کے کہ اس کے چہرے میں کچھ شکنوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ "ہیلو۔ کیا کھیل ہو رہا ہے بھئی۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور آگے بڑھ کر ایک ایک سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے کھینچ کر گلے سے لگا لیا۔

"نواز یار ------ تو بہت یاد آیا۔ کیسا ہے میری جان۔؟"

"ٹھیک ہوں۔" میں نے کہا۔

"یہ کون ہے۔؟"

"انٹرپول کا فلیچر۔"

"اوہ ------ یہ حضرت یہاں بھی پہنچ گئے۔ اور کیا یہ کسی بھٹی میں گھس گئے تھے۔ اور یہ بال جلنے کی بو کیسے پھیل گئی۔" غلام سیٹھ نے پوچھا۔ "ڈکنز نے غلام سیٹھ کو پوری تفصیل بتائی۔ اور غلام سیٹھ گردن ہلانے لگا۔

"بہرحال نقصان دہ پودوں کا صاف کر دینا ہی ضروری ہوتا ہے ایسی آنکھ مچولی بہت ہو چکی ہے۔"

ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" غلام سیٹھ نے کہا اور اطمینان سے اپنی جیب سے پستول نکال لیا۔ سائلنسر لگے پستول سے دو فائر ہوئے اور دونوں گولیاں کاری تھیں۔ دوسرے لوگ ساکت رہ گئے تھے۔

"ہمیں اس امکان کو بھی مدنظر رکھنا ہے کہ ممکن ہے اس کے ساتھیوں کو بھی اطلاع مل چکی ہو اس لئے ہمیں اپنا کام جلد ختم کر لینا ہوگا۔ آؤ۔" وہ کرسیوں کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ اور ہم سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"دوستو------ میں چاہتا تو تمہیں بھی اطلاع بھجوا سکتا تھا۔ لیکن بہرحال تم جانتے ہو کہ میں دوستوں کے نفع نقصان میں ہمیشہ کا شریک ہوں اور خود کو ان سے الگ کبھی نہیں سمجھتا۔ چنانچہ جب آپ خطرے میں پڑ سکتے ہیں تو پھر میں خود کو خطرات سے کیوں دور رکھنے کی کوشش کرتا۔"

غلام سیٹھ نے رک کر سب کی شکلیں دیکھیں پھر بولا۔ "میں حالات سے خوفزدہ ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اپنے ساتھیوں پر مجھے ناز ہے آپ نواز کی مثال لے لیں۔ گروہ کا قابل فخر ساتھی ان دنوں جن حالات سے دوچار رہا ہے۔ اس کی تھوڑی بہت تفصیل مجھے بھی معلوم ہے۔ ہم لوگ ڈریں گے نہیں لیکن حالات ناسازگار ہو جائیں تو کچھ دنوں کی خاموشی مصلحت ہے۔ اور مصلحت سے کام لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ ہم کچھ دنوں کے لئے انڈر گراؤنڈ چلے جائیں ہے۔ چنانچہ زندگی کے راستے بالکل بدل دیں۔ آپ لوگ وہ کام کریں جو آپ اپنی مصروفیات کی وجہ سے نہیں کر سکے تھے اس تجویز سے کسی کو اختلاف ہو تو بتائیں۔"

"نہیں غلام سیٹھ------ آپ نے ٹھیک ہی سوچا ہوگا۔"

"معاملہ کسی ایک ملک کی پولیس کا نہیں انٹرپول کا ہے۔ اور انٹرپول کو ہدایت مل چکی ہے۔ کہ اس وقت تک کام جاری رکھے جب تک میدان صاف نہ ہو جائے۔ دنیا کے بڑے بڑے ملک منشیات کی روک تھام کے لئے کثیر سرمایہ صرف کرنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ خاص طور سے امریکہ برطانیہ' فرانس' آسٹریلیا اور ایسے ہی دوسرے بہت سے ممالک انہوں نے ایک بڑا فنڈ مقرر کیا ہے۔ اور جدید ترین طریقوں سے کام کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس بارے میں انہوں نے فنی تعاون بھی پیش کیا ہے۔ چنانچہ ان حالات میں خطرات مول لینے سے کیا فائدہ ہمیں خاموش ہو کر بیٹھ جانا چاہئے۔"

"درست خیال ہے۔"

"لیکن میرے ساتھی جانتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ ان کے مفادات کا خیال رکھا ہے۔ چنانچہ جہاں جہاں ہمارے کارکن موجود ہیں انہیں وہیں ایک مخصوص رقم ہر ماہ ملتی رہے گی تاکہ وہ مالی مشکلات کا شکار نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں کام ہو رہا ہے اور ایسے انتظامات کئے جا رہے ہیں کہ انہیں ان کے ملک میں رقم ملتی رہے۔"

"اس طرح گروہ کبھی نہیں ٹوٹے گا سر!" ایک شخص نے کہا۔

"میں بھی اپنے ساتھیوں سے علیحدگی نہیں چاہتا۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

"چنانچہ میں آپ لوگوں سے رخصتی چاہتا ہوں۔ نواز تم میرے ساتھ پشاور چلو گے۔ تمہیں بھی وطن سے نکلے کافی عرصہ ہو گیا ہے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔ اور میرے ذہن میں دھماکے ہونے لگے۔

وطن------ میرا وطن------ میرا وطن۔ نہ جانے دل کی حالت کیسی ہو گئی لیکن۔ اچانک ہم سب چونک پڑے۔ باہر اچانک گولیوں کا طوفان آ گیا تھا۔ زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔

"اوہ۔ گڑبڑ ہو گئی۔" غلام سیٹھ نے کہا۔ اور ہم سب نے پستول سنبھال لئے۔ "اگر انٹرپول نے چھاپا مارا ہے تو حالات کافی سنگین ہو سکتے ہیں۔ آؤ دیکھیں۔" غلام سیٹھ خود بھی پستول لے کر نکل آیا۔ اس کے باڈی گارڈز اس کے ساتھ تھے۔ کمبخت فلیچر نے مرتے مرتے بھی دھوکا دیا تھا۔

باہر فائرنگ بڑھتی جا رہی تھی۔ عمارت کے چاروں طرف گولیاں چل رہی تھیں۔ غلام سیٹھ نے باہر آ کر حالات کا جائزہ لیا۔ سب بدحواس ہو چکے تھے۔

"عمارت سے باہر نکلنا مشکل ہے نواز۔ ڈکنز معلوم کرو۔ وہ عمارت میں داخل تو نہیں ہو سکے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔

"یس سر۔" ڈکنز دوڑ گیا۔

"ہر شخص اپنی زندگی بچا کر نکل جانے کی کوشش کرے۔ اس وقت کسی کو کسی کی فکر نہیں کرنی چاہئے۔" سیٹھ غلام نے کہا۔ اور تمام لوگ مکھیوں کی طرح منتشر ہو گئے۔

"کیا سوچ رہے ہو نواز۔" غلام سیٹھ نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں سر۔"

"بھئی بہت دلیر انسان ہو۔ میں تم سے بیحد محبت کرتا ہوں۔ سنو۔ حالات اگر زیادہ خراب ہو گئے اور ہم تم ساتھ نہ نکل سکے تو اکیس ایونیو پہنچ جانا۔ یہاں تیاریاں مکمل ہیں ہم نکل چلیں گے۔"

"بہت بہتر------!"

"بس تم بھی اپنے طور پر بھاگنے کی کوشش کرو۔"

"آپ میرے بارے میں نہ سوچیں۔ مجھے آپ کی زندگی عزیز ہے۔"

"قابل فخر دوست ہو۔ میں اسے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔!" غلام سیٹھ نے کہا۔ اتنی دیر میں ڈکنز واپس آ گیا۔

"ابھی وہ عمارت میں داخل نہیں ہوئے۔ لیکن پوری عمارت محاصرے میں ہے۔" اس نے ہانپتے ہوئے بتایا۔

"تمہارے آدمی کتنے ہیں اس وقت عمارت میں۔"

"کل بیس آدمی ہیں۔"

"کافی ہیں۔ انہیں پوری عمارت میں محفوظ جگہوں پر پھیلا دو۔ ایمونیشن تو ہے نا------؟"

"اوکے------ جاؤ------" غلام سیٹھ نے کہا اور ڈکنز پھر دوڑ گیا۔ باہر کی آوازیں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں۔ اسٹین گنوں سے مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی۔

"انٹرپول کے علاوہ اور کسی کا کارنامہ نہیں ہے۔" غلام سیٹھ بڑبڑایا آؤ۔ اور پھر ہم بھی عمارت کے اوپری حصے میں پہنچ گئے۔ غلام سیٹھ کے باڈی گارڈز کے پاس بھی اسٹین گنیں موجود تھیں۔ انہوں نے بھی فائرنگ شروع کر دی۔ اور یہاں سے فائرنگ کافی کامیاب رہی۔ باہر سے بہت سی چیخیں بلند ہوئی تھیں۔

لیکن اچانک ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور شیشوں کے ٹوٹنے کی جھنک دیر تک گونجتی رہی۔

دستی بم------ غلام سیٹھ آہستہ سے بولا۔ لیکن اس کے بعد مسلسل دھماکے ہونے لگے۔ سفید دھوئیں کے بادل اٹھنے لگے۔ اور ایک تیز بو ہمارے نتھنوں سے ٹکرائی۔

"اوہ------ خواب آور گیس ہے۔ نواز حالات خراب معلوم ہوتے ہیں۔" غلام سیٹھ نے اور ہم چوڑی چھت پر دور تک دوڑ گئے لیکن چاروں طرف سے گولیاں چل رہی تھیں۔ کوئی جگہ م نہیں تھی۔

دھوئیں کے بم کسی خاص گن سے چھوڑے جا رہے تھے کیونکہ وہ چھت تک پہنچ رہے تھے۔ تیز ہوا کے جھونکے ہمارے معاون تھے اس لئے ابھی تک خواب آور دھواں ہم پر اثر انداز نہیں ہو رہا تھ اور پھر اچانک------ ایک دستی بم ہمارے قریب گر کر پھٹا اور غلام سیٹھ کے منہ سے آو گئی۔ "اوہ------ اوہ------ نواز------ نو------ از------ وہ زمین پر گر پڑا۔

میرا دماغ گھوم گیا تھا۔ اتفاق ہی تھا کہ میں بچ گیا تھا۔ ورنہ دونوں باڈی گارڈز بھی سخت زخمی تھے۔ اور غلام سیٹھ، میں نے دیکھا، اس کا ایک حصہ موجود ہی نہ تھا، ایک ہاتھ، ایک پاؤں اس طرح کے لوتھڑے میں بدل گیا تھا جیسے کسی بھاری مشین میں دبا کر پچکا دیا گیا ہو۔

بے ہوش کر دینے والے دھوئیں کا ایک اور گولہ قریب آ کر پھٹا کانچ کے ٹکڑے میرے لگے۔ لیکن میں نے اس کی پرواہ نہ کی اور غلام سیٹھ کے نزدیک بیٹھ گیا۔

نواز------ آہ------ نواز------ کھیل ختم ہو گیا میرے دوست، میری آرزو ہے کہ بچا کر نکل جاؤ۔ جا------ آ------ ؤ------" اس نے دانت بھینچ لئے اور پھر اس کے منہ سے خرخراہٹ بلند ہوئی اور اس کی گردن ڈھلک گئی۔ غلام سیٹھ مر چکا تھا۔ میں دانت بھینچ کر کھڑا ہو گیا یہاں رکنا بے کار تھا۔ باقی لوگوں کی زندگی اور موت سے کوئی دلچسپی مجھے نہ تھی۔ چھت پر گولیاں کر کے ادھر سے ادھر گزر رہی تھیں۔ ایک اور دستی بم قریب آ کر پھٹا اور میں نے چھلانگ لگا دی احساس نہیں تھا۔ بس یہی سوچ رہا تھا کہ کسی طرح سے یہاں سے نکل جاؤں۔ جب ہم نے چھت کا تھا تو میں نے عمارت سے کچھ فاصلے پر ایک درخت دیکھا تھا اور سوچا تھا کہ اگر چھت سے اس در چھلانگ لگائی جائے اور وہ بھرپور چھلانگ ہو تو بچنے کی راہ نکل سکتی ہے۔ میں تو یہ دیوانگی کر سکتا دوسروں کے لئے ممکن نہ تھی۔ اس لئے میں نے تذکرہ ہی نہیں کیا تھا۔ لیکن اس وقت میں تنہا تھا چوپاؤں کی طرح چلتا ہوا منڈیر تک پہنچ گیا------ تقریباً دس گیارہ فٹ چھت کی بلندی سے کافی تناور درخت موجود تھا۔ چھلانگ اگر کامیاب بھی ہو۔ تو بھی ہاتھ پاؤں کی ضمانت نہ تھی۔

"اونہہ------ اس کی پرواہ کون کرے۔" میں اچھل کر منڈیر پر چڑھا اور پھر میں نے سوچے نیچے چھلانگ لگا دی۔ رات کی تاریکی میں چھلانگ قابل بھروسہ نہ تھی۔ میں درخت کی ایک پھیلی تک پہنچا اور اگر ہاتھ پھیلا کر شاخ نہ پکڑ لیتا تو سیدھا نیچے جاتا۔ میں نے ہاتھوں کے بل پر وزن سن کوشش کی لیکن شاخ میرا وزن نہ سہار سکی اور ایک زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹ گئی۔ میں نیچے گرا میرے اوپر۔

اسٹین گن سے چلائی ہوئی گولیاں ایک قطار سے شاخ کو چھید گئیں۔ معجزہ ہی تھا۔ شاخ جانب میرا چوڑا چکلا بدن تھا۔ صرف ڈیڑھ انچ نیچے یا ڈیڑھ انچ اوپر، اگر گولیوں کی بوچھاڑ پڑتی تو ش

ہوتی اور میں اپنے بدن کے سوراخ گن بھی نہ پاتا۔

میں نے شاخ ایک طرف اچھال دی اور تنے کی آڑ لے لی۔ پستول میرے پاس موجود تھا۔ لیکن ابھی اس کا سہارا ناپائیدار بھی تھا اور بیکار بھی------ کسی کو میرے نیچے گرنے کا احساس ہو چکا تھا۔ کیونکہ گولیاں برابر درخت کے تنے کو چاٹ رہی تھیں۔ اور پھر ایک تیز آواز لہرائی۔

"جیکسن، ایمونیشن ضائع مت کرو، دیکھو کون تھا، یقیناً مر چکا ہو گا۔!" اور یہ آواز میری سماعت پر ایک آہنی ضرب لگا گئی۔ میرا ذہن جھنجھنا کر رہ گیا تھا۔ یہ سینی ٹورا کی آواز تھی۔

گویا میرا اندازہ درست تھا۔ سینی ٹورا کا تعلق انٹرپول ہی سے تھا میرے حلق سے غراہٹیں نکل گئیں۔ دو سائے اس تنے کی طرف آ رہے تھے اسٹین گنیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ لیکن ان کے ہاتھ جس پوزیشن میں اٹھے ہوئے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ دونوں اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔ میں نے پستول نکال لیا اور ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔

موت کے متلاشی جونہی نزدیک آئے پستول کی دو گولیوں نے ان کی پیشانی میں سوراخ کر دیا اور ان کے حلق سے ہلکی ہلکی آوازیں نکل گئیں۔ میں زمین پر جھکا جھکا ان کی طرف بڑھا اور میں نے ایک اسٹین گن اپنے قبضے میں کر لی۔

"جیکسن!" سینی ٹورا نے پھر پکارا۔ "کیا پوزیشن ہے؟" اور میں نے دانت بھینچ کر اسٹین گن کا فائر کھول دیا۔ دوسری طرف سے بھی گولیاں چلنے لگیں، ویسے کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی، جس کا مطلب تھا سینی ٹورا کو گولی نہیں لگی۔ بہرحال زیادہ رکنا حماقت تھی۔ میں تنے کی آڑ------ میں پیچھے ہٹتا رہا اور گولیاں بھی برساتا رہا۔ یوں میں عمارت کی چہار دیواری تک پہنچ گیا۔ پھر اچھل کر دیوار پر چڑھا اور اپنی دانست میں دوسری طرف چھلانگ لگا دی لیکن یہ چھلانگ بڑی مضحکہ خیز تھی۔ میں صرف ایک فٹ نیچے گرا تھا اور نیچے سے کچھ عجیب آوازیں ابھری تھیں۔ پتہ چلا کہ یہ کسی جیپ کی چھت ہے۔ یقینی طور پر محاصرہ کرنے والوں کی جیپ تھی۔ دو آدمی تیزی سے جیپ سے اترے اور میری اسٹین گن نے انہیں چاٹ لیا۔ اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا تھا۔

دوسرے لمحے میں نیچے کود آیا اور اب جیپ کا اسٹیئرنگ میرے قبضے میں تھا۔

اگنیشن میں چابی موجود تھی۔ میں نے سیلف دبایا اور گاڑی اچھل پڑی۔ دوسرے لمحے میں نے اسے گیئر سے نکالا اور فرسٹ گیئر میں ڈال کر اتنی زور سے اٹھایا کہ طاقتور جیپ نے ایک لمبی چھلانگ لگا دی۔ اس کے ساتھ ہی ایک دھماکہ ہوا، جیپ سیاہ رنگ کی ایک کار سے ٹکرائی تھی۔ شیشہ ٹوٹنے اور اس کے بعد گولیاں چلنے کی آوازیں، لیکن میرا ذہن اب ہر خوف اور ہر خطرے سے بے نیاز تھا۔

میں نے کلچ دبایا اور اسٹین گن سے زبردست فائرنگ شروع کر دی اور شاید یہ میرے حق میں اچھا ہی ہوا تھا ورنہ سامنے سے آنے والی گولیاں جیپ کا شیشہ توڑ کر با آسانی مجھ تک پہنچ سکتی تھیں۔

دوسری طرف امن ہو گیا تو میں نے جیپ ریورس کی اور سوچے سمجھے بغیر ذرا سا کاٹ کر آگے دوڑا دی۔

"لینا۔" میرے پیچھے سے سینی ٹورا کی آواز ابھری تھی لیکن اب کون سنتا اور کون لیتا۔ جیپ بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح آگے بڑھی۔ راستہ بھی سیدھا تھا۔ میں نے جلدی جلدی گیئر بدل کر اسے پوری

رفتار سے چھوڑ دیا۔ سڑک کشادہ اور سنسان تھی۔ میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا' کئی کاریں بہت تی سے مڑی تھیں۔ ان کی روشنیوں کی لکیریں جس تیزی سے مڑی تھیں' اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ زبردست تعاقب کریں گے۔ جیپ بے حد طاقتور تھی۔ اس کی رفتار بہت شاندار تھی لیکن اس جدید ؤ میں پولیس کے پاس بہت کچھ تھا۔ یوں تو کئی روشنیاں میرے تعاقب میں لپکی تھیں لیکن دو بہت روشنیاں اس طرح آگے بڑھ رہی تھیں جیسے ہوا میں اڑ رہی ہوں۔ ان کی رفتار حیرت انگیز تھی اور فا جس تیزی سے کم ہو رہا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ صورتحال مناسب نہیں ہے۔

فوری طور پر کچھ کرنا ہوگا۔ میں نے سوچا اور میرا ذہن تیزی سے فیصلے کرنے لگا۔ رفتار اتنی تیز کہ سڑک کے اطراف میں دیکھ بھی نہیں سکتا تھا لیکن میں رفتار سست بھی نہیں کر سکتا تھا۔

پھر ایک سائیڈ اسٹریٹ دور سے ہی نظر آگئی اور میں نے ایک خطرناک قدم اٹھانے کا فیصلہ کرا مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ گلی کتنی پتلی ہے لیکن بڑی روشنیوں کے تصور کے ساتھ یہ خیال آیا تھا کہ ممکن عقبی گاڑی بھی بڑی ہو اور اس گلی سے نہ گذر سکے۔ میں نے جیپ سڑک کے دائیں کنارے کر لی گلی با سمت تھی اور پھر میں نے دور سے ہی ٹرن لیا اور گلی میں گھس گیا لیکن بس تارے ہی نظر آگئے۔ دو طرف سیڑھیاں تھیں جو گہرائی میں اترتی چلی گئی تھیں۔

جیپ کی رفتار انتہائی حد تک کنٹرول کی اور جیپ اچھلتی ہوئی نیچے جانے لگی۔ فی الحال جیپ سنبھالنے کو مسئلہ تھا' دوسری طرف کا خیال میں نے چھوڑ دیا اور بالآخر وہاں بھی تقدیر نے ساتھ دیا۔ خیریت سے نیچے پہنچ گئی لیکن روشنیاں بھی گلی پر پہنچ گئی تھیں۔

اور میرا تعاقب کرنے والے بھی دیوانگی میں مجھ سے کم نہیں تھے انہوں نے بھی سیڑھیوں پر گا ڈال دی اور تیز روشنیاں اچھلنے لگیں لیکن میں اس صورت حال سے باخبر ہو چکا تھا کہ سیڑھیاں اترتے ڈرائیور کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ یقیناً گاڑی میں بیٹھے دوسرے لوگوں کے حواس بھی درست نہ ہوں گے اس صورت حال سے فائدہ نہ اٹھانا سب سے بڑی حماقت ہوگی۔

چنانچہ میں نے جیپ روک دی اور انتہائی مناسب موقعے پر اسٹین گن کا بقیہ میگزین خالی کر روشنیاں بجھ گئیں اور پھر خوفناک دھماکہ ہوا اور کار الٹ گئی۔ اب وہ لڑھکنیاں کھاتی نیچے آ رہی تھی۔

میرے حلق سے وحشیانہ قہقہہ ابل پڑا۔ میں دوبارہ جیپ میں بیٹھا تھا اور پھر جیپ آگے بڑھ تھی۔ ''تمہاری ایسی تیسی۔'' میں نے دل میں سوچا۔

لیکن اب ایک اور خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ نہ جانے یہ گلی کہاں ختم ہوتی ہے۔ ممکن ہے میرا تعا کرنے والے دوسرے لوگ گلی کے دوسرے سرے پر میرا استقبال کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ اس سلسلے بھی فوری فیصلہ ضروری تھا۔ مجھے لکڑی کا ایک پھاٹک نظر آیا اور میں نے جیپ اس کی طرف موڑ دی۔

ایک خوفناک ٹکر سے لکڑی کا پھاٹک درمیان سے ٹوٹ گیا۔ اس کے دوسری طرف وسیع لان جیپ لان میں گھس گئی اور میں نے اسے روک لیا۔ پھر برق رفتاری سے میں نیچے کودا اور اس احاطے کی کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے لمحے میں دیوار کود گیا اور سامنے کی سمت بھاگ پڑا۔ پیچ در پیچ راستوں سے ہوا میں ایک سڑک پر آنکلا۔ مجھے بالکل نہیں معلوم تھا کہ میں کون سے علاقے میں ہوں لیکن تھوڑی د لگے نیون سائنوں نے مجھے اس علاقے کے بارے میں بتا دیا۔

نائٹ کلبوں کا علاقہ تھا اور دور سے گلیلوں کے حروف چمک رہے تھے۔ میں نے فاصلے کا اندازہ کیا اور پھر اس کی طرف بڑھ گیا۔ اس وقت مجھے اپنے اعصاب کی پوری قوت یکجا کرنا تھی۔ ایک جگہ رک کر میں نے روشنی میں اپنے لباس کو دیکھا۔ لباس منتشر تھا۔ بال بھی بکھرے ہوئے تھے۔ لیکن شکر ہے میں زخمی نہیں ہوا تھا اور لباس پر ایسے نشانات نہیں تھے جن سے کسی کو شبہ ہو سکتا۔ میں نے لباس کسی حد تک درست کیا' انگلیوں سے بال سنوارے اور اس کے بعد میں کسی شرابی کے سے انداز میں کلب میں داخل ہو گیا۔ اندر سے سازوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

میری رہنمائی ایک میز کی طرف کر دی گئی اور میں بیٹھ گیا۔ میرے حواس درست نہیں تھے لیکن میں نے خود کو بہت زیادہ نشے میں ہونے والے شخص میں بدل لیا اور اپنی یہ کیفیت نبھا گیا۔ بیرے کے آنے پر میں نے اسکاچ طلب کی اور بیرا گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔

اسٹیج پر رقص جاری تھا لیکن میں بس ادھر نگاہیں جمائے ہی بیٹھا تھا' دیکھ کچھ نہیں رہا تھا۔ اسکاچ آئی اور میں نے کافی شراب گلاس میں انڈیل لی۔ شراب نے درحقیقت اعصاب کو یکجا کرنے میں مدد دی تھی۔ میں نے کھانے کے لیے بھی کچھ چیزیں طلب کر لیں اور تقریباً دو ڈھائی گھنٹے وہاں گذارے۔ اسٹین گن میں نے پھینک دی تھی لیکن ایک پستول میرے پاس موجود تھا جو لوڈ تھا۔ اسے استعمال کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ چنانچہ میں کسی حد تک بے فکر تھا۔

اس دوران میں فیصلے کرتا رہا تھا۔ احمق سردارے ابھی وہیں موجود تھی گویا دشمنوں کے غول میں تھا اور اب وہ اسے معاف نہیں کر سکتے تھے۔ سردارے! میرے ذہن میں آگ لگ گئی۔ ہرگز نہیں۔ سردارے کو ان لوگوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ ابھی وہ محفوظ ہوگی۔ اسے بچانا ضروری ہے۔ میں نے بیرے کو اشارہ کر کے بل منگایا اور بل ادا کر کے وہاں سے اٹھ گیا۔ لڑکھڑاتے قدموں سے باہر آیا اور ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھ گیا' جہاں بے شمار ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ نائٹ کلبوں سے نکلے نشے میں چور شرابی گھروں کو واپس جانے والے بل کے ساتھ اچھی خاصی ٹپ دے دیا کرتے تھے اس لیے ٹیکسی ڈرائیور نائٹ کلبوں کے سامنے اپنی رات کالی کرنے میں حرج نہ سمجھتے تھے۔ میں نے ایک ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔ مستعد ڈرائیور جلدی سے سیدھا ہو گیا تھا۔ نشے میں ڈوبی آواز میں' میں نے اسے اس علاقے کا پتہ بتایا' جہاں سینی ٹورا کی کوٹھی تھی اور ٹیکسی چل پڑی۔

عمارت سے کافی دور میں نے ٹیکسی رکوائی اور ڈرائیور کی امیدوں کو پورا کر دیا۔ اس نے خوش ہو کر شکریہ ادا کیا اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔

اس وقت عمارت کے سامنے والے حصے سے اندر داخل ہونا حماقت تھی۔ میں نے عقبی حصے کا انتخاب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اندر تھا۔ عمارت سنسان پڑی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ سینی ٹورا اس مہم سے فارغ ہو کر ابھی یہاں نہ پہنچی ہوگی اور یقیناً انٹرپول برانچ آفس میں ہوگی۔ یوں بھی رات کا آخری پہر تھا۔

لیکن یہ اتفاق ہی تھا کہ اس کمرے تک پہنچنے کے لیے' جس میں سردارے' کیروشیا کے ساتھ مل سکتا تھا' سینی ٹورا کے کمرے کے سامنے سے گذرنا پڑتا تھا۔ سینی ٹورا کے کمرے میں' میں روشنی دیکھ کر چونک پڑا۔ اس کا مطلب ہے وہ واپس آ چکی ہے اور میرے دانت بھینچ گئے۔ مجھے غلام سیٹھ کی موت یاد آگئی۔ ممکن

ہے اس میں سینی ٹورا کا ہاتھ بھی ہو اور میری آنکھیں خون برسانے لگیں۔

چند منٹ کے لئے میں سردارے کو بھول گیا۔ جیب سے پستول نکالا اور سینی ٹورا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کو ہلکا سا دھکیل کر دیکھا' اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے حواس مجتمع کیے اور اندر داخل ہو گیا۔ سینی ٹورا بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ وہی باریک لبادہ اس کے بدن پر تھا۔ پیشانی پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ چہرے پر جگہ جگہ ٹیپ چپکے ہوئے تھے۔ بائیں شانے پر بھی زخم تھا لیکن وہ جاگ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں پرسکون کیفیت تھی۔

دروازے پر آہٹ سے وہ چونک پڑی۔ میری طرف گردن گھمائی اور پھر جیسے اسے کرنٹ سا لگا۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر بیٹھ گئی' حالانکہ اس کے بدن پر جتنے زخم نظر آ رہے تھے ان کو دیکھتے ہوئے اس کا آرام سے اٹھ جانا ذرا حیرتناک بات تھی لیکن سینی ٹورا سے کوئی بات بعید نہیں تھی۔ وہ جس قسم کی عورت تھی اس کا اندازہ میں بارہا کر چکا تھا۔

"اوہ نواز میری جان! خدا کا شکر ہے تم ٹھیک ہو۔"

"خدا کا شکر ہے۔" میں نے ... یہ انداز میں کہا اور پستول جیب میں رکھ لیا۔

"میں تمہارے لیے بے حد پریشان تھی۔" سینی ٹورا طویل سانس لے کر بولی۔

"واقعی؟"

"ہاں نواز!" اس نے گردن جھکا لی۔ "دراصل تم ———"

"ہاں۔ اب صرف میں ہی تمہارے لیے خطرہ ہو سکتا تھا۔"

"خطرہ؟"

"ظاہر ہے تم نے اپنی مہم کا سب سے بڑا مقصد حاصل کر لیا ہے۔"

"اچھا اب ایسی باتیں مت کرو۔ بیٹھ جاؤ۔ میں تم سے بہت سی باتیں کروں گی۔"

"ضرور' مس سینی ٹورا!"

میں آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تمہارے بدن پر کوئی چوٹ تو نہیں ہے؟"

"جی نہیں۔"

"مقابلے کے وقت تم کہاں تھے؟"

"چھت پر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! تو میرا خیال ٹھیک تھا۔ سینی ٹورا مسرور انداز میں بولی۔ "تم وہاں سے درخت پر کودے اور اس کے بعد تم ہی جیپ لے کر فرار ہوئے تھے؟"

"جی ہاں!" میں نے طنزیہ انداز میں جواب دیا۔

"خدا کی قسم نواز! تم دنیا کے سب سے دلیر انسان ہو' جانتے ہو تمہارا تعاقب کس نے کیا تھا؟"

"میں نے شکل نہیں دیکھی۔"

"وہ میں تھی۔ اس پورے حملے کو میں نے کمانڈ کیا تھا۔"

"تمہیں غلام سیٹھ کے بارے میں کیسے پتہ چلا؟"

"یہ بات تمہیں تمہارا ساتھی بتائے گا۔ کیا تم اس سے ملے؟"

"ابھی نہیں۔"

"اوہ! اسی لیے تمہارے انداز میں تبدیلی ہے۔ بہرحال چھوڑو۔ دیکھو میں تمہارے ہاتھوں کتنی دکھی ہوئی۔ گلی کی سیڑھیوں سے نیچے اترتے وقت میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ تم ایسی حرکت کرو گے۔ یقین کرو میں نے دل ہی دل میں بے حد داد دی تھی۔"

"تم مجھے پہچان نہیں پائی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن سوچ ضرور رہی تھی۔ سچ جانو میں تمہیں غلام سمجھی تھی اور میں نے دل میں سوچا تھا کہ اور ڈ کے وطن کے سارے لوگ ہی بے جگر ہوتے ہیں لیکن جب بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ غلام سیٹھ کی لاش چھت پر پڑی ہوئی ہے تب نہ جانے میرے دل نے کیوں کہا کہ یہ تم ہی ہو۔"

"ہمارے درمیان اب کیا رشتہ ہے سینی ٹورا؟"

"آؤ۔ بس آجاؤ۔ رشتوں کے بارے میں پھر سوچیں گے۔"

"اس وقت تک نہیں جب تک تم بتا نہ دو کہ تمہیں غلام سیٹھ کے بارے میں معلومات کہاں سے ہوئیں؟" میں نے مکاری سے کہا۔

"اوہ! ضدی انسان۔ اب ہم کھل کر سامنے آ گئے ہیں' اب اس کی کیا ضرورت ہے۔ دیکھو نا' تم نے بھی اعتراف نہ کیا کہ تم اسی گروہ سے ہو۔"

"اور تم نے؟"

"ہاں ہم دونوں برابر ہیں۔"

"میرا سوال تشنہ ہے۔" میں نے کہا اور سینی ٹورا اٹھ گئی۔ اس نے ایک طرف رکھا ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا اور چند ساعت کے بعد اس لڑکی کی آواز ابھری جس نے مجھے غلام سیٹھ کے بارے میں اطلاع دی تھی اور پھر میری آواز۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

سینی ٹورا نے ٹیپ بند کر دیا۔ "بس اب تو سمجھ گئے؟"

"ہاں۔ کچھ سوال اور تشنہ ہیں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"وہ بھی پوچھو مگر جلدی۔ میرے زخموں میں تکلیف ہو رہی ہے۔ میں تمہیں شدت سے یاد کر رہی تھی۔" سینی ٹورا نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"یہ آواز تم نے کہاں سے ٹیپ کی؟"

"تمہاری قمیض کے کالر میں ایک ننھا سا ٹیپ ریکارڈ پن ہوتا تھا۔"

"اوہ! تو تم نے اسی رات ———؟"

"ہاں!"

"گویا غلام سیٹھ کی موت کا سبب میں ہی بنا ہوں؟"

"یونہی سمجھ لو۔"

"اور تمہارے خیال میں' میں تمہیں معاف کر دوں گا؟"

"کیا مطلب؟" سینی ٹورا چونک پڑی۔

"میں اپنے چیف کا وفادار ہوں سینی! جس طرح تم نے انٹرپول کے لیے اپنا فرض پورا کیا اب میرے اوپر بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔"

"لیکن ایڈورڈ! غلام سیٹھ کا بچنا تو بہت مشکل تھا۔"

"لیکن اس کی موت کا ذریعہ میں بنا ہوں۔" میں نے جیب سے پستول نکال لیا۔

"ایڈورڈ!" سینی ٹورا متحیرانہ انداز میں منہ کھول کر رہ گئی اور میں نے اس کی پیشانی کا نشانہ لے کر دیا۔ گولی نے سینی ٹورا کی پیشانی کے پرخچے اڑا دیئے۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے، کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے اور پھر اوندھے منہ زمین پر آ رہی۔ میں نے پورا پستول اس کے بدن پر خالی کر دیا اور وہ مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔

میرے دانت بھنچے ہوئے تھے۔ مجھے اس کے انجام کا ذرا بھی افسوس نہیں تھا۔ ہاں غلام سیٹھ کی موت کا رنج اور بڑھ گیا تھا۔ بالآخر میں دھوکا کھا ہی گیا۔ کم بخت سینی ٹورا نے مجھے ہی اس گروہ کے قتل کا ذریعہ بنایا۔ بہرحال سینی ٹورا کافی دیر تک تڑپتی رہی اور پھر سرد ہو گئی۔

تب میں کمرے سے نکل آیا اور اب میرا رخ سردارے کے کمرے کی طرف تھا۔ سردار کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے آہستہ سے دستک دی۔ بہرحال سینی ٹورا کی کوٹھی میں اور لوگ بھی یقینی طور پر موجود ہوں گے۔ پستول میں اگر سائلنسر نہ لگا ہوتا تو یہاں ایک لمحہ ٹھہرنا بھی مشکل تھا لیکن بہرحال ——

میں نے دوبارہ دستک دی اور اندر سے کروشیا کی آواز ابھری۔

"کون؟"

"دروازہ کھولو۔" میں نے کہا اور دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا۔

کیروشیا نائٹ گاؤن پہنے ہوئے تھے اور اس کے عقب میں مسہری پر سردارے سویا ہوا تھا۔

"اسے جگاؤ!" میں نے پستول کیروشیا کے سینے پر رکھ دیا اور وہ ہکا بکا رہ گئی۔

"مم —— مسٹر ایڈورڈ!"

"چلو۔" میں نے اسے پستول کی نال سے پیچھے دھکیل دیا۔ ہم دونوں کی آواز سن کر ہی سردارے کی آنکھ کھل گئی تھی اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔

وہ سلیپنگ سوٹ میں تھا۔ "کپڑے پہنو سردارے!" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور سردارے نہ جانے کیوں سہم گیا، اس نے جلدی سے میرے سامنے ہی لباس تبدیل کر لیا۔

"آؤ!" میں نے کہا۔ کیروشیا اب بھی اسی طرح کھڑی ہوئی تھی۔ اسے گمان بھی نہ تھا کہ اگلے لمحے کیا ہونے والا ہے۔ پستول کے دستے کی ضرب نے کیروشیا کی کھوپڑی تڑخا دی۔ اس کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ لہرا کر زمین پر آ گری۔

"استاد!" سردارے کی سرسراتی آواز ابھری۔

"آؤ!" میں اسے ساتھ لیے ہوئے دروازے سے باہر نکل گیا۔

"کک —— کیا ہو گیا استاد؟"

"بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر میں سردارے کو لیے ہوئے سینی ٹورا کے کمرے کے سامنے

پہنچ گیا۔ "اندر جھانکو۔" میں نے کہا اور سردارے نے بے ساختہ سینی ٹورا کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا اور پھر ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔

"اوہ استاد! گڑبڑ ہو گئی۔ خدا کی قسم برا ہو گیا۔"

"چلو —— چلو —— یہاں سے نکل چلو ورنہ اور برا ہو جائے گا۔"

اور پھر میں سردارے کو لیے ہوئے کوٹھی سے باہر نکل آیا اور ہم دونوں تیز رفتاری سے چل پڑے۔ ابھی تک میرے ذہن میں کوئی پروگرام نہیں تھا کہ ہم یہاں سے کہاں جائیں گے۔ صبح کا اجالا پھوٹنے لگا تھا۔ ہم چلتے رہے اور پھر ایک شبینہ ریسٹورنٹ میں آ گئے۔ اکا دکا گاہک موجود تھے۔ ہم نے کرسیوں پر بیٹھ کر کافی طلب کی۔ سردارے کے چہرے پر زلزلے کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"اسے تم نے ہی قتل کیا ہے استاد؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"برا ظلم ہو گیا استاد، لیکن قصور میرا بھی تو نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کل سے تم سے ملاقات ہی نہیں ہوئی، تم کہاں غائب رہے؟"

"بات کیا ہے سردارے، کیوں سسپنس پیدا کر رہے ہو؟"

"سینی ٹورا خود بھی مصروف رہی تھی چیف۔ اس نے مجھے تمہارے لیے پیغام دیا تھا۔"

"کیا پیغام تھا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ جلدی میں تھی اور بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں تلاش کر کے اس کا پیغام تمہیں دے دوں۔"

"سردارے احمق، پیغام کیا تھا؟"

"اس نے اعتراف کیا استاد کہ اس کا تعلق انٹرپول سے ہے۔ تمہارے ہی ذریعے اسے معلوم ہوا کہ غلام سیٹھ گلیمرش اسٹورز میں آئے گا۔ چنانچہ اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں تلاش کر کے یہ پیغام دے دوں کہ تم گلیمرش اسٹورز نہ جانا وہاں انٹرپول ریڈ کرے گی۔ سینی ٹورا نے یہ بھی کہا استاد کہ اس نے اپنے ڈیپارٹمنٹ کو ہمارے لیے کلیرنس رپورٹ دے دی ہے اور کہا ہے کہ مکمل تحقیقات سے پتہ چل گیا ہے کہ ان لوگوں کا تعلق اس گروہ سے نہیں ہے۔ گویا اس نے ہماری پوزیشن صاف کر دی تھی۔ اس نے کہا کہ یہ اس کا فرض ہے کہ غلام سیٹھ کے گرد کو توڑ دے لیکن وہ تمہیں چاہتی تھی اور اس نے تمہاری پوزیشن بالکل صاف کر دی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ تم کو اپنے ساتھ ہی رکھے گی لیکن استاد، کیا اس نے تمہیں یہ تفصیل نہیں بتائی؟"

سردارے کی بات سن کر میرا دماغ چکرا گیا۔ درحقیقت سینی ٹورا نے پوچھا تھا کہ کیا میں سردارے سے نہیں ملا۔ افسوس جلدی بازی ہو گئی۔

میں نے اپنے دل کو ٹٹولا اور مجھے سینی ٹورا کے لیے تھوڑی سی ہمدردی کا احساس ہوا لیکن پھر غلام سیٹھ کی موت نگاہوں میں گھوم گئی اور میں نے دانت کچکچا کر اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ بہرحال سینی ٹورا غلام سیٹھ کی قاتل تھی۔

کافی آگئی اور ہم اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگے۔ صبح کی روشنی پھیلنے لگی تھی ا
کافی کا آخری گھونٹ ختم ہوا تو رات بھی ختم ہو چکی تھی۔

ہم وہاں سے اٹھ آئے لیکن اب ذہن میں کوئی پروگرام نہیں تھا۔ سردارے بھی عجیب سے
میں خاموش ہو گیا تھا۔ ہم دونوں بے مقصد پیدل چلتے رہے۔ دونوں ہی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ک
نکل آئے تو سردارے نے پوچھا۔

"مگر استاد، میں ابھی تک حالات سے لاعلم ہوں۔ آخر کیوں؟"

"پہلے یہ سوچو سردارے کہ فی الحال ہم ٹھکانہ کہاں بنائیں؟"

"خطرہ اب بھی موجود ہوگا استاد؟"

"ممکن ہے کچھ اور بڑھ جائے۔"

"کیوں؟"

"سینی ٹورا نے کچھ کیا ہے اب اس کا اثر ختم ہو جائے گا۔"

"کیوں؟"

"احمق آدمی۔ کیروشیا ہوش میں ضرور آئے گی۔ اس کے آدمی بھی ہمارے بارے میں جا
اور انٹرپول بہرحال ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے استاد!"

"اس لیے خطرہ اور بڑھ گیا ہے۔"

"ٹھیک کہا استاد۔ پھر پہلے فوری طور پر کچھ بندوبست کرنا ہوگا۔ ارے ہاں استاد، ان حالات م
ہم بیکر سے رابطہ قائم کریں؟" سردارے نے کہا۔

"اوہ، نہیں سردارے۔ ہماری پوزیشن اس وقت بارود کی سی ہے۔ جہاں ہوں گے ذرا سی
سے بربادی پھیلا دیں گے۔ بیکر خواہ مخواہ کسی مصیبت میں بھی پھنس سکتا ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا۔ ہم دونوں پیدل چلتے رہے اور نہ جانے کہاں سے
نکل آئے۔ پھر میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"غلام سیٹھ مارا جا چکا ہے۔"

"کیا؟" سردارے اچھل پڑا۔

"ہاں۔ رات کو انٹرپول سے سخت معرکہ ہوا تھا۔"

"اور ـــــ اور غلام سیٹھ مارا گیا؟"

"ہاں!"

"اور تم یہ خبر اتنی دیر کے بعد مجھے اب سنا رہے ہو؟"

"ہاں!"

"کیوں استاد؟"

"فضول بات ہے۔ اگر یہ اطلاع تمہیں پہلے دے دی جاتی تو تم کیا کر لیتے؟"

"پھر بھی یہ اطلاع بے حد اہم اور افسوس ناک تو ہے استاد۔"

"ہاں، اور سینی ٹورا کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کہنے کا مقصد یہ ہے سردارے کہ اب ہم لاوارث ہیں۔ اب ہمارا کوئی گروہ نہیں ہے۔ گروہ تو خود
نے توڑ دیا تھا مگر باقی کام اچانک ہوا۔ غلام سیٹھ مجھے واپس پشاور لے جانا چاہتا تھا۔"

"ہا۔" سردارے نے افسوس ناک لہجے میں کہا۔ "واقعی استاد۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک سنگین
ہو چکا ہے۔"

"سردارے! اخبار خریدو۔ تفصیلات تو دیکھیں ویسے سڑکوں پر ہمارا اس طرح گھومنا ٹھیک بھی نہیں
ے۔"

"اوہ۔ ابھی لو استاد۔" سردارے چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے بولا۔ قرب و جوار میں کوئی
نظر نہیں آیا۔ ہم آگے بڑھتے رہے اور پھر ایک بک اسٹال نظر آگیا جہاں سے ہم نے ایک انگریزی
خریدا اور پھر سردارے نے اخبار دیکھ کر ایک طویل سانس لی۔ پہلے ہی صفحے پر بڑی بڑی سرخیاں نظر
ں۔

"زبردست معرکے کے بعد اسمگلروں کے بین الاقوامی گروہ کو توڑ دیا گیا۔ گروہ کا سرغنہ غلام سیٹھ
یا۔ بائیس اسمگلر انٹرپول اور مقامی پولیس کے ہاتھوں ہلاک۔ خوفناک مقابلے کے بعد پولیس کو اسمگلروں
رف لاشیں مل سکیں۔ ایک اسمگلر فرار۔ اور اس کے بعد پوری خبر تھی۔ خبروں میں فرار ہو جانے والے
ر کو سرغنہ کا داہنا بازو بتایا گیا تھا اور عوام سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اسمگلر کی تلاش میں پولیس کی مدد
یں۔ یہ بھی لکھا تھا کہ بہت جلد مفرور اسمگلر کی تصویریں شائع کی جائیں گی۔ میں نے بھی خبریں پڑھیں۔
ارے کے چہرے پر سنسنی کے آثار تھے۔

"یہ حالات تو اچھے نہیں ہیں استاد۔ ہمیں فوری طور پر میک اپ کا بندوبست کرنا چاہیے۔"

"بالکل ٹھیک کہا سردارے۔"

"کسی ہوٹل میں قیام بھی ٹھیک نہیں ہوگا۔"

"ہاں۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر میں چونک پڑا۔ "سردارے!" میں نے
رائی آواز میں کہا۔

"ہوں!"

"میرا خیال ہے ایک ٹھکانہ ہو سکتا ہے۔"

"کہاں استاد؟"

"ٹیکسی روکو۔" میں نے کہا اور سردارے ٹیکسی کے لیے نگاہیں دوڑانے لگا۔ پھر ایک ٹیکسی مل گئی
ر ہم اس میں بیٹھ گئے۔ "اینگلی!" میں نے ڈرائیور سے کہا اور اس نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ اینگلی
ے تھوڑے فاصلے پر ہی میں نے ٹیکسی رکوائی اور نیچے اتر کر بل ادا کیا۔ پھر ہم ایک مخالف سمت مڑ گئے اور
ب ٹیکسی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو واپس پلٹ پڑے۔

"کیا مطلب؟" سردارے نے کہا۔

"چلتے رہو۔" میں نے آہستہ سے بولا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ اینگلی میں داخل ہو کر میں

اس بلڈنگ میں داخل ہو گیا' جہاں سوئیٹا کا فلیٹ تھا۔ فلیٹ لاک نہیں تھا۔ یوں بھی اتنی صبح اس چلے جانا ممکن نہیں تھا۔ سردارے بالکل خاموش تھا۔ دو تین بار دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد اندر سے قد چاپ سنائی دی اور پھر سوئیٹا نے دروازہ کھول دیا۔ وہ سرخ رنگ کا گاؤن پہنے ہوئے تھی اور اجڑ نظر آ رہی تھی۔

ہمیں دیکھ کر خوش ہو گئی۔ "اوہ۔ ایڈی ڈیر!" اس نے بے اختیار ہاتھ پھیلا دیئے اور دوڑ کر لپٹ گئی۔ میں نے کھنکار کر سردارے کی طرف دیکھا۔

"آؤ۔ اندر آؤ۔ آپ بھی مسٹر!" اس نے کہا۔

"پنٹو!" میں نے کہا۔

"آیئے۔ باہر کیوں کھڑے ہیں؟"

"معاف کرنا سوئیٹا! یہ تکلیف دینے کا وقت نہیں تھا لیکن۔"

"جب کچھ سوچ کر آئے ہو تو آزماؤ تو سہی۔ ویسے کیوں ذلیل کر رہے ہو۔" سوئیٹا انداز میں کہا اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"ہم نے تمہارے کسی مہمان کو تو ڈسٹرب نہیں کیا؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"تم اتنی رقم دے گئے تھے کہ میں پورا ایک ہفتہ آرام کرنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔" اس انداز میں جواب دیا۔

"اوہ! یہ تو اچھی بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ہم سوئیٹا کے ڈرائنگ داخل ہو گئے۔ "آرام سے بیٹھو پنٹو۔ اپنا ہی گھر ہے۔"

"خوب ہے استاد!" سردارے نے گردن دونوں طرف جھٹکتے ہوئے کہا اور میں مسکرانے سردارے اس گھر کو دیکھ کر حیران ہو گا۔

"تمہارے لیے غسل کا بندوبست کروں ڈارلنگ۔ چہرے سے تھکن کا اظہار ہو رہا سوئیٹا نے کہا۔

"شکریہ!" میں نے کہا اور سوئیٹا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی۔ میں نے سردارے کو دیکھا۔ سردارے الوؤں کی طرح آنکھیں نچا رہا تھا۔

"اب تو یہ پوچھنے کی گنجائش بھی نہیں رہی ہے استاد کہ یہ خاتون کون ہیں۔" اس نے گہرا لے کر کہا۔

"ہاں سردارے! ایسی باتیں مت پوچھا کرو۔"

"بالکل نہیں پوچھوں گا استاد۔ بس ایک بات بتا دو۔"

"کیا؟"

"کس چیز سے لکھا کر لائے ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں فضول باتوں سے گریز کرو۔" میں نے کہا۔

"ہائے۔ صرف یہی ایک چیز فضول نہیں ہے۔ اور ــــــ باقی کچھ نہیں ہے استاد۔ تمہ مرضی۔" سردارے خاموش ہو گیا۔

"فوری طور پر یہ محفوظ جگہ ہے لیکن زیادہ دیر تک نہیں۔"

"زیادہ دیر تک کیوں نہیں؟"

"انہوں نے ہماری تصویریں چھاپنے کا دعویٰ کیا ہے۔"

"لیکن اب تو سڑکوں پر نکلنا بھی خطرناک ہو گا استاد؟"

"ہوں۔ ایک دفعہ تو جانا ہی پڑے گا۔"

"کیوں؟"

"میک اپ کا سامان خریدنا ہو گا!"

"اب تو بتا ہی دو استاد ــــــ یہ لڑکی کون ہے؟" سردارے پر خیال انداز میں بولا۔

"سوئیٹا!"

"ہاں!"

"سوئیٹا ایک پیشہ ور لڑکی ہے لیکن اچھے اخلاق کی مالک سویڈش ہے۔ یہاں ملازمت کرنے آئی اس کے گھر والے سویڈن میں ہیں۔ حالات یہاں تک لے آئے۔"

"گویا خون خراب نہیں ہے۔"

"یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"تب پھر یہ رقم کے زور پر کسی حد تک تو ہمارے کام آ سکتی ہے؟"

"مثلاً؟"

"میک اپ کا سامان اس سے منگوایا جا سکتا ہے۔" سردارے نے کہا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی اب نہیں دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سوئیٹا واپس آ گئی۔ اس نے لباس تبدیل کر کے بال سنوار لیے ۔

"آیئے۔" اس نے کہا۔

"ایک ایک؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں!" وہ مسکرا دی۔

"جاؤ استاد۔ تم زیادہ تھکے ہوئے ہو۔" سردارے نے کہا اور میں باتھ روم میں چلا گیا۔ میرے بعد ردارے نے غسل کیا اور پھر جب ہم دونوں غسل سے فارغ ہو گئے تو سوئیٹا نے ناشتے کی اطلاع دی۔

"بہت بہت شکریہ سوئیٹا! اور در حقیقت تم اتنی پر خلوص اور مہمان نواز ہو کہ دل چاہتا ہے مارے ساتھ کئی دن تک قیام کیا جائے۔" میں نے ناشتے کے دوران کہا۔

اور سوئیٹا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ایسی باتیں کہہ کر دل کیوں دکھاتے ہیں مسٹر ایڈی!"

"کیا مطلب؟"

"ہم بھی کبھی اس قابل تھے کہ لوگ ہمارے مہمان بنیں۔ اب تو اس جگہ مہمان کا لفظ' مہمانوں کے لیے ایک گالی ہے۔ ہم تو کسی سے کہہ بھی نہیں سکتے۔" سوئیٹا کی آواز میں سسکیاں تھیں۔

"اوہ۔ نہیں سوئیٹا۔ ہم تمہارے مہمان ہیں' اگر تم پسند کرو۔"

"دلی مسرت کے ساتھ۔" سوئیٹا نے جواب دیا۔

"بس تو ہم نے یہاں دھرنا دے دیا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب میں آپ کو اپنی مرضی سے جانے دوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور سوئیٹا کے چہرے سے دلی مسرت ٹپکنے لگی۔ ناشتے کے ڈرائنگ روم میں آبیٹھے اور سوئیٹا دلچسپ گفتگو کرتی رہی۔ گیارہ بجے کے قریب اس نے ہم سے چاہی۔

"تو مہمانان گرامی! خادمہ کو تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیں۔ یہ بدنصیب فلیٹ پہلی بار خو سے دو چار ہوا ہے۔ مہمانوں کا عادی نہ ہونے کی وجہ سے یہ مہمانوں کی مدارات کا متحمل نہیں اسے اس قابل بنا دوں۔"

"ضرور!" میں نے کہا اور سوئیٹا چلی گئی۔

"لطف کی بات یہ ہے استاد' کہ لڑکیاں کیسی بھی ہوں' زندگی بھر پیشہ ور رہی ہوں مگر تم سامنے موم ہو جاتی ہیں۔ آپ ـــــــ" سردارے نے جلدی سے دونوں ہاتھوں سے منہ بند کر لیا۔

"کیوں' کیوں؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"احمق سمجھ کر معاف کر دیا کرو استاد!"

"کیا مطلب؟"

"میں نے پھر اس لڑکی کو موضوع بنا لیا۔" سردارے نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"ویسے سردارے' بڑے کام آئی ہے یہ لڑکی اس وقت تو ہم واقعی بڑی خراب پوزیشن مہ فوری طور پر کوئی ٹھکانہ ضروری تھا اور میرے خیال میں ہوٹل وغیرہ ہمارے لیے جیل خانے سے تھے۔"

"یقیناً!" سردارے نے گردن ہلائی۔

"بہرحال دو چار دن اس کے ساتھ گزاریں گے' اس کے بعد یہاں سے نکلنے کی سوچیں گے۔

"ٹھیک ہے استاد' لیکن ــــــ"

"لیکن کیا؟" میں نے اسے کڑی نگاہوں سے گھورا۔

"کچھ بھی نہیں باس۔ کچھ نہیں چیف۔" سردارے نے مسخرے پن سے دانت نکال دیئے۔

"تم تو رات بھر سوئے ہو۔ میں بھی تھوڑی دیر سو جاؤں۔"

"ضرور چیف ضرور۔" سردارے نے جواب دیا۔

"جب تک سوئیٹا واپس نہ آجائے تم جاگتے ہی رہو گے اس کے بعد چاہو تو سو سکتے ہو۔"

"اوکے چیف!" سردارے نے اٹینشن ہو کر کہا اور میں بیڈ روم میں آگیا۔ سوئیٹا بے چار خالی اور کھلا چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ یہ اس کے اچھا انسان ہونے کی دلیل تھی۔

نیند بھی خوب آئی۔ بس بستر پر لیٹا اور سو گیا۔ نہ جانے کیوں یہاں بڑا اطمینان تھا۔ یوں لگتا یہ جگہ ساری آفتوں سے محفوظ ہے' پھر دوپہر کے کھانے پر سردارے نے مجھے جگایا اور میں اٹھ گیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی بات نہیں استاد' بس ذرا کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔"

"اوہ' کیا بج گیا؟"

"ڈیڑھ!"

"سوئیٹا واپس آگئی؟"

"کبھی کی اور کچن سے اٹھنے والی خوشبوؤں نے برا حال کر رکھا ہے۔" میں اٹھ گیا' منہ ہاتھ وغیرہ دیا اور پھر سوئیٹا نے کھانا لگ جانے کی اطلاع دی۔ وہ اس وقت خالص گھریلو عورت نظر آرہی تھی جسے انوں کی تواضع کا پورا پورا احساس تھا۔ کھانے کی میز پر بھی بہت سی ڈشیں موجود تھیں۔ بڑا ہی عمدہ کھانا ۔ ہم نے دل کھول کر کھایا اور دل کھول کر ہی تعریف کی اس کے بعد چائے وغیرہ کا دور چلا اور پھر ہم لوگ دیر تک بیٹھے گفتگو کرتے رہے۔

"شام کا کیا پروگرام رہے گا جناب؟"

"بس یہ حسین شام تمہارے ساتھ' تمہارے فلیٹ پر ہی گزرے گی۔"

"اوہو' باہر نہیں چلیں گے؟"

"کیا کریں گے سوئیٹا' پورا کوپن ہیگن دیکھ لیا ہے' اب دیکھنے کے لیے کون سی جگہ باقی رہ گئی ۔"

"سوئیٹا نے گہری نگاہوں سے ہمیں دیکھا۔ "گویا آپ حال ہی میں یہاں آئے ہیں؟" اس نے ہا اور مجھے احساس ہو گیا کہ پھر منہ سے ایک غلط بات نکل گئی ہے۔

"ہاں۔ شاید اس دن یہ بات نہیں ہوئی تھی۔ ہم سیاح ہیں' بہت سے ممالک گھومتے ہوئے یہاں ہیں۔"

"ویری گڈ! تو کوپن ہیگن دیکھا؟"

"اچھی طرح!"

"پسند آیا؟"

"ہاں! کیوں نہیں' یہاں تم بھی تو ہو۔"

"میرے ساتھ بھی ایک شام آوارہ گردی میں گزارو!"

"ضرور' لیکن آج نہیں اور پھر ابھی ہم آسانی سے تھوڑی جائیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں' ہاں۔ کیوں نہیں۔ میری تو خواہش ہے کہ آپ لوگ کبھی نہ جائیں۔" سوئیٹا حسرت ے انداز میں بولی۔

"وہ تو ٹھیک ہے میڈم' لیکن براہ کرم آپ اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نہ کہیں۔" ارے درمیان میں بول پڑا۔

"کیوں؟" سوئیٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بات ذرا غیر مناسب ہے لیکن میری زندگی سے اس کا گہرا تعلق ہے۔"

"تب آپ کہہ دیں۔"

"دراصل مجھے اپنے کمرے میں تنہا سوتے ہوئے ڈر محسوس ہوتا ہے۔ بس عجیب عجیب سے خوا
نظر آتے ہیں اور میں دوسروں کی نیندیں بھی حرام کر دیتا ہوں۔"

"اوہ!" مگر آپ تنہا تو نہیں سوئیں گے۔" سونیتا بدمعاش سردارے کی بات نہیں سمجھ سکی۔

"پھر میرے پاس کون ہوگا؟"

"ایڈی آپ کے پاس سوئیں گے۔"

"ارے نہیں نہیں' ایسا آج تک نہیں ہوا۔ یہ تو رات کو بہت زیادہ خطرناک ہو جاتے ہیں۔ ز
میں ایک بار ہی سویا تھا' بس قسمت ہی تھی جو بچ گیا۔"

"کیا مطلب؟" سونیتا ہنستی ہوئی بولی۔

"گہری نیند تھی' اچانک محسوس ہوا جیسے موت کا فرشتہ روح متعین کر رہا ہو۔ آنکھ کھلی تو
حضرت میرے سینے پر سواری فرما رہے ہیں۔ پوچھا تو معلوم ہوا کہ خواب میں گھوڑا دیکھا تھا۔" سردارے
کہا اور سونیتا ہنس پڑی۔

"پھر تو بڑی مشکل پیش آئے گ'ی۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"ارے تم اس کی بکواس پر غور مت کرو سونیتا! یہ تو پاگل ہے۔" میں نے مداخلت کی۔

"نہیں۔ مسٹر پنٹو دلچسپ انسان ہیں۔"

"ایک آدھ دن اس بے اعتنائی میں گذر گیا تو پھر دیکھنا' میری ساری دلچسپیاں قبر میں جا سوئیں گ
سردارے نے مسمسی شکل بنا کر کہا۔

ایسی ہی فضول باتوں میں وقت گذرتا رہا' شام ہو گئی اور پھر رات۔ رات کو میں نے سونیتا
کہا۔ "پنٹو کی تنہائی کے بارے میں تم نے کیا سوچا؟"

"اوہ تو کیا ——؟"

"اس بدمعاش کا مقصد اور کیا تھا!"

"یہ کوئی مشکل کام تو نہیں ہے مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیں۔" سونیتا نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ!" میں نے جواب دیا اور سونیتا تیار ہو کر چلی گئی۔

سردارے کو میں نے ابھی کچھ نہیں بتایا تھا۔ پھر جب سونیتا ایک خوبصورت سی لڑکی کے
واپس آئی تو سردارے کی باچھیں کھل گئیں۔

"یہ جینی ہے —— اور جینی' مسٹر پنٹو تنہائیوں سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں' تم انہیں
رہنے دو گی۔"

"کبھی نہیں۔" جینی دلکش انداز میں مسکراتی ہوئی بولی۔ وہ کاروباری طور پر سونیتا سے ز
تھی۔ چنانچہ وہ رات حسب معمول کافی خوبصورت رہی۔ جینی تو دوسری صبح رخصت ہو گئی' حالا
وقت میں نے سونیتا سے کہا تھا' پنٹو آج رات بھی تنہا نہ سو سکے گا۔

"رات بہت دور ہے مسٹر ایڈی!" سونیتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بہرحال سونیتا کے ساتھ بہت اچھا وقت گذر رہا تھا۔ دوپہر کو وہ حسب معمول اجازت ل
خرید و فروخت کرنے کے لیے چلی گئی۔ سردارے بے حد خوش تھا۔ سونیتا لنچ کے وقت سے ذرا

ی آئی۔ اس نے آتے ہی ہم دونوں سے دیر ہو جانے کی معذرت کی اور پھر کچن میں چلی گئی۔ میں نے
نیتا کے چہرے پر کچھ سنجیدگی سی محسوس کی تھی لیکن اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ کھانے کی میز پر
اس کی یہی کیفیت تھی۔ اس وقت میں خاموش نہ رہ سکا۔

"کیا بات ہے سونیتا' کچھ خاموش خاموش سی ہو؟"

"کوئی خاص بات نہیں مسٹر ایڈی! کھانے کے بعد گفتگو کریں گے۔" سونیتا نے کہا۔

"گویا بات ہے ضرور؟"

"معمولی سی۔" سونیتا مسکرائی۔

"تب تو پھر مجھے معاف کرنا' میں تیز رفتاری سے کھاؤں گا کیونکہ سسپنس مجھ سے برداشت نہ ہو
گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہو' دراصل میں نے بازار میں کچھ اخبارات دیکھے' پہلے صفحے پر آپ دونوں کی تصاویر تھیں۔"
نیتا نے کہا اور میرے بدن میں سنسنی پھیل گئی۔ سردارے کا ہاتھ بھی رک گیا تھا۔ میں گہری نگاہوں
سونیتا کو دیکھنے لگا' پھر آہستہ سے بولا۔

"تم نے وہ اخبار خریدے نہیں سونیتا؟"

"لے آئی ہوں! لیکن پلیز اس موضوع کو کھانے کے بعد چھیڑیں گے۔ میں اسی لیے کچھ کہنا نہیں
تی تھی۔" میں نے کچھ نہ کہا اور ہم خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں
ھے۔ سونیتا نے چند اخبارات میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں اور سردارے اخبارات پر ٹوٹ پڑے۔

انٹرپول کی اسسٹنٹ ڈائریکٹر "سینی ٹورا" کی موت کی خبر بھی شائع ہوئی تھی' جسے ایک ایشیائی اسمگلر
ہلاک کر دیا تھا۔ ایشیائی اسمگلر' مشہور اسمگلر "غلام سیٹھ" کا دست راست بتایا گیا تھا۔ کہا گیا تھا کہ
یمرش اسٹورز کے ریڈ میں صرف وہی شخص ایسا تھا جو فرار ہونے میں کامیاب ہو سکا تھا اور پھر پولیس
جیپ لے کر وہ جس انداز میں بھاگا اور اس نے سینی ٹورا کو زخمی کیا اس کے پیش نظر اس شخص کو بے حد
ناک بتایا گیا تھا۔ کہا گیا تھا کہ انٹرپول اور مقامی پولیس اسے پوری شدت سے تلاش کر رہی ہے۔ اسی
س شخص کا ایک اور ساتھی بھی ہے' جس کی لاش بھی گلیمرش اسٹورز میں نہیں مل سکی۔

ہم نے پوری خبریں پڑھ لیں اور پھر سونیتا کی طرف دیکھا۔ "تم نے یہ اخبار پڑھ لیا سونیتا؟"

"ہاں!" سونیتا نے ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا۔

☆ ☆ ☆

خطرناک لمحات آہستہ آہستہ گزر رہے تھے۔ سونیتا کے ٹھنڈے لہجے سے ہم کوئی اندازہ
لگا سکے تھے۔ حالانکہ یہ لڑکی ہمارے لئے بہت بڑی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ اس فلیٹ میں وہ تنہا تھی۔
غلط راستوں پر سوچتی تو گردن دبانے میں کوئی خاص محنت بھی نہیں کرنی پڑتی اور پھر ایک کمرے میں اس
لاش پڑی سڑتی رہتی۔ یا تو لاش کا تعفن لوگوں کو اس فلیٹ کی طرف متوجہ کرتا' یا پھر اس کا کوئی پرانا شناسا
ی نشاندہی کر سکتا تھا۔ رہی میری بات! تو شاید سونیتا کو قتل کرتے ہوئے مجھے کوئی احساس نہیں ہوتا۔
اندرونی کیفیات کو میں ایسا ہی پا رہا تھا۔ غلام سیٹھ کی موت کے بعد ایک احساس جاگا تھا اور وہ احساس کچھ
سا تھا۔ ظاہر ہے' مجھے اس شخص سے عشق نہیں تھا لیکن میرے اور اس کے درمیان کچھ ایسے تعلقات
ے جنہیں میں دوسرے لوگوں سے مختلف سمجھنے پر مجبور تھا۔ اس نے نہ صرف مجھے سہارا دیا تھا' بلکہ

م پر مجھے اس طرح سراہا تھا کہ میری ہمت زیادہ سے زیادہ بڑھتی گئی۔ اس نے مجھے اپنے گروہ کے سارے لوگوں پر فوقیت دی تھی' ہر جگہ میری عزت کرائی تھی۔ بس اس کی موت کے بعد ایک نفرت سی دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ معمولی سا اختلاف کرنے والے کو قتل کر دوں۔ بڑے وحشیانہ خیالات ذہن میں جنم لینے لگے تھے اور انہیں انجام دینے میں کوئی عار نہیں محسوس ہوتی تھی۔

سردارے بھی خاموش تھا۔ چوکنا اور میرے اشارے کا منتظر..... سوئیٹا خاموشی سے ہم دونوں کی شکلیں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو سوئیٹا؟"

"تمہارے خیال میں کیا سوچ سکتی ہوں؟" سوئیٹا نے الٹا سوال کر دیا۔

"ہمارے بارے میں؟"

"ظاہر ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا فیصلہ کیا؟"

"ایڈی! کیسی باتیں کر رہے ہو۔" سوئیٹا نے شکایتی انداز میں کہا۔

"خوب۔ ویسے تمہیں مایوسی تو نہیں ہوئی؟"

"کچھ نہیں ہوا ایڈی! لیکن کیا اخبار کی خبر درست ہے؟"

"ہاں۔ ہماری تصویریں موجود ہیں۔"

"ہوں۔" سوئیٹا نے گردن ہلائی۔ "تو تم ایشیائی ہو؟"

"ہاں۔"

"میں تمہارے لئے میک اپ کا سامان لیتی آئی ہوں۔" سوئیٹا نے کہا اور ہم دونوں ہی چونک پڑے۔ "اور میں اس فن سے تھوڑی بہت واقفیت بھی رکھتی ہوں۔"

"اوہ سوئیٹا! واقعی؟" میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"ہاں ایڈی! تمہارا کیا خیال تھا' کیا میں تمہیں گرفتار کرا دیتی؟"

"تمہارا احسان ہے سوئیٹا۔" میں نے ممنونیت سے کہا۔

"ایسے نہ کہو ایڈی! میں جانتی ہوں گھر سے' بہنوں سے' بھائیوں سے' ماں سے کہہ کر نکلے ہو گے تمہارے لئے اچھے کپڑے لاؤں گا' ماں کے علاج کے لئے دولت کمانے نکلے ہو گے۔ عزت سے نہ کما سکے ہو گے۔ دنیا نے ساتھ نہ دیا ہو گا۔ گھر سے نکلے ہو گے تو فرشتوں کی طرح معصوم ہو گے۔ گرم غلیظ ہواؤں نے راستوں کا تعین کیا ہو گا ہمارے راستے الگ نہیں ہیں ایڈورڈ! ہم سب ایک ہی کے راہی ہیں' صرف اقسام بدلی ہوئی ہیں۔ مجھ سے بڑا ہمدرد کون ہو سکتا ہے تمہارا؟ بتاؤ؟ ہم اپنے بارے غلط کیسے سوچ سکتے ہیں؟" سوئیٹا جذباتی ہو گئی۔ میں متعجب نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سردارے اس سے متاثر تھا۔

"میں تمہارے اس تعاون کو ہمیشہ یاد رکھوں گا سوئیٹا!"

"خدا کی قسم! اسے دوستی سمجھنا' احسان نہ سمجھنا۔" سوئیٹا نے کہا۔

"اس دوستی کی قدر دل میں ہے۔" میں نے کہا۔

"اب آؤ۔ میں تمہارے چہروں پر میک اپ کر دوں۔" سوئیٹا نے کہا اور ہم دونوں اٹھ گئے۔ سوئیٹا کی محبت' اس کی صاف دلی نے دل پر بہت اثر کیا تھا۔ اس نے اخبار پڑھتے ہی میک اپ کا سامان خرید لیا تھا اس سے بہتر صاف دلی کا مظاہرہ ممکن نہیں تھا۔

دوسرے کمرے میں آ کر ہم نے میک اپ کا سامان دیکھا۔ اور سردارے نے گہری سانس لی۔ سیاہ رنگ کی ملک تھیں اور گھنے گھنگھریالے بالوں کی وگ۔ پہلے میں نے میک اپ کیا اور وگ لگانے کے بعد افریقی بن گیا۔ سردارے میری شکل دیکھ کر ہنس پڑا۔

"کیوں۔ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے مس سوئیٹا' ہمارے میک اپ کرنے کے بعد ہمیں فوراً گھر سے نکال دیں گی۔ ہماری شکلیں اس قابل کہاں رہیں گی کہ کوئی ہمیں اپنے گھر میں رکھ سکے۔"

"لیکن میرے خیال میں اس وقت اس سے عمدہ میک اپ ناممکن تھا۔"

"دوسری بات بھی غلط ہے۔" سوئیٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" سردارے نے پوچھا۔

"گریمو چلے جاؤ۔ درمیانی عمر کی اور جوان لیکن شوقین لڑکیاں تمہارے زندگی بھر کے اخراجات اٹھانے کو تیار ہو جائیں گی۔"

"گریمو کیا ہے؟"

"کوپن ہیگن کی مالدار عورتوں کا کلب۔ ان میں زیادہ تر کروڑ پتی بیوائیں اور کروڑ پتی باپوں کی شوقین بیٹیاں ہوں گی اور کالوں پر وہ جان دیتی ہیں' ان کے لئے دیوانی ہو جاتی ہیں۔ یا پھر سڑکوں پر نکل جاؤ۔ بہرحال سادی معصوم لڑکیوں اور عورتوں کی بات تو نہیں کرتی لیکن بے شمار کاریں تمہارے ارد گرد چکرائیں گی۔"

"اوہو۔ یہ حیثیت ہے یہاں کالوں کی۔"

"میں نے صرف اوباش عورتوں کی بات کی ہے۔" سوئیٹا نے کہا۔

"کوئی حرج نہیں ہے استاد۔ ان موٹے موٹے ہونٹوں میں بھی تم مجھے گلفام لگنے لگے ہو۔" سردارے نے اردو میں کہا۔ میں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی اور سوئیٹا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میرا خیال ہے ڈارلنگ! اب ہمیں اجازت دو' اور سنو۔ کوپن ہیگن میں رہے تو تم سے ضرور ملیں گے۔"

"کیا مطلب؟" سوئیٹا نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہمارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے' تمہارے اوپر کوئی مصیبت آ سکتی ہے۔"

"ایڈی!" سوئیٹا نے عجیب سے انداز میں کہا۔ "ایک بات بتاؤ گے؟" میں سوالیہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "تم جس وقت یہاں آئے تھے کیا سوچ کر آئے تھے؟"

"میں سمجھا نہیں سوئیٹ؟" میں نے کہا۔

"کیا تم نے اسے پناہ گاہ نہیں سمجھا تھا' کیا فوری طور پر تمہارے دل میں یہی جگہ نہیں آئی تھی؟"

"ہاں سوئیٹا۔ یہی بات ہے۔"

"تو پھر۔ اب تمہارا اعتماد کیوں اٹھ گیا؟"

"یہ بات نہیں ہے سوئیٹا۔"

"بیٹھ جاؤ ایڈی! کیا تمہارا خیال ہے میری ذات سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"تمہارے پاس فی الحال دوسری جگہ بھی نہیں ہے' اس لئے اس وقت اس سے بہتر جگہ کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ تم کوئی اچھی جگہ منتخب کر لو' تو یہاں سے چلے جانا۔"

"بیٹھو سردارے۔ سوئیٹی غلط انداز میں سوچ رہی ہے۔"

"نہیں استاد۔ اسکا خیال ٹھیک ہی ہے میرا مطلب ہے' ہمیں فی الحال اس سے بہتر پناہ گاہ نہیں مل سکتی۔ اس وقت تک جب تک کوئی عمدہ ترکیب ذہن میں نہ آجائے۔"

"کیا تم کوپن ہیگن چھوڑنا چاہتے ہو؟" سوئیٹا نے ہمارے بیٹھنے کے بعد پوچھا۔

"ہاں' ہمارا یہی ارادہ ہے۔"

"لیکن تمہارے پاسپورٹ۔ وہ تمہارے لئے بیکار بلکہ خطرناک ہوں گے۔"

"یقیناً" میں نے کہا۔

"ایسی صورت میں تمہیں میکلینو کا سہارا لینا چاہئے۔"

"میکلینو؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ میکلینو۔ نیوہیون کا بادشاہ۔"

"یہ کون ہے؟"

"ہر درد کی دوا۔ بشرطیکہ اس کو منہ مانگی رقم ادا کر دی جائے۔"

"اوہ' کیا وہ باہر جانے میں ہماری مدد کر سکتا ہے؟"

"یوں کہو' اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔" سوئیٹا نے کہا اور پھر بولی۔ "دو منٹ انتظار کرو' میں میک اپ کا سامان ضائع کر دوں۔"

"ہاں۔ ہاں ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور سوئیٹا اٹھ کر چلی گئی۔ میں نے گہری سانس لے کر کرسی پر پاؤں پھیلا دیئے تھے۔

"نفیس عورت ہے چیف! ہمدرد اور مہربان' ایثار کرنے والی اور عمدہ سوچنے والی۔ میرا خیال ہے ہم اس کے تعاون سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔" سردارے نے کہا۔ میں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی تھی۔ میرا ذہن کسی اور سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ "کیا سوچنے لگے باس؟" سردارے مجھے خاموش دیکھ کر بولا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے سردارے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں سوئیٹا کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ ہر طرح سے مفید ہے' میرا کام بھی بن جائے گا' کس بات کی ہے۔" سردارے نے کہا اور میں اچھل پڑا۔ میرے منہ سے ہلکی سی آواز نکل گئی تھی۔ اس حرکت سے سردارے بھی بوکھلا گیا اور ایکدم کھڑا ہو کر بولا۔ "کیا ہوا استاد؟"

"آؤ۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور باہر نکل کر سوئیٹا کو آوازیں دیں۔ سوئیٹا اسی طرح ایک کمرے سے نکلی۔ وہ بھی اس طرح آوازیں دینے سے پریشان ہو گئی تھی۔

"کیا ہو گیا ایڈی؟" اس نے بدحواسی سے پوچھا۔

"سوئیٹا۔ جینی کس ٹائپ کی لڑکی ہے؟" میں نے تڑسے سوال کیا۔

"جینی۔" سوئیٹا کی سرسراتی آواز ابھری۔ سردارے بھی میرے اس سوال سے چونک پڑا تھا۔ ب اسے میرے اچھل پڑنے کی وجہ معلوم ہو گئی۔ سوئیٹا بھی میرے سوال کا مقصد سمجھ گئی تھی۔

"وہ۔ وہ ٹھیک نہیں ہے ایڈی! لالچی اور سازشی قسم کی لڑکی' خواہ مخواہ شہرت حاصل کرنے اور اپنی ت کا اظہار کرنے کی شوقین۔"

"تب؟" میں نے سوئیٹا کو دیکھا۔

"ٹھہرو۔ میں اسے ٹیلی فون کرتی ہوں۔" سوئیٹا نے کہا۔ لیکن اسی وقت دروازے پر آہٹ ئی دی اور پھر زوردار دستک ہوئی۔ اور ہم سب اچھل پڑے۔ سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر نے آہستہ سے کہا۔

"گھبرانا نہیں سوئیٹا۔ ہمارے تمہارے نئے گاہک ہیں' جو آئے تھے وہ چلے گئے۔"

"ٹھیک ہے۔" سوئیٹا نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میک اپ کا سامان ضائع کر دیا؟"

"ہاں" سوئیٹا دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ دستک کافی زور سے ہو رہی تھی۔ "کون ۔ کون بدتمیز ہے۔ ٹھہرو' ٹھہر جاؤ۔" سوئیٹا نے کہا اور ہم نے گہری سانس لی۔ سوئیٹا نے خود پر ں قابو پالیا تھا۔ پھر شاید اس نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن آنے والوں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ رتے ہوئے قدم جیسے پورے فلیٹ میں پھیل گئے۔ ان کے درمیان ہی سوئیٹا کی آواز سنائی دے رہی ۔

"ارے ارے' کون ہو تم لوگ۔ کیا تم سب دیوانے ہو گئے ہو۔ سنو کیا تم سب پاگل ہو۔ میں ری رپورٹ کروں گی۔ میں۔ میں....." اور وہ ہمارے کمرے تک آ گئے۔ ہم اس پوزیشن میں تھے جیسے اچانک ہنگامے کی وجہ معلوم کرنے نکل رہے ہوں۔ آنے والے چار آدمی تھے۔

وہ سادہ لباس میں تھے لیکن ان کے انداز سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ان کا تعلق انٹرپول سے ہے۔ ب کے سب تنومند اور تیز آنکھوں والے۔ انہوں نے گہری نگاہوں سے ہمیں دیکھا۔ اور ہم احمقانہ انداز ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

"کون ہو تم۔؟" انگلش میں سوال کیا گیا۔

"ڈکٹر۔ البرٹ۔" میں نے جلدی سے تعارف کرایا۔ سوئیٹا بھی یہیں آ گئی تھی۔

"میں کہتی ہوں یہ کیا جہالت ہے۔ تم کس کی اجازت سے اندر آئے ہو۔؟"

"سوری۔ میڈم۔ پولیس۔" ان میں سے ایک نے اپنا کارڈ نکال کر سوئیٹا کے سامنے کر دیا۔

"میرے پاس لائسنس موجود ہے' کوئی بھی ہو۔ اس طرح....." سوئیٹا نے بپھرتے ہوئے کہا۔ ہت عمدہ اداکاری کر رہی تھی۔

"ویری سوری۔ یہ آپ کی بات نہیں ہے میڈم۔ یہ دونوں کون ہیں؟"

"میرے مہمان۔ کیوں؟"

"ہمیں بھی دو آدمیوں کی تلاش تھی۔"

"ان کی؟" سوئیٹا نے پوچھا۔

"ان کی۔ تو۔ نہیں.....۔" ان میں سے ایک نے ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔ اور پھر جیب سے نکالتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ دونوں تمہارے پاس آئے تھے؟"

"ہاں۔ میں نے اخبار میں ان کی تصویر دیکھ لی تھی۔" سوئیٹا نے کہا۔

"آئے تھے یہ دونوں؟"

"ہاں۔"

"کب گئے؟"

"صبح کو چلے گئے۔"

"تم نے پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی؟" اس نے کڑی نگاہوں سے سوئیٹا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ پولیس مجھے تنخواہ دیتی ہے کیا؟" سوئیٹا نے چڑچڑے انداز میں کہا۔

"پھر بھی۔ یہ تمہارا فرض تھا۔"

"مجھے عزت کی زندگی دینا بھی تمہارا فرض تھا۔ تم نے دی؟" سوئیٹا نے تلخ لہجے میں کہا

شخص نے اپنے ساتھی کی شکل دیکھی۔

"تمہارا تعلق کہاں سے ہے دوستو؟" اس نے مجھ سے سوال کیا۔

"ٹانگانیکا۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے پاسپورٹ ضرور ہوں گے؟"

"یہاں آنے کے لئے پاسپورٹ لانا ضروری ہوتا ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا قیام کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔ اور میں نے جلدی سے ایک ہوٹل کا نام لے دیا۔

"تب یقیناً تمہارے پاسپورٹ تمہارے سامان میں ہوں گے؟"

"ظاہر ہے.....!" سردارے تمسخرانہ انداز میں بولا۔

"تب ہم تمہیں وہاں تک تکلیف دیں گے۔"

"بہت خوب۔ لیکن آفیسر! تمہارے ملک میں سیاحوں کے ساتھ یہی سب کچھ ہوتا ہے؟"

کہا۔

"سوری' ویسے ہمارا تعلق انٹرپول سے ہے۔" اس نے کہا۔

"اور انٹرپول کو دو افریقیوں کی تلاش ہے؟" میں نے طنزیہ کہا۔

"ہم تمہارے سفارت خانے کو جواب دے دیں گے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ چلو.....۔" میں نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ سوئیٹا بمشکل خود کو سنبھالے ہوئے تھی۔ لیکن اب اس کے چہرے پر ہوائیاں تھیں۔

"تھینک یو میڈم۔ آپ کے پاس ہم پھر آئیں گے۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

سے آدمی موجود تھے اور شاید پورے فلیٹ کی تلاشی لے چکے تھے۔

ایک تو ہمارے چہرے بدلے ہوئے تھے' دوسرے ہم جس شرافت سے ان کے ساتھ چلنے کو تیار ہوگئے تھے' اس پر وہ ہماری طرف سے کسی قدر مطمئن ہوگئے تھے۔ اسی لئے انہوں نے ہماری تلاشی لینے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ اور یہ ان کی مہلک غلطی تھی کیوں کہ ہمارے پاس بھرے ہوئے پستول موجود تھے۔

"سردارے!" میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"استاد!" سردارے بھی اردو میں بولا۔

"ہوشیار۔"

"چوکس ہوں استاد۔!" سردارے نے جواب دیا۔ اور ہم نیچے پہنچ گئے۔ نیچے چار پولیس کاریں کھڑی تھیں۔ ہمیں ایک کار کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھنے کی پیشکش کی گئی۔ وہ شخص جو ان میں ممتاز تھا اسی کار میں ڈرائیور کے برابر بیٹھ گیا۔ ایک جوان ہمارے برابر آ بیٹھا تھا۔ ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کردی۔ اور باقی کاریں بھی اسٹارٹ ہوگئیں۔ ہم پرسکون بیٹھے تھے۔

کاریں بھری پری سڑکوں سے گزر رہی تھیں۔ پھر ایک مناسب جگہ میں نے سردارے کو ٹھوکا دیا۔ اور پھر ہم نے جس پھرتی سے پستول نکالے' وہ قابل دید تھی۔ سردارے نے پھرتی سے اپنے برابر والے کے سر کو نشانہ بنایا اور اس کی کھوپڑی تڑخ گئی۔ میں نے آگے بیٹھے ہوئے شخص کی گردن کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ قریب سے چلی ہوئی گولی اس کے حلق سے پار نکل کر ونڈ اسکرین کے شیشے کو توڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔

ڈرائیور بد حواس ہوگیا اور کار زور سے لہرائی۔ اس دوران سردارے برابر کا دروازہ کھول چکا تھا۔ اس نے بدن کے زور سے خون میں ڈوبے ہوئے آدمی کو باہر دھکا دے دیا۔ میں سیٹ پر اٹھ گیا تھا۔ اور پھر میں نے ڈرائیور کے سر پر پستول کا دستہ مارا۔ اور اسٹیئرنگ بالکل ہی بے قابو ہوگیا۔ سڑک کافی چوڑی تھی اس لئے میں نے جلدی سے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ لیکن ڈرائیور کے پاؤں کا دباؤ ایکسیلیٹر پر بڑھ گیا تھا اور کار کی رفتار کافی تیز ہوگئی۔ ایسی صورت میں اس طرح اسٹیئرنگ سنبھالنا سخت مشکل ہو رہا تھا۔

میں نے دوسرے ہاتھ سے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور تیز ہوا کے جھکڑ اندر گھس آئے۔ پھر میں نے ڈرائیور کو اسٹیئرنگ سیٹ سے ہٹانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ سردارے بھی اپنا کام کر رہا تھا۔ اس نے اپنی طرف کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ اور پھر اس نے دوسرا دروازہ کھول کر آگے والے آدمی کو بھی کسی طرح نیچے دھکیل دیا۔ میں اس وقت اپنی پوری مہارت سے اسٹیئرنگ سنبھالے ہوئے تھا۔ ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے ڈرائیونگ سیٹ میں پھنسے ہوئے آدمی کو نکالنا آسان کام نہیں تھا۔ دوسری طرف ہوا کان پھاڑے دے رہی تھی۔ لیکن سردارے اس وقت مجھ سے زیادہ باعمل ثابت ہوا۔ وہ پیچھے سے آگے آگیا۔ اسی وقت بے ہوش آدمی کا پاؤں کسی طرح بریک پر جا پڑا۔ اور کار کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ لیکن خوش بختی تھی کہ جھٹکے سے ہی اس کا پاؤں بھی ہٹ گیا۔

"اسٹیئرنگ سنبھالے رکھو استاد!" سردارے چیخا۔ اس نے دوسرے دروازے سے کمر لگائی اور پھر دونوں پاؤں جوڑ کر ڈرائیور کے کندھے پر زور لگایا۔ سردارے کو پوری کامیابی ہوئی تھی۔ ڈرائیور کے پاؤں ایکسیلیٹر اور بریک سے ہٹ گئے تھے۔ لیکن کار کی رفتار ایکدم سست ہوگئی اور پچھلی کاریں قریب آنے لگیں۔ اسی وقت ڈرائیور بھی باہر جا پڑا اور میں بندر کی سی پھرتی سے آگے آگیا۔ میں نے دروازہ بند کر کے

اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ کار اب جھٹکے لے رہی تھی۔ لیکن ایکسیلیٹر پر پاؤں پڑ جانے سے اس کی رفتار پھر بحال ہونے لگی اور چند ساعت کے بعد اس نے بھرپوری اسپیڈ پکڑلی۔ اب کار میں صرف ہم دونوں تھے۔ میں نے عقب نما آئینے کو درست کیا اور پیچھے کا منظر دیکھا۔ صرف ایک کار ہمارے پیچھے تھی۔ ہم نے لوگوں کو بھیڑ کا جو سلسلہ شروع کیا تھا' وہ اس وقت کارگر تھا۔ غالباً" دو کاریں ان لوگوں کی زندگی کی جدوجہد میں مصروف ہوگئی ہوں اور اس بار ڈرائیور غریب کی طرف توجہ نہ دی گئی ہو۔

"استاد!" سردارے نے کہا۔

"ہوں۔"

"وہ دور دیکھو۔ اس طرف۔ میرا خیال ہے پٹرول کاروں کو اطلاع دے دی گئی ہے۔" سردارے نے اشارہ کیا اور میں نے اس کے اشارے کی سمت نگاہ ڈالی۔ دو کاریں تیزی سے سائرن بجاتی آرہی تھیں اور اب صرف تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے چورستے سے بائیں سمت مڑا جا سکتا تھا بشرطیکہ وہ سمت پولیس کاروں سے خالی ہو۔ میں نے ایکسیلیٹر باڈی سے چپکا دیا۔ انجن نے پہلے کڑکڑ کی تھوڑی سی آواز پیدا کی اور کار نے پوری رفتار پکڑلی۔ اور پٹرول کاروں کے قریب پہنچنے سے کافی پہلے چوراہے پر پہنچ کر میں نے بائیں سمت ڈال دی۔ اور یہ بڑا کامیاب قدم تھا۔ میں پولیس کاروں کو اتنا پیچھے چھوڑ آیا تھا کہ اب وہ نظر نہیں آرہی تھیں۔

میں نے رفتار سست نہیں کی اور برق رفتاری سے آگے بڑھتا رہا۔ یہ سڑک کافی آگے جاکر گھومتی تھی اور پھر نہر کے قریب سے گذرتی تھی۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور پھر سردارے کو آواز دی۔

"یس چیف!" سردارے پوری طرح مستعد تھا۔

"میں کار روک رہا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد انہیں ہمارا یہ ٹھکانا بھی معلوم ہوجائے گا۔ اس کار یہاں چھوڑ کر ہمیں یہاں سے دور نکل جانا چاہئے۔"

"بالکل ٹھیک ہے استاد!" سردارے نے کہا۔

"تم ٹیکسی تلاش کرو۔" میں نے بریکوں پر دباؤ ڈال دیا۔ اور پھر کار رک گئی۔ سردارے جلدی دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ دوسری طرف سے میں بھی اتر آیا تھا۔ سردارے آگے بڑھنے لگا تو میں نے اس کا گریبان پکڑلیا۔ سردارے چونک پڑا تھا۔

"آؤ۔" میں نے اس سے کہا اور علاقے کے بیچوں بیچ بہنے والی نہر کے کنارے بنے ہوئے مکانوں کی آڑ لیتا آگے بڑھنے لگا۔ سردارے کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی تھی۔ بہرحال وہ خاموشی سے میرے ساتھ دوڑ رہا تھا اور پھر ہم ایک خوبصورت مکان کے سامنے رک گئے۔

"کوئی بھی مناسب جگہ مل جائے تو ہم اس میک اپ سے نجات حاصل کرلیں۔"

"کاش! میک اپ کا سامان ہوتا۔" سردارے بولا۔ "اور استاد! ہاتھوں کی سیاہی چھڑانا بھی ہوگی جنہیں چہرے سے ہم آہنگ کیا گیا ہے۔"

"اوہ' سب کچھ ہوجائے گا سردارے! فکر مند کیوں ہو؟"

"ہرگز نہیں' ہرگز نہیں استاد۔ بلکہ اس میں فکر مند ہونے کی کیا بات ہے۔" سردارے

"بعض اوقات معمولی سی لغزش سے بڑا نقصان اٹھانا پڑ جاتا ہے۔ جیسے جینی۔ جس کے بارے میں ہم نے بڑی تاخیر سے سوچا اور بعض اوقات ذرا سا سوچ لینے سے بڑے خطرات ٹل جاتے ہیں جیسے اس وقت میں نے کار کے ایک خود کار ڈکٹو پر غور کرلیا تھا۔ تم یہ کیوں بھول گئے کہ وہ جدید قسم کی پولیس کار تھی۔"

"اوہ' تو تم نے انہیں ڈاج دیا تھا؟" سردارے نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ اگر انہیں اس گفتگو پر کوئی شبہ نہیں ہوا ہے تو وہ اس علاقے میں رک کر ہمیں تلاش نہیں کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

سردارے خاموش ہوگیا۔ میں قرب و جوار میں نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ پھر میری نگاہ عقب میں اٹھ گئی۔ جس مکان کے سامنے ہم دونوں کھڑے ہوئے تھے اس کی ایک بڑی کھڑکی کھلی تھی اور اس میں سلاخیں بھی نہیں تھیں۔ ایک لمحے میں' میں نے فیصلہ کرلیا' اور پھر سردارے کی کلائی دبا کر میں اس کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ کھڑکی سڑک سے زیادہ اونچی نہیں تھی' اندر پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ بڑا سا کمرہ تھا' شاید کسی کی رہائش گاہ۔ باتھ روم بھی نظر آرہا تھا۔ ہم نے اس کمرے کے دوسرے دروازے کی طرف دیکھا۔ شاید باہر سے بند تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے دھکا دیا اور دروازہ کھل گیا۔ سامنے لمبی راہداری تھی جس کے دونوں طرف دروازے بنے ہوئے تھے۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کردیا۔ اور پھر میں اور سردارے تیزی سے باتھ روم کی طرف بڑھ گئے۔

وِگ اتار کر' ہم نے جلدی جلدی ہاتھ اور گردن دھوئی اور پھر تولیہ سے خشک کرکے کسی حد تک مطمئن ہوگئے۔ اب ہم اپنی اصلی شکلوں میں تھے اور یہی تصاویر اخبارات میں چھپی تھیں۔ سیاہ ماسک ہم نے جیبوں میں ٹھونس لئے تھے۔ پھر میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور کھڑکی کے راستے باہر کود گئے۔ لیکن صورت حال جس قدر خوفناک تھی' اس کا اندازہ بخوبی تھا۔

"ایک کام کرو سردارے!"

"جی استاد!"

"اپنے اور میرے درمیان معقول فاصلہ رکھو۔ جب تک میک اپ کا سامان نہ مل جائے ہمیں یک جا نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہم دونوں کو ہی تلاش کیا جائے گا' الگ الگ' لوگوں کو دقت ہوگی۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ لیکن فاصلہ صرف اتنا ہونا چاہئے کہ دونوں کو ایک دوسرے کی خبر رہے۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں۔ اس سے زیادہ مناسب نہ ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم نے علیحدگی اختیار کرلی۔ میں تیزی سے سوچ رہا تھا۔ ہماری پوزیشن اس وقت بے حد مخدوش تھی۔ جو کچھ کر چکے تھے اس کے تحت دیکھتے ہی گولی بھی ماری جاسکتی تھی۔ فوری طور پر شکلیں بدلنی چاہئیں تھیں۔ لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔ ہم چلتے رہے' بازار کی تلاش تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کیپ یارن کے عقب میں پہنچ گئے۔ میں یہاں فیشن اسٹورز دیکھ چکا تھا اور اس وقت ان دکانوں کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں نے سردارے کو دیکھا' اسے غیر محسوس اشارہ کیا اور خود ایک اسٹور میں داخل ہوگیا۔ فیشن اسٹورز درحقیقت جدید ترین چیزوں سے بھرا ہوا تھا۔ میک اپ کا بہترین سامان موجود تھا۔ باریک نائیلون کی ناکیں' بھاری پپوٹے' ہونٹ' ٹھوڑی' گالوں

میں نے ایک خوبصورت سیلز گرل سے رابطہ قائم کیا اور خود کو انڈونیشیا کا باشندہ ظاہر کرتے ہو
ان چیزوں سے بے حد دلچسپی ظاہر کی۔ سیلز گرل نے مجھے اور بھی اعلیٰ چیزیں دکھائیں اور ان کے استعمال کا طر
بتایا۔ میں نے ان میں سے بے شمار چیزیں خرید ڈالیں اور ان کی قیمت ادا کر دی۔ اور پھر میں جیبیں بھر
ہوئے باہر نکل آیا۔ ایک عمدہ کام ہو گیا تھا۔ دور سے میں نے سردارے کو دیکھا۔ وہ ایک تصویر کی طرف
کئے کھڑا تھا' جو کسی نائٹ کلب کا اشتہار تھی۔ میں نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ پھر میں نے ایک ایسی
اپنے چہرے پر چسپاں کر لی جس کے نیچے باریک مونچھیں تھیں۔ آنکھوں پر جعلی لگا کر اس کے پپوٹوں کو بھا
بنا لیا۔ اور یہ کام چلتے چلتے ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں سردارے کے عقب میں پہنچ گیا اور کسی قدر آواز بد
کر بولا۔

"کیا آپ کو یہ تصویر بہت پسند ہے جناب؟" سردارے میری آواز سن کر پلٹا۔ اور پھر اس کا
جیب کی طرف رینگ گیا۔

"ہاں۔!" اس نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے سفاکی برسنے لگی تھی۔

"تب آیئے۔ میں آپ کو اس لڑکی سے ملا دوں۔" میں نے اسی انداز میں کہا۔

سردارے نے سرسری نگاہ چاروں طرف ڈالی اور دوسرے لمحے اس کا پستول باہر نکل آیا۔

"بس بس۔ زیادہ پھرتی نہ دکھانا۔ تھوڑی سی حماقت ضرور کرتے ہو۔" اس بار میں نے ارد
کہا۔ اور سردارے کے دانت بھنچ گئے۔ "تم نے میرے لباس پر غور ہی نہیں کیا۔"

"استاد!" سردارے آہستہ سے بولا۔

"کیسا؟" میں نے پوچھا۔

"بے حد شاندار۔ لیکن کیا دکان میں میک اپ بھی کیا جاتا ہے؟"

"کیسا ہے؟"

"میرا خیال ہے بے نظیر۔ اتنا مکمل میک اپ میں نے نہیں دیکھا۔ تمہاری آنکھیں بھی بد
ہیں۔"

"گویا اطمینان بخش۔"

"انتہائی حد تک۔"

"بس ٹھیک ہے سردارے! آؤ اب میں تمہاری شکل بھی بدل دوں۔" میں نے جیب
سردارے کے لئے منتخب کیا ہوا سامان نکال لیا۔ اور صرف چند لمحات۔ اب سردارے کوئی پرتگیز
معلوم ہو رہا تھا۔ بائیں گال پر سیاہ مسہ اور ایک زخم کا نشان' جو پلاسٹک کی ایک لائن چپکانے سے بن
پھولی ہوئی سرخ ناک جو ہونٹوں تک آئی تھی اور ہونٹ بھی بدل گئے تھے۔ میں نے اپنے کام سے فا
گہری سانس لی۔

"کیا پوزیشن ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"ایسی تعجب خیز کہ تم خود بھی اپنی شکل نہیں پہچان سکتے۔"

"تمہاری شکل دیکھ کر ہی مجھے یقین ہو گیا ہے استاد!" سردارے بولا۔

"بہرحال تھوڑا سا سکون تو ہوا۔ اب کوئی رہائش گاہ تلاش کرو۔ میرا خیال ہے ہم آسانی

نہیں نکل سکیں گے۔"

"ہوٹل تو ٹھیک نہیں رہیں گے استاد!"

"ایں۔ ہاں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ اور پھر میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں اس پر
غور کرنے لگا۔ بہرحال ہمت کرنا ہی تھی۔ میں نے سردارے کے شانے پر ٹھوکا دیا اور ہم چل پڑے۔ چند
قدم چل کر ہی سردارے چونک پڑا۔

"ارے تمہاری ٹانگ میں کیا ہوا استاد؟"

"کیوں؟" میں نے سکون سے پوچھا۔

"لنگڑا رہے ہو۔"

"چال کچھ بدل گئی ہے؟"

"بہت زیادہ۔" سردارے نے کہا اور پھر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکانے لگا۔ "خدا کی قسم استاد!
اس کھوپڑی میں نہ جانے کیا کیا ہے۔" اس نے میرے سر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"کیوں؟"

"اتنی تیزی سے اور اتنا عمدہ سوچتے ہو کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔"

"شکریہ۔ شکریہ۔ آؤ۔" میں نے کہا اور بدستور لنگڑاتا ہوا چلتا رہا۔ میری چال پر ذرا بھی بناوٹ کا
شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور پھر ایک خوبصورت عمارت کے سامنے ہم رک گئے۔ یہاں "تارستان" لکھا ہوا
تھا۔ دروازے پر موسیقاروں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔

میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہاں رات کو رونق ہوتی تھی اور دن ویران
ہوتے تھے۔ اس وقت بھی ہال میں اکا دکا افراد نظر آرہے تھے' جو مختلف کاموں میں مشغول تھے۔

"ہے آ......!" میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا۔ اور سب گردنیں اٹھا کر ہمیں دیکھنے لگے۔
میں نے مسکراتے ہوئے ان میں سے ایک کو اشارہ کیا۔ اور وہ میرے قریب آگیا۔

"مانیجر۔ مانیجر۔" میں نے کہا "پے روگرام مانیجر۔" اور وہ میری بات سمجھ گیا۔ اس
نے ایک کیبن کی طرف اشارہ کیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ ہم دونوں مینجر کے کمرے کی طرف بڑھ
گئے۔ چھوٹے سے قد کا ایک مضحکہ خیز شکل کا آدمی ایک چوڑی میز کے سامنے بیٹھا ہنس رہا تھا' اچھل رہا تھا۔
ہمارے دروازہ کھولنے پر اچھل پڑا۔ اس کے ہنسنے اور اچھلنے کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بہرحال
ہمیں دیکھ کر اس کا منہ کھلا رہ گیا۔

"ہالو۔ ہالو۔!" ہم نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔

"ہیلو۔" وہ سرد آواز میں بولا۔

"ہمیں آپ سے ملنا تھا۔" میں نے کہا۔

"ہلو۔" وہ بیزاری سے بولا۔ اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ طویل و عریض میز کے سامنے سے کورڈ
تھی۔ اس کے سامنے چار کرسیاں پڑی تھیں۔ ہم آگے بڑھ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"کہو۔" اس نے اسی بیزاری کے انداز میں کہا۔

"تم پروگرام مینجر ہو؟" میں نے پوچھا۔

"پورے کلب کا مینجر ہوں۔ کہو۔"

"میرا نام رینو ہے اور یہ میرا ساتھی جیم۔" میں نے تعارف کرایا۔

"آگے کہو۔" مینجر نے مخصوص انداز میں کہا۔

"ہم تمہارے کلب میں ایک خوبصورت پروگرام پیش کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا اور مینجر کے چہرے پر نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک بچکانہ قسم کی شوخ سی چمک نظر آئی۔

"آرٹسٹ ہو؟"

"ہاں۔"

"مقامی نہیں ہو؟"

"نہیں۔"

"میں خود بھی آرٹسٹ ہوں اور آرٹسٹوں کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ کون سے ملک سے تعلق رکھتے ہو؟"

"پرتگال سے۔"

"کیا بجاتے ہو؟" مینجر بہت زیادہ خوش نظر آنے لگا پہلے اس کے سرد رویے سے مجھے مایوسی تھی لیکن اب کام بنتا نظر آ رہا تھا۔

"گٹار۔"

"اوہ۔ اوہ۔" وہ انگلی مروڑ کر سسکاری لیتے ہوئے بولا۔ "میرا پسندیدہ ساز۔ اور تمہارا ساتھی؟"

"میں ایک نئے قسم کا ساز بجاتا ہوں' جو عام نہیں ہے اور بہت مختصر ہوتا ہے۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"خوش آمدید۔ خوش آمدید۔ کیا تم آج رات سے ہی اپنا پروگرام شروع کر سکتے ہو؟"

"یقیناً"

"نمونہ پیش کرو گے؟"

"یقیناً"

"اوہ۔ اوہ۔" اس نے انگلیاں مروڑ کر پھر سسکاری لی اور ایکدم اچھل پڑا۔ اور پھر ہنسنے لگا۔ پھر اس نے میز پر لگی ہوئی بیل بجادی۔ اور ایک آدمی اندر داخل ہو گیا۔

"ایمی کو بھیج دو۔ اس سے کہو گٹار ساتھ لے آئے۔ اور تمہارے لئے ڈیر۔؟" اس نے سردارے سے پوچھا۔

"لوہے کے دو پتلے تار اور ربر کا ایک ٹکڑا۔" سردارے نے بتایا۔

"کیا مطلب؟"

"میں اپنا ساز ابھی تیار کر لوں گا۔" اور میں سمجھ گیا کہ سردارے کون سا ساز تیار کرے گا۔ حقیقت یہ ہمارے وطن کا ایک خوبصورت ساز تھا' مختصر لیکن حسین آواز والا۔ اکثر دیہاتی بجاتے تھے۔

"تم لوہے کے ٹکڑوں کی تصویر بنا دو' مہیا کر دیئے جائیں گے۔ لیکن یہ ساز میری سمجھ میں نہیں آیا؟" مینجر نے کہا۔

"آپ یہ چیزیں منگوا دیں' سمجھ میں آجائے گا۔" سردارے نے کہا۔ اور پنسل سے کاغذ پر تار کے ٹکڑوں اور ربر کا سائز بنا دیا۔

"اور سنو۔" مینجر نے کہا۔

"جناب عالی۔"

"چار کپ۔ کافی عمدہ قسم کی۔"

"بہت بہتر۔" ملازم نے کہا اور باہر نکل گیا۔ ہم ان چار کپ پر غور کرنے لگے۔ لیکن مینجر یونہی کچھ سنکی معلوم ہوتا تھا اس لئے خاموش ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک دراز قد لڑکی اندر داخل ہوئی۔ بھرے بھرے بدن کی مالک خوبصورت لڑکی تھی۔ لیکن لڑکی کہنا شاید درست نہیں تھا۔ قریب سے دیکھنے پر اس کی عمر تیس کے قریب محسوس ہوتی تھی۔ بہرحال جسمانی موزونیت کی وجہ سے اسے خوبصورت کہا جا سکتا تھا۔ اس کے پیچھے ایک شخص گٹار اٹھائے ہوئے تھا۔ اندر آکر اس نے مسکرا کر سلام کیا۔

"دونوں آرٹسٹ ایمی! دونوں آرٹسٹ۔ پرتگال سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"ہیلو۔" ایمی نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"میرا نام ایمی ہے۔"

"میں رینو اور یہ مسٹر جیم۔" میں نے بھی تعارف کرایا۔

"آپ نے یہ لوہے کے ٹکڑے اور ربر طلب کی تھی۔" ایمی نے سردارے کی مطلوبہ اشیاء میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔" سردارے نے کہا۔ اس کی طلب کی ہوئی اشیاء درست تھیں۔ ویسے اب چار کپ کافی سمجھ میں آگئی تھی۔ کیونکہ مینجر کے اشارے پر ایمی بھی ایک کرسی پر اشارہ کیا۔

"ضرور۔" میں نے فنکارانہ انداز میں گٹار اٹھا لیا۔

"ایمی موسیقی کی ماہر ہے۔ دنیا کے بہت سے ملکوں کی موسیقی سے واقف ہے۔" مینجر نے کہا اور میں نے گردن جھکا دی۔ پھر میں نے گٹار کے تار درست کئے۔

"میں آپ کو تھوڑے تھوڑے سے نمونے پیش کروں گا میڈم ایمی۔"

"ہاں' یقیناً۔" اس نے کہا۔ اور میں نے گٹار چھیڑ دیا۔ نہایت نفیس گٹار تھا۔ میں نے سب سے پہلے اپنے وطن کا نغمہ پیش کیا اور بہت دنوں کے بعد طبیعت پر سرور طاری ہوا۔ لعل میری پت رکھیو بھلا' کا جادو جگانے لگا۔ میں نے اسے تھوڑا سا نمونہ سنانے کو کہا تھا لیکن میں اس وقت تک نہ رک سکا جب تک نغمہ ختم نہ ہو گیا۔ نہ صرف میری بلکہ سب کی یہی حالت تھی۔ کافی آگئی تھی اور ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ لیکن کسی نے اسکی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

جب گٹار خاموش ہوا تو سب چونک پڑے۔ سب جیسے خواب کی دنیا سے باہر نکل آئے تھے۔ مینجر نے تالیاں بجاتے ہوئے پرجوش انداز میں کہا۔

"بہت بہت شکریہ مس ایمی۔" میں نے کہا۔

"میں بھی آرٹسٹ ہوں' اور ایک آرٹسٹ کی حیثیت سے تمہیں اتنا عمدہ آرٹسٹ ہونے پر مبارکباد

پیش کرتا ہوں۔" مینجر نے کہا۔

"شکریہ جناب!" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے' کافی پئیں۔" مینجر نے کہا۔ سردارے نے اپنا کام مکمل کر لیا۔ مینجر کے چہرے پر کبھی کبھی عجیب سے تاثرات ابھر آتے تھے۔

میں بھی کافی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مینجر نے چار کپ کافی کے لئے کہا تھا لیکن ملازم تین کپ لا تھا۔ میں نے دیکھا مینجر نے ایک پیالی اپنی طرف سرکالی۔ ایمی کو کافی نہیں پیش کی گئی تھی۔

"آپ مس ایمی!" میں نے اپنی پیالی اس کی طرف سرکاتے ہوئے کہا۔

"اوہ' نہیں شکریہ۔ مسٹر کین جانتے ہیں' میں کافی نہیں پیتی۔" اسی وقت مسٹر کین پھر اچھل پڑ اور کافی چھلک گئی۔

"سوری' سوری۔" اس نے احمقانہ انداز میں کہا۔ ہم پھر حیران ہو گئے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کیا بول سکتے تھے۔ "ہاں' تو مسٹر ریتو۔ آپ یہاں کتنے دن قیام کریں گے؟"

"اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

"میں چاہتا ہوں' تھوڑی سی کاروبار کی بات ہو جائے۔"

"ہم سیاح ہیں' سر چھپانے کی جگہ اور خوراک کے علاوہ تھوڑا سا خرچ مل جائے۔ کافی ہے۔"

"یہ میری ذمے داری۔" مینجر کین جلدی سے بولا۔ ایمی کے چہرے پر البتہ کسی قدر تاسف کے نظر آنے لگے تھے' نہ جانے کیوں؟ اس دوران سردارے اپنا ساز تیار کر چکا تھا۔ پھر اس نے اسے دونو ہاتھوں میں لے کر منہ میں دبالیا۔ اور اس کے بعد آوازیں نکلنے لگیں۔ مینجر اور ایمی چونک کر اسے دیکھ لگے تھے۔

اور میں نے بھی پہلی بار سردارے کا یہ کمال دیکھا۔ وہ اس ساز کو بخوبی بجا سکتا تھا۔ مینجر تھوڑا آگے جھک آیا۔ وہ دلچسپی سے اچک اچک کر سردارے کو دیکھ رہا تھا۔ اور پھر۔ اچانک ہی میز کی ٹاپ کے سے ایک ہاتھ نکلا۔ اور کافی کا خالی کپ اوپر آگیا۔ اب چار پیالیاں ہو گئی تھیں۔ میں نے بوکھلائے ہوئے اند میں ہاتھ کو واپس جاتے دیکھا۔ یقیناً" نسوانی ہاتھ تھا۔ بس اچانک ہی صورت حال میری سمجھ میں آگئی۔ چوڑی میز کے نیچے کوئی لڑکی موجود تھی۔ سردارے نے اپنا ساز بند کر دیا تھا۔

"واقعی آپ لوگ باکمال ہیں۔" ایمی نے تعریفی انداز میں کہا۔

"بس ایمی۔ انہیں لے جاؤ۔ بات طے ہو گئی۔ ہم سوچ رہے تھے کہ اگر ان کے قیام کی مدت معلو ہو جائے تو ان کی پبلسٹی کی جائے لیکن خیر' یہ سب کچھ بعد میں دیکھا جائے گا۔ آج رات کو یہ پروگرام پیش کریں گے۔ اور ہاں' ان کے آرام کے لئے ہدایت کر دینا۔"

"اوکے سر۔" ایمی اٹھ گئی۔ ہم لوگ بھی اٹھ گئے تھے۔ اور پھر ہم ایمی کے ساتھ باہر نکل آئے ایمی کی چال بھی بیحد دلکش تھی۔ وہ ہمیں لئے ہوئے عمارت کے ایک حصے میں آئی اور پھر اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"یہ کمرہ آپ کے لئے موزوں رہے گا' یہاں دو بستر موجود ہیں۔ اور ہاں کسی شے کی ضرورت ہو گھنٹی بجا کر ملازم کو طلب کر لینا۔"

"شکریہ مس ایمی!"

"ویسے تم دونوں بہت اچھے فنکار ہو۔ لیکن میرا خیال ہے ذرا سی غلطی کر بیٹھے ہو۔" اس نے آہستہ

"کیا غلطی مس ایمی؟"

"تم چاہتے تو عمدہ معاوضہ طلب کر سکتے تھے۔ کین اتنا شریف انسان نہیں ہے کہ فنکار کو اس کا معاوضہ دے دے' جب تک اس سے طلب نہ کیا جائے۔"

"اوہ' مس ایمی! آپ کا شکریہ۔ بس ہم بھی صرف کام چلانا چاہتے ہیں' زیادہ کی ہوس نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے اجازت؟" ایمی نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور ایمی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد سردارے نے سانس لی۔

"خوب سوجھی استاد! تمہارے کون کون سے کمال کی داد دوں۔"

"آج تو تم نے بھی کمال دکھا دیا۔" میں مسکرا کر بولا۔

"ارے وہ۔ بڑی یادیں وابستہ ہیں اس ساز سے۔ بچپن میں بھینسوں کو جوہڑ پر پانی پلانے اور نہلانے لے جاتے تھے۔ بھینسیں اپنا کام کرتی تھیں اور ہم یہ ساز بجاتے تھے۔ بلکہ میں نے تو بھینسوں کو اس ساز پر مانوس کر لیا تھا۔ آج پھر دل چاہ گیا۔"

"ہوں' بہرحال یہ جگہ بھی اطمینان بخش نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مینجر نے پبلسٹی کی بات کی تو میں پریشان ہو گیا۔ ظاہر ہے یہ کسی طور مناسب نہیں ہو گی۔"

"ہاں یقیناً"۔ ویسے بھی ظاہر ہے ہم یہاں عمر گزارنے کا ارادہ تو نہیں رکھتے۔ اور یوں بھی اس احمق کے سامنے زبان بند رکھنا بہت مشکل ہے۔ تم نے ایک بات نوٹ نہیں کی استاد!"

"کیا؟"

"اس الو کے پٹھے کی پتلون اس کی پشت کے صوفے پر پڑی تھی۔ میرے خیال میں وہ کسی مرض میں مبتلا تھا' بار بار اچک رہا تھا لیکن اٹھ نہیں سکتا تھا۔"

"اوہ' میں نے نوٹ نہیں کیا سردارے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اور شکر ہے' دوسری بات تم نے نوٹ نہیں کی۔"

"دوسری بات کیا استاد؟"

"جانے دے یار۔"

"بتاؤ تو سہی استاد۔ کیا تھی دوسری بات؟"

"میز کے نیچے لڑکی تھی اور کافی کی چوتھی پیالی اسی کے لئے تھی۔" میں نے بتایا اور سردارے کی سمجھ میں چند منٹ کچھ نہیں آیا۔ پھر جب سمجھ میں آیا تو وہ چونک پڑا۔

"لاحول لاحول۔ اماں سچ استاد؟" سردارے حیرت سے بولا۔

"جانے دے اس موضوع کو۔ گدھا معلوم ہوتا تھا۔" میں نے کہا۔ لیکن سردارے دیر تک وہ

سچویشن یاد کر کے ہنستا رہا تھا۔

پھر رات کو ہم نے تارستان میں پروگرام پیش کیا۔ ایمی پروگرام آرگنائزر تھی۔ اس نے خوبصورت انداز میں پرتگیزی فنکاروں کا نام اناؤنس کیا تھا۔ لوگوں نے بھی اس پروگرام کو بےحد پ ایک کے بجائے کئی نغمے مجھے سنانے پڑے۔ سردارے کے نظر نہ آنے والے ساز نے بھی دھوم مچا بیشتر لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ آوازیں صرف اس کے منہ سے نکل رہی تھیں۔ اور قریب آ آ کر دیکھا موٹا مینیجر بھی موجود تھا اور رنگ جمنے سے بہت خوش تھا۔ ہمارے پروگرام کے اختتام پر اسٹیج پر آکر اعلان کیا کہ یہ دونوں آرٹسٹ ابھی کافی دن تک تارستان میں پروگرام پیش کریں گے۔

پھر دوسرے پروگرام شروع ہو گئے اور ہم تھوڑی دیر تک انہیں دیکھتے رہے۔ پھر وہاں آئے۔ مینیجر ہمارے پیچھے پیچھے آیا تھا اور پھر اس نے اچھی خاصی رقم ہم دونوں کو دی۔

”اب کیا پروگرام ہے ماسٹر۔!“ اس نے پوچھا۔

”آرام کریں گے۔“ میں نے کہا۔

”اوہ، ضرور۔ ویسے اس پروگرام کے بعد آپ کی چھٹی ہوتی ہے، جہاں چاہے جائیں، ج چاہے واپس آئیں۔ یوں بھی رات سونے کے لئے نہیں ہوتی۔ خود تارستان میں تمہاری ساری ر پوری ہو جائیں گی۔ ہماری ملازم لڑکیاں تم سے صرف پچیس فیصد لیں گی۔ یہ آرٹسٹوں کے لئے طور سے غیر ملکی آرٹسٹوں کے لئے ہم نے خاص رعایت رکھی ہے۔“

”شکریہ مینیجر! آج تو آرام ہی کریں گے۔“

”جیسی تمہاری مرضی۔“ مینیجر نے کہا اور چلا گیا۔ ہم اپنے کمرے میں آ گئے۔ سردارے نے اندر سے بند کر لیا تھا۔ اور پھر ہم اپنے بستروں پر پہنچ گئے۔ سردارے غیر معمولی طور پر خاموش تھا۔ د دیر گزر گئی تو میں نے اسے آواز دی۔

”سردارے!“

”ہوں۔“ وہ چونک پڑا۔

”ارے، سو گئے تھے کیا؟“

”نہیں استاد!“

”کچھ سوچ رہے تھے؟“

”کوئی خاص بات نہیں۔“

”ویسے آج تم حیرت انگیز نظر آ رہے ہو۔“

”کیوں استاد؟“

”مینیجر کی پیشکش پر بھی تم خاموش رہے۔ میرا خیال تھا تم پچیس فیصد لڑکیوں کو دے کر با فیصد مینیجر کے حوالے کر دو گے اس اطلاع پر۔“

”اوہ۔“ سردارے ہنسنے لگا۔

”ان حالات کی وجہ سے الجھے ہوئے ہو؟“ میں نے کہا۔

”گالی مت دو استاد۔ دیکھو گالی مت دو۔“ سردارے بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”تمہارا ا حالات سے گھبرا سکتا ہے؟“

”ہرگز نہیں۔ پھر کیا سوچ رہے تھے؟“

”زندگی پر غور کر رہا تھا استاد۔ وہ لوگ بھی ہوتے ہیں، جو ایک چھوٹے سے دیہات میں، چند لوگوں ساتھ پوری زندگی گزار دیتے ہیں اور خوش رہتے ہیں، نہ جانے کیسے استاد۔ زندگی تو رواں دواں رہنے لئے ہی تو ہوتی ہے۔“

”ہاں سردارے! یہ تو درست ہے۔“

”گروہ ٹوٹ گیا استاد۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟“

”انٹرپول سے آنکھ مچولی کریں گے، یہ بھی دلچسپ کھیل ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور رے بھی مسکرا پڑا۔ ”کیا خیال ہے؟“

”جو خیال استاد کا۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”رواں دواں زندگی کسی خوبصورت مقام کے کسی خوبصورت بنگلے میں نہیں مل سکتی۔ اس کے لئے خطرات کا خوف بےحد ضروری ہے۔ خطرات میں گھری ہوئی زندگی کے ہر لمحے سے الفت ہوتی ہے۔ زندگی گرداب سے نکال لے جانے کی چاہت ہوتی ہے۔ اور میرا خیال ہے، یہ زندگی کا حسین ترین روپ ہے۔“

”سو فیصدی استاد۔ سردارے کو اپنی دم سمجھو۔ تمہارے ساتھ جہنم کے دہانے پر چھلانگ لگانے کو ہوں، پیچھے رہ جاؤں تو پنجاب کا بیٹا مت کہنا۔“

”مجھے تیرے اوپر پورا بھروسہ ہے سردارے۔“ میں نے کہا اور ہم دونوں خاموش ہو گئے اور پھر نہ جانے کب سو گئے۔ سکون کی نیند، جیسے دنیا کا کوئی غم ہمارے نزدیک سے بھی نہ گزرا ہو۔

دوسری صبح پر سکون تھی۔ صبح ہی صبح ایمی کی شکل نظر آئی۔ خاص طور سے ہمارے پاس ہی آئی تھی۔ ”میں نے ملازموں سے پوچھا تھا آپ نے تو کوئی چیز طلب ہی نہیں کی۔“ وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

”ضرورت ہی نہیں تھی مس ایمی!“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”رات کو بھی آپ پروگرام کر کے سیدھے اپنے کمرے میں آ گئے تھے۔“

”ہاں، پھر کیا کرتے؟“

”انوکھے انسان ہیں مسٹر ریتو۔“

”ممکن ہے ناواقف ہوں۔“

”میرے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟“ اچانک ایمی نے پوچھا۔

”گفتگو سے آپ بےحد خوش اخلاق معلوم ہوتی ہیں۔“ میں بولا۔

”دل کی بھی اچھی ہوں، ہمدرد ہوں اور سنو! شریف انسانوں کی قدر کرتی ہوں۔“

”بہت خوب۔“

”لیکن نے تمہیں کیا دیا؟“ اس نے پوچھا۔

”کچھ ہی نہیں مس ایمی، یہ موجود ہے۔“ میں نے اپنی اور سردارے کی رقم نکال کر اس کے سامنے ڈالی۔

ایمی نے نوٹ دیکھے اور پھر اس کی آنکھوں میں حیرت نظر آئی۔ کچھ زیادہ ہی چڑھا گیا ہو گا کیونکہ ورنہ وہ اور یہ سب کچھ دے دے۔"

"بہت کنجوس ہے کیا؟"

"ارے نہ پوچھو اس کی، نفرت ہے مجھے اس سے۔"

"ایک بات بتاؤ گی ایمی؟" اچانک میں نے سوال کیا۔

"ہاں، ہاں پوچھو، مجھے دوست سمجھو، جب تک یہاں ہو، میں تمہاری بہترین دوست ثابت ہو گی۔ یقین کرو میں سب کو اس طرح منہ نہیں لگاتی۔ بس تم لوگ اچھے انسان ہو۔"

"شکریہ ایمی! اس وقت جب کین نے تمہیں بلایا تھا، کین کے پاس کوئی اور بھی موجود تھا؟"

"تم نے نہیں دیکھا تھا؟" ایمی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن میں نے میز کے نیچے سے ایک ہاتھ نکلتے دیکھا تھا۔"

"پلیز۔ کوئی اور گفتگو کرو۔ وہ بیحد نفرت انگیز انسان ہے۔" ایمی نے ناک سکوڑ کر کہا۔ اور پھر بولی

"ارے ہاں، ناشتے کی تیاری تو کرلو۔ باتھ روم بھی نہیں گئے ابھی شاید؟"

"ہاں، ابھی نہیں گئے۔"

"کتنی دیر میں تیار ہو جاؤ گے۔ میں ناشتے کی تیاری کروں؟"

"بس آدھا گھنٹہ۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ باہر نکل گئی۔ کین کی بات پر وہ کچھ جھینپ گئی تھی سردارے بھی مسکرا رہا تھا اور پھر وہ باتھ روم جاتے ہوئے بولا۔

"یہ کین واقعی گندہ انسان ہے۔"

"ناشتے کی میز پر ہمارے ساتھ ایمی تھی اور سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔" مجھے بھی نہیں بتاؤ گے، تم کتنے دن کا پروگرام ہے؟"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا ایمی۔ مست لوگ ہیں۔ جس دن یہاں سے دل بھر گیا، چل دیں گے۔"

"کچھ طے نہیں کیا؟"

"زندگی بغیر فیصلوں کے ہی ٹھیک لگتی ہے۔ کیا وقت اور حالات ہمارے فیصلوں کی پابندی کر ہیں؟"

"یہ تو ٹھیک ہے۔" ایمی نے گردن ہلائی، پھر بولی۔ "آج تمہارے پروگرام کا کون سا وقت ت دیا جائے؟"

"کیا پہلے سے طے کر لیا جاتا ہے؟"

"ہاں، میرے پاس آرٹسٹوں کے پروگراموں کی تفصیل ہوتی ہے۔"

"تعین تم خود کرلو۔"

"میری مانو۔ تو زندگی کو اس طرح مقید مت کرو۔ باہر کی دنیا کافی خوبصورت ہے۔ کمانے اور گنوا میں ہی لطف ہے۔" وہ بولی۔

"ہمیں کمانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جب اور جتنا دل چاہے کما سکتے ہیں۔"

"اوہو۔ اس قدر اعتماد ہے۔" وہ مسکرائی۔

"جتنا کہا ہے اس سے کہیں زیادہ۔ سنو! کیا تمہیں پورے پروگرام کے دوران یہیں رہنا پڑتا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"یعنی پروگرام آرگنائزر کی حیثیت سے تمہیں سارے پروگرام اٹینڈ کرنا ہوتے ہیں؟"

"ضروری نہیں ہے۔ آرٹسٹوں کو خود ان کا وقت معلوم ہوتا ہے اور پھر میری دو نائب بھی کام تی ہیں۔"

"تب۔ آج پروگرام کے بعد تم ہمیں ان علاقوں کی سیر کراؤ گی۔"

"میں.....؟" وہ جھجک کر بولی۔

"اگر ناپسند نہ کرو۔ ظاہر ہے تم سے درخواست ہی کی جا سکتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں چلوں گی۔ لیکن اگر تمہارے ساتھ کوئی ہوگا، میرا مطلب ہے ئی عورت، تو شاید دوسری لڑکیاں تمہاری طرف توجہ نہ دیں۔"

"اس کی پرواہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے میں چلوں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے رات کو اول وقت میں ا پروگرام رکھ دیا۔ اور ہم مطمئن ہو گئے۔ رات کی زبردست تیاریاں کی تھیں میں نے۔ اور در حقیقت ں رات کا پروگرام سن کر لوگ جھوم اٹھے، مست ہو گئے۔ کئی جوڑوں نے میرے گرد رقص کیا۔ بہت سی ائشیں بھی پوری کرنی پڑیں۔ میرے اور سردارے کے پروگرام کو بہت سراہا گیا تھا۔ بمشکل تمام ہمیں لوں سے چھٹکارا ملا اور ہم اندر آ گئے۔

کین نے ہماری پیٹھ ٹھونکی تھی۔ اس نے ہم سے طویل معاہدہ کرنے کی پیشکش کر دی۔ اور اس لے کی پوری ادائیگی کر دی۔ خاصی رقم ہو گئی تھی۔ ایمی تیار ہو کر آ گئی۔ اس نے ایک خوبصورت لباس پہنا ا اور اس کا تناسب جسم اور قیامت نظر آنے لگا تھا۔ میں نے اسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"چلیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے کہا۔ اور ہم تینوں باہر نکل آئے۔ ڈھلواں چھتوں کی عمارتوں کے نیچے بہت کچھ ہو ا تھا۔ ہم نگاہیں دوڑاتے آگے بڑھتے گئے اور پھر "پیکو" کے دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ یہ بہت بڑا ر خانہ تھا۔

"کافی پئیں گے یہاں، بہت سے ملکوں کی کافی ملتی ہے۔"

"اوہ، قمار خانہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، شاید اس علاقے کا سب سے بڑا۔" ایمی نے جواب دیا۔

"تم نے کمائی کے بارے میں کہا تھا ایمی!"

"کیسی کمائی؟"

"تم نے کہا تھا نا کہ زیادہ سے زیادہ کماؤ۔"

"ہاں۔ پھر۔؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"اور میں نے کہا تھا کہ کمانے کی کیا ہے، جب چاہیں کما سکتے ہیں۔"

"کہا تھا۔"

"ثابت کروں؟" میں نے پوچھا۔
"کھیلو گے؟" ایمی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں' کافی رقم ہے۔" میں نے جیب تھپتھپاتے ہوئے کہا۔
"میرا خیال ہے دس پندرہ منٹ میں گنوا بیٹھو گے۔" ایمی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہاں بڑ استاد ہوتے ہیں۔"
"کیا حرج ہے' کل پھر مل جائیں گے۔" میں مسکراتے ہوئے کہا۔
"تمہاری مرضی۔ کیا حرج ہے۔" ایمی نے کہا۔
"تب آؤ۔ پہلے کافی پی لیں۔ ممکن ہے بعد میں اس کے لئے پیسے نہ رہیں۔" میں نے کہا ہنس پڑی۔
"ایسی بات نہیں ہے۔ رقم ایڈوانس بھی مل سکتی ہے ایسے کسی مسئلے پر۔" ایمی نے کہ ایک میز پر آ بیٹھے۔ ایمی نے کافی کا آرڈر دے دیا۔ در حقیقت عمدہ کافی تھی۔ سردارے البتہ کچھ بو تھا۔
"ایمی۔!" میں نے رازدارانہ انداز میں کہا۔
"ہوں۔"
"میرا ساتھی رات کو تنہا سونے کا عادی نہیں ہے۔ کل کی رات تو اس نے بس صبر کر لیا تھا
"اوہ' اس تکلف کی کیا ضرورت تھی' کسی سے کہتے' آجاتی۔ کلب میں ہی درجنوں لڑک ہیں۔"
"آج؟"
"ہاں' جتنی کہو۔" ایمی نے جواب دیا۔ اور ہم کافی پیتے رہے۔ پھر ایمی نے ویٹر کو بلا کر بل اور ہم اٹھ کر اس طرف چل پڑے جہاں جوا ہو رہا تھا۔ بہت سی مشینیں تھیں' تاش بھی چل ر اچانک ایمی رک گئی۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی پھیل گئی تھی۔
"کیوں۔ کیا ہوا ایمی؟" میں نے چونک کر پوچھا۔
"میرا خیال ہے یہاں مت کھیلو۔" ایمی نے سنجیدگی سے کہا۔
"کیوں؟"
"میں تمہیں گرنٹین لے چلتی ہوں' وہاں بڑا صاف ستھرا کھیل ہوتا ہے۔"
"کیا بات ہے ایمی۔ تم اچانک سنجیدہ ہو گئی ہو؟"
"اوہ' تم نہیں سمجھتے۔ میکلینو یہاں موجود ہے۔"
"میکلینو!" اچانک میرا ذہن جھنجھنا اٹھا۔ سوئیٹا یاد آگئی تھی۔ اس نے بھی نو یہی نام بتایا تھا۔
"کہاں ہے؟"
"وہ اس میز پر۔ براہ کرم اشارہ مت کرنا۔"
"کون ہے یہ؟"

"نیو ہیون کا بادشاہ۔ سب اسے ٹیکس ادا کرتے ہیں' بیحد خطرناک انسان ہے۔ نہ جانے کیا کیا کرتا ایمی نے کہا۔ میں نے اس کے اشارے کی طرف دیکھا۔ چوڑے شانوں اور بڑے گلمچھوں والا خطرناک صورت آدمی تھا۔ چوڑے سینے کا گریبان کھلا ہوا تھا اور اس کے لمبے لمبے سیاہ بال صاف نظر آ تھے۔ کلائیاں بھی خوب چوڑی تھیں اور بالوں سے بھری ہوئی تھیں۔ لمبے لمبے بال تھے' بہرحال شخصیت تھی۔
"تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"
"مناسب نہیں ہے ریتو۔ آؤ چلیں۔" ایمی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔
"نہیں ایمی۔ یہیں کھیلیں گے۔" میں نے اس سے ہاتھ چھڑا لیا۔ اور پھر میں نے سردارے سے "سردارے! تم ایمی کے ساتھ رہو۔ میں تنہا کھیلوں گا۔ اور اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو تم مجھ سے شناسائی کا نہیں کرو گے۔ خیال رکھنا' ہدایت پر عمل ہو۔"
"عجیب ضدی انسان ہو۔ اچھا یہاں سے دور کسی میز پر بیٹھو۔"
"میرا اب تم سے کوئی واسطہ نہیں رہا ہے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ میرا رخ مکلینو کی طرف تھا۔ سردارے کی اور میری رقم میرے ہی پاس تھی۔ اس میز کے پاس تماش بین بھی نہیں تھے۔ چار آدمی کھیل رہے تھے' دو کرسیاں خالی تھیں۔ کھیلنے والے چار آدمیوں نے اپنی گردنیں اٹھا کر مجھے ان میں مکلینو بھی تھا۔ اس کی آنکھیں بھی بیحد خطرناک تھیں خون سا ٹپکتا محسوس ہو رہا تھا۔
"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔
"بیٹھ سکتا ہوں آفیسر!" میں نے خوشامدی انسانوں کی طرح پوچھا۔
"بھاگ جاؤ۔" وہ شخص ہاتھ اٹھا کر بولا۔
"اوں ہونہہ۔ مال کتنا ہے؟" مکلینو کی آواز ابھری۔
"کافی ہے لارڈ!" میں نے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر میز پر رکھ دیں۔
"بیٹھ جاؤ۔" مکلینو کی بھاری آواز پھر ابھری۔ اور میں خوشی خوشی بیٹھ گیا۔ ان میں ایک آدمی کی حالت تھی۔ اس کے سامنے نوٹوں کی تھوڑی سی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔
"مجھے اجازت دو گے مکلینو؟" اس نے رونی آواز میں کہا۔
"کیوں بکواس کر رہے ہو؟" تمہارے مقرر کئے ہوئے وقت میں ابھی ایک گھنٹہ باقی ہے۔ یہ ساری رقم میرے حوالے کر دو اور چلے جاؤ۔" مکلینو غرایا۔
"لو' اچھا اچھا۔ کھیلو' کھیلو؟" مکلینو نے مجھ سے پوچھا۔
"ایک گھنٹہ' پورا ایک گھنٹہ۔"
"ٹھیک ہے' یا پھر جب بھی یہ رقم ہار جاؤ۔" وہ مسکراتا ہوا بولا۔
"ہاں' سب تمہارا ہے آفیسر۔"
"بانٹو۔" مکلینو نے اپنے ساتھی سے کہا۔ اور وہ کارڈ تقسیم کرنے لگا۔ میری نگاہ اس کے تھی۔ میں نے صاف دیکھا کہ اس نے مجھے پتے نکال کر دیئے ہیں۔ زیادہ صفائی نہیں تھی۔ غالباً لئے یہ ہاتھ دیا جا رہا تھا۔ لیکن میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ بیٹا نچا دوں گا۔

اور پھر میں نے کھیلنا شروع کر دیا۔ ہر ہاتھ پر میں ڈبل کر رہا تھا۔ میرے کھیلنے کے
چکرائے۔ ایک ایک کر کے سب نے پتے پھینک دیئے' صرف مکلینو ڈٹا رہا۔ اور پھر بالآخر
رقم دے کر اس نے شو لیا اور ہار گیا۔ گڈی میرے ہاتھ میں آ گئی۔ میں نے بظاہر اناڑی پن سے
تھا۔ سب کی نگاہیں میرے ہاتھوں پر جمی ہوئی تھیں۔ کھیل شروع ہو گیا۔ میں نے ان لوگوں کے
اندازہ لگا لیا تھا کہ انہیں میرے کارڈ بانٹنے پر کوئی شبہ نہیں ہوا ہے۔ کھیل شروع ہو گیا۔ میرے
کے علاوہ ان کی عنایت کی ہوئی رقم بھی موجود تھی جو کافی تھی۔ چنانچہ میں آنکھیں بند کر کے
کارڈ دیکھے گئے اور کھیل میں جوش پیدا ہو گیا۔ سب عمدہ کھیل رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ شخص
جو پہلے ہی رو رہا تھا۔

"اب میں کیا کروں؟" اس نے کہا۔

"گھر جاؤ۔ بس۔ جاؤ۔ جاؤ۔" آخر میں مکلینو نے دہاڑ کر کہا۔ اور بہت سی نگاہیں اس
گئیں۔ کھیلنے والا جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔

"شو لے لو جوان۔" مکلینو مجھ سے بولا۔ اب میں اور وہ رہ گئے تھے۔

"اچھا۔" میں نے سعادت مندی سے کہا اور شو کی رقم ڈال دی۔ میکلینو نے اپنے کارڈ
دیئے۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کے کارڈ دیکھ کر میرے چہرے پر مایوسی پھیل گئی اور پھر میں نے بے
کارڈ بھی الٹ دیئے۔ میکلینو اور اس کے ساتھی منہ پھاڑ کر رہ گئے۔ میرے کارڈ بڑے تھے۔

میکلینو کے ساتھی پہلو بدلنے لگے۔ لیکن میکلینو کے چہرے پر کوئی خاص تاثر
البتہ اس نے تاش اس بار خود شفل کئے تھے۔ میری نگاہیں کارڈ چیک کر رہی تھیں۔ اس سلسلے میں
کھیل کی بات تو نہیں تھی' مجھے سینکڑوں گر آتے تھے۔ یہ تو کوئی بات ہی نہیں تھی۔ اگر کارڈ
پہلی بار بانٹے جائیں تب بھی کام دکھایا جا سکتا تھا۔ میکلینو نے گڈی میرے ہاتھ میں دے دی
جھپکتے کارڈ اپنی جگہ سیٹ ہو گئے۔ اس بار بھی میکلینو کو زبردست چوٹ ہوئی تھی اور میرے
نوٹوں کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ تیسری بار۔ میکلینو کے ساتھی نہیں برداشت کر سکے۔ یوں
ہاتھوں میں ان کا بیڑہ غرق ہو گیا تھا اور اب بہت تھوڑی رقم رہ گئی تھی۔

چوتھا ہاتھ بٹا۔ اور میرے سامنے نوٹوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ اب میکلینو کے ساتھیوں کے
چہرے سرخ ہو گئے تھے۔

"شارپنگ ہو رہی ہے باس۔" میں نے معصومیت سے پوچھا اور میکلینو کے
مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بتاؤ بھئی۔" اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"کھڑے ہو جاؤ۔" وہ کرسی سرکا کر اٹھتے ہوئے غرایا۔

"جین!" میکلینو غرایا۔ اور اس کا ساتھی چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ "بیٹھ جاؤ۔"
انداز میں بولا اور اس کے ساتھی کی جیسے ہوا نکل گئی۔

اس دوران کارڈ میرے ہاتھ میں گردش کرتے رہے تھے اور میں ان کے ہاتھوں سے کارڈ
تیار ہو گیا تھا۔

"کیا تم الو کے پٹھے ہو؟" میکلینو نے کہا۔

"باس۔ یقین کرو۔" ساتھی بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ثابت کرو' شارپنگ ہو رہی ہے۔ کیا تم اندھے بنے بیٹھے ہو۔" میکلینو بولا۔

"بانٹو۔" اس کے ساتھی نے کینہ توز نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میری طرف سے آپ ہی بانٹ دیں جناب۔" میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "شاید آپ
ہو گئے ہیں۔" اور اس نے جلدی سے گڈی اٹھا لی۔ کارڈ ہلکے سے شفل کئے اور میں نے انہیں کاٹنے
ہاتھ بڑھا دیا۔ یہ نہ ہوتا تو کام تھوڑا سا مشکل ہو جاتا۔ لیکن میں نے کاٹنے میں بانٹنے کی کمی پوری کر لی
اس بار میکلینو کے دونوں ساتھی پھنسنے والے تھے۔ یعنی ایک وہ جس نے کارڈ بانٹے تھے اور
ی۔

کھیل شروع ہوا۔ تھوڑی دیر تک بلائینڈ کھیل ہوتا رہا۔ پھر مکلینو نے کارڈ اٹھائے' تین
ن چلیں۔ میں نے اپنے کارڈ اسی طرح پڑے رہنے دیئے تھے۔ پھر مکلینو نے کارڈ پھینک دیئے
دونوں جمے رہے۔ نوٹ ان کے سامنے سے غائب ہوتے جا رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک قلاش

"تمہاری اجازت ہو تو میں اسے کچھ دے دوں۔" مکلینو نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں۔ اس میں۔ کیا حرج ہے جناب؟" میں نے کہا۔ اور مکلینو نے بہت سی گڈیاں اس کی
سرکا دیں۔ پھر ان دونوں نے آپس میں معاہدہ کیا اور ان میں سے ایک نے کارڈ پھینک دیئے۔
ے نے اپنے سامنے کی آخری پونجی میرے سامنے رکھ کر شو مانگا۔ اور میں نے کارڈ الٹ دیئے۔ وہ ہار گیا
اس کا چہرہ سفید ہو گیا تھا۔

"ناممکن۔" وہ دانت بھینچ کر غرایا اور کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ
ا۔ "میں۔ میں اسے قتل کر دوں گا۔"

"سپرو!" مکلینو سرد لہجے میں بولا۔

"یہ۔ زبردست شارپر ہے باس!" سپرو نے احتجاج کیا۔

"کارڈ تم نے بانٹے تھے۔"

"اس نے کاٹے تھے۔"

"اب کے کاٹ بھی تم ہی لینا۔" میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں نے اسے اٹھنے کے لئے کہا تھا۔"

"نن۔ نہیں باس۔ لیکن۔"

"اتنی سی رقم کے لئے تم میرے سامنے' میری اجازت کے بغیر کھڑے ہو سکتے ہو۔" مکلینو اسی
میں بولا۔

"سس۔ سوری باس!" وہ پھر بیٹھنے لگا۔

"کھڑے ہو جاؤ کتے۔" مکلینو پھر غرایا اور وہ جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ مکلینو اب میرا جائزہ
رہا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "خاموش بھیڑیئے! تو اتنا بزدل کیوں ہے؟"

"مم۔ میں بزدل تو نہیں ہوں جناب!"

"یہ تجھے قتل کر دینا چاہتا ہے۔"

"نن۔ نہیں۔ نہیں۔" میں کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"اور میری آنکھیں بدن ٹٹول لیتی ہیں۔ تو کمزور بھی نہیں ہے۔" مکلینو بدستور مسکرا رہا تھا۔

"بب..... بالکل نہیں۔" میں نے احمقانہ انداز میں کہا۔ سردارے اگر اس وقت میرے پاس ہوتا تو میری اس اداکاری کی بھرپور داد دیتا۔ لیکن وہ لوگ دور سے مجھے تاڑ رہے تھے۔ ایمی تو میرے سامنے نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر ہی چکرا گئی تھی۔

"تو پھر قتل ہو جا۔" وہ ہنس پڑا۔

"تم حکم دیتے ہو تو ٹھیک ہے۔" میں نے سعادتمندی سے کہا۔

"سپرو!" اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"بب۔ باس۔"

"چل اسے قتل کر دے۔ لیکن کوئی ہتھیار استعمال نہیں ہو گا۔"

"مم۔ معافی چاہتا ہوں باس!" سپرو نے کہا۔

"کیا نام ہے تیرا؟" مکلینو نے مجھ سے پوچھا۔

"ریتو۔!" میں نے جواب دیا۔

"اس نے تجھے قتل کرنے کی دھمکی دی تھی۔ اسے مار۔" مکلینو بولا۔ "لیکن ہتھیار نہ مت استعمال کرنا۔"

"میرے پاس صرف پستول ہے' یہ تم رکھ لو باس!" میں نے بھی اسے باس کہہ کر مخاطب کیا اور پستول نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔

"جین! تم سپرو کی تلاشی لو۔" مکلینو نے کہا۔ اب دوسرے سارے لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ کھیل بند ہو گیا۔ لوگ سمجھ گئے تھے کچھ ہونے والا ہے اس لئے چوکنے بھی ہو گئے۔ سپرو کے لباس سے ایک پستول اور ایک لمبا چاقو برآمد ہوا جسے جین نے نکال کر مکلینو کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ اور میں نے سپرو کو گریبان سے پکڑ کر کھینچ لیا۔

سپرو بیک وقت خوف اور جھلاہٹ کا شکار تھا۔ میرے اس طرح کھینچنے سے وہ آگ بگولا ہو گیا اور دیوانوں کی طرح مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے تابڑ توڑ میرے اوپر گھونسے برسانے شروع کر دیئے۔ لیکن اس کے مکے صرف ہوا میں لہرا رہے تھے۔ میں نے ابھی تک اس پر ایک بھی وار نہیں کیا تھا۔ پھر میں پوزیشن تبدیل کر کے مکلینو کے قریب آ گیا جو اطمینان سے میز پر بیٹھا تھا۔

"تو اسے مارتا کیوں نہیں؟" مکلینو نے کہا۔

"تمہاری اجازت کے بغیر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا باس!" میں نے کہا۔

"اوہ' مار۔ اسے مار۔" مکلینو نے میز پر ہاتھ مارا۔ اور دوسرے لمحے میں نے ہاتھ گھما دیا۔ اس کے شانے پر ضرب پڑی تھی۔ وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ کھڑے کر لئے اور کراٹے پوزیشن میں آ گیا۔ پھر اس نے منہ سے دہاڑیں نکال کر میرے اوپر حملہ کیا۔ لیکن میں نے اس کے

کلائیوں پر روکے اور پھر ایک بھرپور ہاتھ اس کی گردن پر رسید کیا۔ سپرو اوندھے منہ گرا ہوا تھا۔

لیکن اسکے بعد اس کی خیر کہاں تھی۔ جونہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی میری لات اس کی کمر پر پڑی۔ اور اس کے بعد میں نے صرف پیروں کا استعمال کیا۔ میں اس کے ہاتھ زمین سے ٹکنے ہی نہیں دے رہا تھا۔ ویسے سپرو پاگل ہو گیا تھا۔ اگر اسے کھڑے ہونے کا موقع مل جاتا تو شاید وہ اس وقت مکلینو کی موجودگی بھول جاتا اور جو چیز ہاتھ لگتی' استعمال کرتا۔ لیکن میں نے اسے کوئی موقعہ ہی نہیں دیا تھا۔

مکلینو کے اطمینان میں اب بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ میری نوٹوں کی گڈیاں اسی طرح رکھی ہوئی تھیں جیسے مکلینو ان کا محافظ ہو۔ پھر میں نے سپرو کے آخری ضرب لگائی اور وہ چت ہو گیا۔ شاید بے ہوش ہو چکا تھا۔ چاروں طرف سے تالیاں گونج اٹھی تھیں۔ میں نے سرسری نگاہ سردارے کی طرف ڈالی اور سر سے اشارہ کیا۔ سردارے اس دوران سکون سے کھڑا رہا تھا۔ گویا اسے یقین تھا کہ اس سپرو کی ایسی تیسی' ہاں اگر دوسرے ہوتے' تو پھر۔ سردارے کے پاس بھی پستول تھا۔ البتہ ایمی کا چہرہ زرد پڑا ہوا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

میں نے مکلینو کے سامنے جا کر سر جھکا دیا۔ مکلینو کھڑا ہو گیا۔ "میں نے غلط تو نہیں کہا تھا' تیرے اندر چھپے ہوئے فنکار کو میں نے دیکھ لیا تھا۔"

"میں نے دولت کے لئے اس سے جنگ نہیں کی باس۔" میں نے کہا۔

"تو مجھے باس کیوں کہتا ہے؟" مکلینو بولا۔

"بس دل چاہتا ہے۔"

"میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ یہ میری طرف سے انعام لے۔" مکلینو نے اپنے سامنے کی گڈیاں بھی میری گڈیوں میں شامل کر دیں۔ تب میں نے نوٹوں کے ڈھیر جمع کئے اور انہیں مکلینو کے پیروں میں ڈال دیا۔

"یہ کیا؟"

"میں جیتنے کے لئے نہیں کھیلا تھا باس! یہ تیرے جوتوں کی نذر۔!"

"اوہ' اٹھا لے۔ اٹھا لے۔ سب تیرے ہیں' یوں سمجھ میں نے قبول کر لئے۔ اٹھا لے میری جان! تو نے میرا دل جیت لیا ہے۔ میرا حکم ہے' اٹھا لے۔" مکلینو نے محبت سے کہا۔ اور اس کے ساتھی جین نے سارے نوٹ اکٹھے کر کے میری طرف بڑھا دیئے۔ "بیٹھ جا' بیٹھ جا۔ میرے ساتھ کھانا کھا۔ جین' کھانا منگواؤ۔" مکلینو نے کہا۔

"باس۔ میرے دو ساتھی بھی ہیں۔" میں نے کہا۔

"کہاں ہیں؟"

"وہ لڑکی اور اس کے ساتھ۔" میں نے اشارہ کیا اور مکلینو ادھر دیکھنے لگا۔

"اوہ' وہ تو تاستارن کی ایمی ہے۔"

"ہاں باس! ہم لوگوں کا قیام وہیں ہے۔"

"ہے۔ ایمی! ادھر آجا۔" مکلینو نے ہاتھ اٹھا کر وہیں سے نعرہ لگایا۔ سپرو اسی طرح زمین پڑا تھا اور اس کی طرف اب کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا۔

ایمی سردارے کا ہاتھ پکڑے ہمارے قریب پہنچ گئی۔

"بیٹھ جا۔ کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہوں بادشاہ!" ایمی نے آواز صاف کرتے ہوئے کہا۔

"تیرا ساتھی لاجواب ہے۔ بیٹھ جا۔ تو بھی بیٹھ جا دوست! تیرا کیا نام ہے؟" مکلینو نے سردارے سے پوچھا۔

"جیم۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تو بھی اس کی طرح لاجواب اور باکمال ہوگا۔" مکلینو ہنستے ہوئے بولا۔ اور سردارے کے ہونٹ بھی کھنچ گئے۔ "انہیں اٹھالے' تیرے ساتھی نے تیرے لئے کمائے ہیں۔" مکلینو نے نوٹوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور سردارے نوٹ جیبوں میں ٹھونسنے لگا۔ بہت سے نوٹ ایمی نے اپنے پرس میں بھرے تھے۔ باقی بچے تو میری جیبوں میں ٹھونس دیئے گئے۔ جین اب ہمارے ساتھ نہیں کھڑا تھا' بلکہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"ان کا تعارف کرا ایمی۔" مکلینو نے ایمی سے کہا۔

"اوہ۔ بادشاہ۔ یہ مسٹر ریتو ہیں۔ گٹار کے شہنشاہ اور یہ ان کے ساتھی جیم ہیں۔ ایک پراسرار ساز بجانے کے ماہر۔ دونوں پرتگالی ہیں۔ آج کل ہمارے کلب میں پروگرام پیش کر رہے ہیں۔"

"واقعی!" مکلینو نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"ہاں بادشاہ!" ایمی نے جواب دیا۔

"تب میں نے ایسا آدمی زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔ ٹھنڈے مزاج کا مالک اور ہر فن میں ماہر ریتو میں تجھ سے بڑی محبت کرنے لگا ہوں۔"

"شکریہ باس!" میں نے ادب سے کہا۔

تھوڑی دیر میں کھانا آگیا اور ہمارے سامنے سرو ہوگیا۔ "کھاؤ..... بے تکلف ہو کر کھاؤ۔" مکلینو نے کہا۔ جین صرف سروس کر رہا تھا۔ مکلینو نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔ وہ بہت خوش تھا کافی دیر تک وہ ہم سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "اچھا میری جان' اب میں چلوں گا۔ کل صبح دس گیارہ بجے تک تو اپنے ساتھی کے ساتھ میرے پاس آجانا۔ ایمی تو اسے بنیگسن کا راستہ بتائے گی۔"

"ٹھیک ہے بادشاہ۔" ایمی جلدی سے بولی اور مکلینو کھڑا ہوگیا۔ اسے شاید بل دینے کی نہ عادت تھی نہ ضرورت اور اس دوران اس نے ایک بار بھی سپرو کی طرف توجہ نہیں دی تھی' وہ اسی طرح ہوا تھا۔ پھر وہ جین کے ساتھ چلا گیا اور اس کے باہر قدم رکھتے ہی ہوٹل کا سپروائزر چند بیروں کے ساتھ آگے آیا۔ اس نے بیروں کی مدد سے سپرو کو اٹھایا اور نہ جانے کہاں لے گیا۔

"اب چلو۔" ایمی نے کہا۔

"کیوں؟ یہاں خاصی رونق ہے۔" میں نے کہا۔

"تم بھی بس پاگل ہی معلوم ہوتے ہو۔ ان واقعات کا تمہارے اوپر بھی کوئی اثر نہیں ہے۔"

"کون سے واقعات ایمی؟"

"پلیز۔ چلو۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"چلو۔" میں نے شانے ہلا دیے اور ہم تینوں باہر نکل آئے۔ یوں بھی رات خاصی گذر چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم تارستان پہنچ گئے۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" ایمی نے پوچھا۔

"میرے ساتھی کے لیے تم نے ایک وعدہ کیا تھا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں۔ مگر۔ کمرہ دوسرا لے لو۔"

"جیسا تم مناسب سمجھو۔" میں نے کہا۔

"میں ابھی واپس آتی ہوں۔" ایمی نے کہا اور واپسی کے لیے پلٹی' لیکن پھر کچھ سوچ کر رک گئی۔ اس نے اپنا پرس وہیں رکھ دیا تھا۔

"کیوں؟" میں نے تیکھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اوہ۔ کوئی خاص بات نہیں۔ بس' اس میں تمہاری رقم ہے۔" ایمی نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"ایمی!" میں نے برا ماننے والے انداز میں کہا۔ "کیا تم صرف کاروباری لڑکی ہو؟"

"کیوں؟"

"ہم تو تمہیں دوست کی حیثیت دے چکے ہیں۔"

"میری خوش بختی ہے۔"

"چنانچہ یہ پرس اٹھالو۔ ہم اپنے طور پر جیتی ہوئی رقم کے حصے کر چکے ہیں۔ جو کچھ تمہارے پرس میں ہے' تمہارا ہے۔ جو جیم نے میری جیبوں میں ٹھونس دیا ہے' وہ میرا ہے اور جو جیم کی جیبوں میں ہے' وہ اس کا۔"

"اوہ۔ نہیں ریتو۔ یہ بہت زیادہ ہے۔" ایمی نے پریشانی سے کہا۔

"یہاں کم زیادہ کا مسئلہ نہیں ہے۔ پلیز۔ اپنا پرس اٹھالو۔" بمشکل تمام ایمی اس کے لئے تیار ہوئی اور پھر وہ باہر نکل گئی۔ سردارے بالکل خاموش تھا۔ "کیا ہوگیا' دھورام! بارہ کیوں بج رہے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بارہ نہیں' پونے دو بج رہے ہیں استاد۔" سردارے نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ نیند آرہی ہے کیا؟"

"ظاہر ہے استاد!"

"ٹھہر جاؤ۔ ایمی تمہاری نیند بھگانے کا انتظام ہی کر رہی ہے۔"

"کیا مطلب؟" سردارے اچھل پڑا۔

"اس سے زیادہ کچھ نہیں بتایا جاسکتا۔" میں نے کہا اور سردارے گہری نگاہوں سے میری شکل دیکھنے لگا۔ اتنی دیر میں ایمی واپس آگئی۔ اس کے ساتھ چھوٹے سے قد کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ کسی طرف سے وہ کوئی غلط لڑکی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ بلاشبہ پسند کرنے کے قابل تھی۔

"یہ ریتا ہے اور مس ریتا۔" یہ مسٹر جیم ہیں۔ چنانچہ اب یہ تمہارے سپرد۔" ایمی نے مسکراتے ہوئے کہا اور ریتا بھی مسکرا دی۔

"آئیے مسٹر جیم۔ میں آپ کو کلب کی دوسری تفریحات دکھاؤں۔" ریتا نے بے تکلفی سے

سردارے کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"جاؤں؟" سردارے نے شرارت آمیز انداز میں منہ کھول کر مجھ سے پوچھا۔

"دفعان ہو جاؤ۔" میں نے اس پر گھونسہ تانا اور وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔ رینا بھی اس کے پیچھے ہی لپکی تھی۔ ایمی ہنسنے لگی۔

"ایک بات پوچھنا بھول گئی تھی مسٹر ریتو۔" ان دونوں کے جانے کے بعد ایمی نے پوچھا۔

"کیا؟"

"آپ نے صرف مسٹر جیم کے لیے کہا تھا نا؟ میرا مطلب ہے صرف؟"

"ہاں!"

"اوہ۔ بس میں الجھی رہی تھی۔ تو مجھے اجازت آپ آرام کریں۔" وہ آہستہ سے پیچھے ہٹی لیکن اس نے عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔

"ایمی! دوستانہ انداز میں ایک بات پوچھوں؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ضرور!"

"اگر میں تمہیں جانے سے منع کروں تو۔ برا نہ مان جاؤ گی؟" میں نے کہا اور ایمی خاموش ہو گئی۔ کئی منٹ تک خاموش رہی، پھر بولی۔

"نہیں!"

"شکریہ ایمی! میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔"

"بعد میں تمہیں خسارے کا احساس نہ ہو۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ سے بولی۔

"کیوں؟"

"یہاں بہت سی خوبصورت لڑکیاں موجود ہیں۔"

"ایمی! ایسی باتیں مت کرو۔ اول تو تم خود بھی بے حد حسین ہو۔ دوسری بات یہ کہ بعض اوقات حسن کا معیار بدل جاتا ہے۔ ممکن ہے ان لڑکیوں میں میرے لئے تم سے زیادہ حسین لڑکی کوئی نہ ہو۔"

"اوہ!" ایمی خاموش ہو گئی۔ چند ساعت مجھے پیار بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر واپس مڑ گئی۔ اس نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ پھر وہ واپس مڑی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے جذبات رقصاں تھے۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "ایک بات پر یقین کرو گے ریتو؟"

"ضرور ایمی!" میں نے آگے بڑھ کر اسے آغوش میں لے لیا۔

"میں عام طور پر لوگوں کو اٹینڈ نہیں کرتی۔ آٹھ سال پہلے میری شادی ہوئی تھی۔ میرے شوہر ایک حادثے کا شکار ہو گئے، شادی کے صرف دو ماہ بعد۔ اس کے بعد سے اب تک۔ اس کے بعد سے اب تک تم میری زندگی میں دوسرے مرد ہو۔ یقین کرو۔ یقین کرو۔" اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میں نے یقین کر لیا ایمی!"

"میں پیشہ ور نہیں بن سکی۔"

"تمہارے انداز سے پتہ چلتا ہے۔" میں نے اسے بھینچتے ہوئے کہا اور اس بیوہ کے ساتھ یہ رات بھی خوب گذری۔ بڑی دلکش تھی۔ ترسی ہوئی بے چاری۔ دوسری صبح وہ خاموشی سے چلی گئی۔ میں اس کی

ے کو سمجھ چکا تھا اس لئے اس وقت اسے کچھ پیش کرنے کی جرات نہیں کر سکا۔

ناشتے پر وہ اسی طرح خوش و خرم تھی۔ سردارے ضرورت سے زیادہ ہی خوش تھا۔ باچھیں کھل پڑی تھیں گدھے کی۔

"اب کیا پروگرام ہے مسٹر ریتو؟"

"کوئی خاص نہیں!"

"مکلینو کے پاس نہیں جائیں گے؟" ایمی نے پوچھا۔

"کیا بہت ضروری ہے ایمی؟"

"ہاں۔ ضروری ہے اور اچھا بھی ہے۔ وہ تم پر مہربان بھی ہے، ورنہ کسی اور کو وہ اس طرح طلب کر اس کی تو روح فنا ہو جاتی۔ میرا مطلب ہے جس پر وہ مہربان نہ ہو۔"

"یہ کیا چیز ہے یہ مکلینو؟"

"اس علاقے کا بے تاج شہنشاہ ہے۔ تم کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ ممکن ہے جس کلب میں تم نے چوٹ دی، اس کا مالک مکلینو ہی ہو۔ بے انداز دولت مند انسان ہے۔ پولیس نے بھی نہ جانے اس کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ اس کے معاملے میں کم ہی مداخلت کی جاتی ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔

"بڑا انوکھا انسان ہے۔ پل پل میں بدلنے والا۔ بہرحال میرا مشورہ ہے تم اس سے ضرور مل لو۔ اس ناراضگی اچھی نہیں ہوتی۔ رات کو تم اسے جس انداز سے ہینڈل کر رہے تھے، وہ بہت اچھا تھا۔ بس اسی انداز سے گفتگو کر لینا۔ میرا خیال ہے، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چلیں گے جیم؟"

"ضرور مسٹر ریتو!" سردارے نے گردن ہلا دی۔

"بس کسی معاملے میں اس کی مخالفت مت کرنا۔" ایمی نے کہا اور میں اس کی شکل دیکھ کر مسکرانے

"کیوں۔ اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے؟"

"تم اس سے بہت خوفزدہ ہو؟"

"صرف میں نہیں ہوں۔ کین کو بتادو کہ تم اس کے دوست ہو۔"

"اوہ! واقعی؟"

"ہاں۔ پانی کے دس بارہ گلاس چڑھا جائے گا۔" ایمی اچانک ہنس پڑی۔ "نہ جانے مکلینو کا نام اس کی پیاس اس قدر کیوں بڑھ جاتی ہے کہ پانی کے گلاس پر گلاس چڑھا جاتا ہے۔" تھوڑی دیر کے بعد ے سے فارغ ہو گئے۔ ایمی چلی گئی تھی۔ ہم اپنے کمرے میں آ گئے۔

"کیا حال ہیں سردارے؟"

"اپنا استاد زندہ باد۔ سردارے کو کیا فکر ہو سکتی ہے۔" سردارے موڈ میں بولا۔

"رات عمدہ گذری؟"

"جیسے ساڑھا استاد۔ ویسے مجھے بھی معلوم ہے۔" سردارے نے آنکھ دبائی۔

"بکواس بند۔ مکلینو کے پاس چلیں گے۔"

"یہ وہی مکلینو ہے استاد' جس کے بارے میں سوئیٹ سوئیٹا نے کہا تھا؟"

"ہاں۔" میں نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "نہ جانے وہ بے چاری خود کس حال میں ہے۔"

"پھنس گئی ہوگی استاد لیکن ہم اس کے لیے کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

"ہاں۔ یہ معاملہ ہمارے بس سے باہر ہے۔"

"ویسے اب تمہارا پروگرام کیا ہے؟"

"نیو ہیون میں آنے کے بعد خود میرا پروگرام یہی تھا کہ مکلینو سے ملوں لیکن فوری طور پر میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا کیونکہ سوئیٹا نے دولت کی بات بھی کی تھی۔ اس کے مزاج کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ لیکن میرا خیال ہے اس طرح اس سے ملاقات ہو جانا بہت اچھا ثابت ہوا ہے۔"

"ہاں استاد۔ اس ریچھ کو شیشے میں اتارنا بھی' تمہارا ہی کام تھا۔"

"لیکن اب صرف ایک الجھن ہے سردارے!"

"کیا استاد؟"

"اپنے بارے میں اس سے کیا کہا جائے۔ حقیقت بتا دی جائے۔ ایسی شکل میں ہم اس سے کام لے سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے میں اس کا ٹائپ سمجھ رہا ہوں۔ اگر ہم نے اسے بے وقوف بنانے کی کوشش کی تو گڑبڑ بھی ہو سکتی ہے۔ اسے اصلیت معلوم ہو گئی تو پھر دو خطرناک دشمنوں کے درمیان گھر جائیں گے۔"

"ہوں۔" سردارے ٹھوڑی کھجانے لگا۔ پھر بولا۔ "دوسری صورت بھی خطرناک ہو سکتی ہے چیف۔"

"کیا؟" میں نے پرخیال انداز میں پوچھا۔

"ممکن ہے وہ انٹرپول سے ٹکر لینا پسند نہ کرے' بلکہ ہمیں ان کے حوالے کر کے ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔"

"ہو بھی سکتا ہے لیکن خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا سردارے! اگر ایسی بات ہوئی تو اس کی دیکھیں گے۔ فی الحال اسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی جائے۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ پرواہ کس بات کی ہے۔" سردارے نے بے جگری سے کہا اور پھر میکلینو کے پاس جانے کی تیاری کرنے لگے۔ امی کو ہمارے ساتھ جانا تھا۔ وہ بھی وقت پر تیار ہو کر آگئی۔

"تیار ہیں آپ لوگ؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا اور ہم باہر نکل آئے۔ دن کے بے رونق مکانات کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ گئے اور راستے میں امی نے کہا۔

"ابھی میں نے کین کو اس بارے میں بتایا تھا۔"

"اوہ! پھر؟"

"دراصل میں نے خود نہیں بتایا تھا۔ تمہارا پروگرام بہت پسند کیا جا رہا ہے۔ اس کا بخوبی اندازہ ہے کین کو۔ اس نے مجھے اپنے کیبن میں طلب کیا تھا اور کہہ رہا تھا کسی طرح تمہیں ایک لمبے معاہدے کے لیے تیار کروں تاکہ وہ پبلسٹی وغیرہ کرے۔ پچھلے دو دنوں کی آمدنی کافی بڑھ گئی ہے۔"

"خوب! پھر؟"

"میں نے اسے بتایا کہ کس طرح رات کو وہ مکلینو کے دوست بن گئے اور کین کی پیاس جاگ

"پھر؟" میں ہنس پڑا۔ "کیا کیا اس نے؟"

"بس پانچواں گلاس میرے سامنے پیا تھا۔ پھر میں اٹھ کر چلی آئی۔" امی نے کہا اور ہم دونوں ہنس ہم بدستور آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر ایک دبلا پتلا دراز قد آدمی ہمارے قریب پہنچ گیا۔

"مادام امی؟" اس نے امی کو مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے؟"

"آپ شہنشاہ کی تلاش میں جا رہی ہیں نا؟" لمبے آدمی نے کہا۔

"ہاں!" امی نے جواب دیا۔

"وہ سنفتارو میں موجود ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔" اس نے کہا اور امی نے گردن ہلا دی۔ ہم نے راستہ بدل لیا۔ سنفتارو بھی ایک نائٹ کلب کی عمارت تھی۔ خاصی کشادہ۔ بڑی خوبصورت۔ سرخ ... سے گزرتے ہوئے ہم ایک ہال میں پہنچ گئے۔ لمبے آدمی نے ہمیں وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود ایک ... سے اندر داخل ہو گیا۔

"یہ بھی ممکن ہے کہ یہ عمارت خود اسی کی ہو۔" امی آہستہ سے بولی۔

"اوہ!" میں نے گردن ہلائی۔

"میں نے بتایا نا کہ وہ بادشاہ ہے۔ اس کے پاؤں کتنے پھیلے ہوئے ہیں' کسی کو نہیں معلوم۔"

"دیکھ لیں گے۔" میں نے بے خیالی کے انداز میں کہا۔

"ایک بات بتاؤ ریتو۔" امی نے آہستہ سے کہا۔

"ہوں!"

"اگر اس نے تمہیں اپنے پاس رکھنا چاہا؟"

"تو پھر؟"

"میرا مطلب ہے تم رہ جاؤ گے؟"

"تم مشورہ دو امی!" میں نے کہا۔

"اگر وہ چاہے' تب تو یہ کرنا ہی پڑے گا۔" امی نے افسردگی سے کہا۔

"تم منع کرو تو میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گا۔"

"کیا کرو گے؟"

"منع کر دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں ریتو! میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"اس علاقے میں وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اگر تم اس کی بات ماننے سے انکار کرو گے تو وہ تمہارا نائن جائے گا اور اس کے بعد تم اس جگہ نہیں رہ سکو گے۔"

"اوہ! پھر کیا کروں؟ بتاؤ۔" میں نے پریشانی سے کہا۔

"کچھ نہیں۔ اس کی ہر بات مان لینا لیکن تاستارن کو بھول نہ جانا۔" امی نے آنسو بھری آواز کہا۔

"اوہ' نہیں امی۔ تم بھولنے کی چیز نہیں ہو۔" میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اسی وقت آدمی اندر سے نکلا۔

"مادام امی! تم واپس جا سکتی ہو اور تم دونوں کو بادشاہ طلب کرتا ہے۔" میں نے امی کو بازوؤں پکڑا اور پھر اس کا بوسہ لے کر اسے واپس جانے کی اجازت دے دی۔ خود میں سردارے کے ساتھ اندر طرف چل پڑا تھا۔ اس دروازے کے دوسری طرف بھی ایک ہال نما کمرہ تھا۔ انتہائی خوبصورتی سے آراستہ مکلینو ایک شاندار کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک انتہائی خوبصورت نوعمر لڑکی صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی گود میں لمبے بالوں والی ایک خوبصورت بلی تھی جس پر وہ آہستہ آہستہ پھیر رہی تھی۔ لڑکی کے جسم پر سفید پتلون اور نیلی دھاریوں والی جیکٹ تھی' جس سے اس کی نوعمری باوجود بھرپور جوانی کا گداز جھانک رہا تھا۔ اس کے بال بھی بے حد خوبصورت تھے۔ گھنگھریالے اور الگ بکھرے بکھرے سے۔ بالوں کے اس اسٹائل کی وجہ سے وہ بڑی آرٹسٹک لگ رہی تھی۔ میں نے ایک میں اس کا جائزہ لیا اور مکلینو کی طرف متوجہ ہو گیا جو مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"ہے۔ ریتو!" اس نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ادھر آجا۔ آجا میری جان۔ میں تیرا انتظار تھا۔" اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں اس کے سامنے جھکا تھا اور پھر سیدھا ہو گیا۔ "تو بھی آجا جیم۔ ساتھی تو بہت شاندار ہے۔ تو نہ جانے کس قسم کا آدمی ہے۔"

"وفادار اور چوکس۔" میں نے کہا۔

"ہوں؟" مکلینو سوالیہ انداز میں بولا۔

"جھوٹ نہیں بولوں گا باس۔" میں نے کہا اور مکلینو زور زور سے ہنسنے لگا۔

"بولنا بھی مت میری جان۔ تم مکلینو کے سامنے ہو' جس کے سامنے سارے جھوٹ جاتے ہیں اور پھر دوستوں سے جھوٹ نہیں بولتے۔ میں تو تمہارا دوست ہوں۔ کیا پیو گے؟"

"جو باس پسند کرے۔" میں نے کہا۔

"ہے جیم۔ تو بھی بول تارہ۔" مکلینو سردارے سے بولا اور سردارے چونک پڑا۔ وہ چور نگاہوں سے لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا' جو ان ساری باتوں سے بے تعلق بیٹھی خالی خالی انداز میں بلی کے بدن پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔

"میں باس کے سامنے کیا بول سکتا ہوں۔" سردارے نے دانت نکال دیے۔

"اسکاچ منگواؤں؟"

"معذرت باس۔ شراب ہم صرف ان حالات میں پیتے ہیں جب اس کی ضرورت ہو۔ عام حالات میں شراب ہمارے اعضا مضمحل کر دیتی ہے۔"

"ساری عادتیں خطرناک ہیں۔؟" مکلینو ہنستے ہوئے بولا۔ پھر اس نے کرسی کے ہتھے پر لگا بٹن آن کر کے کہا۔ "کیری سوپ لے آؤ مہمانوں کے لیے۔"

"لیں باس۔" جواب ملا اور مکلینو نے سوئچ آف کر دیا۔ پھر وہ ایک دم سنجیدہ ہو کر بولا۔ "کین ۔۔ے رہا ہے؟"

"ہم نے کبھی اس پر غور نہیں کیا باس۔" میں نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کیونکہ تم فنکار ہو۔ لیکن تم نے یہ پروگرام پیش کرنا کیوں پسند کیا؟"

"بس کچھ مجبوریاں تھیں باس۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ۔ کیا وہ مجبوریاں میرے سامنے بیان نہیں کر سکتے؟"

"باس نہ پوچھیں تو ہم احسان مند ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"ہوں!" مکلینو نے پرخیال انداز میں کہا۔ اس کے چہرے کے نقوش بگڑے نہیں تھے' بلکہ وہ ۔۔لہ کئی منٹ تک وہ خاموش رہا' پھر کہنے لگا۔ "تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا میری آنکھیں کمزور ہیں۔ کیا میں ۔۔اشت نہیں کر سکتا اور سنو' میں عام انسانوں کو گھاس نہیں ڈالتا۔"

"باس کی مہربانی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تاش میں تم اتفاقیہ جیت رہے تھے؟" مکلینو نے سوال کیا۔

"نہیں باس۔ ہاتھوں کا کمال تھا۔" میں نے فوراً کہا۔

"ہاں۔" مکلینو پھر مسکرا پڑا۔ "اور خوبی یہ تھی کہ تمہارے چہرے کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا ۔۔م صورت والا یہ شخص اتنا عمدہ شارپر ہو سکتا ہے اور پھر دلیر بھی ہو۔ مکلینو کے سامنے بیٹھ کر ۔۔رنے کے تصور سے ہی لوگوں کو بخار آجاتا ہے لیکن اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تم مکلینو ۔۔ت سے پورے طور پر واقف نہ ہو۔"

"صرف یہی وجہ تھی باس۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن کمال بھی خوب تھا۔ میں نے اتنا عمدہ کام نہیں دیکھا۔"

"شکریہ باس!"

"مشکل تو یہ ہے کہ تمہارے اصل فن کا ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔"

"میں نہیں سمجھا بادشاہ۔"

"اس کے بعد تم نے سپرو کو مارا۔"

"اوہ۔ باس کی اجازت سے۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔ ہاں وہ تو ٹھیک ہے لیکن سپرو ایک عمدہ لڑاکا ہے۔ بہت اچھا لڑاکا ہے لیکن تم نے صرف اس ۔۔کھیلا اور جب تم نے اس پر وار کیا تو وہ چوہا بن گیا۔"

"باس کا شکریہ۔" میں نے گردن جھکا کر کہا۔

"گوربنی کہتی ہے کہ اس نے خود تارستان میں تمہارا پروگرام دیکھا ہے۔"

"گوربنی! کون؟" میں نے چونک کر کہا۔

"گوربنی میری بیٹی۔ اسے موسیقی سے بہت دلچسپی ہے۔" مکلینو نے لڑکی کی طرف اشارہ کر کے ۔۔ لیکن لڑکی اسی طرح ٹس سے مس بیٹھی رہی تھی اس نے ہماری طرف رخ بھی نہیں کیا۔

۔۔ے سردارے کے چہرے پر قبض کی سی کیفیت نظر آنے لگی۔ وہ اب تک بنی کو تاڑ تا رہا تھا لیکن

یہ معلوم کر کے وہ کہ مکلینو کی لڑکی ہے' اس کے حواس درست ہو گئے تھے۔
"تو میں الجھن میں ہوں کہ تمہارا اصل فن کیا ہے۔ ایک انسان میں' میں نے اتنی خوبیاں کم
دیکھیں۔" مکلینو نے کہا۔ میں نے انکساری سے گردن جھکالی تھی۔
ملازم مطلوبہ سوپ لے آیا تھا' جو ہمارے سامنے سرو کر دیا گیا۔ مکلینو کے سامنے ہم
خوبصورت پیالہ رکھ دیا گیا تھا۔ بنی سے ملازم نے پوچھا تو اس نے منع کر دیا۔ مکلینو کے اشارے
نے پیالے اٹھائے۔ بہت عمدہ سوپ تھا۔ ہمیں پسند آیا اور ہم اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگے
"تو رینو' تم لوگ مجھے اتنے پسند آ گئے ہو کہ میں نے تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کر لیا
مکلینو نے کہا۔
"ہماری خوش بختی ہے باس۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
"تمہیں کوئی اعتراض ہے؟" مکلینو نے پوچھا۔
"اعتراض کی جرات کیسے ہو سکتی ہے باس' لیکن اس سے پہلے میں آپ سے کچھ باتیں کر
گا۔" میں کسی قدر سپاٹ لہجے میں کہا۔
"اوہ۔ اوہ۔ کوئی ایسی ویسی بات کہہ کر میرے خیالات خراب مت کرنا۔ مکلینو کے
رئیسوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں اور اس کے دوست شہزادوں کی سی زندگی کے مالک ہوتے ہیں
"دولت کے ڈھیر ہم خود تیرے قدموں میں ڈال سکتے ہیں مکلینو۔" میں نے کہا۔"
اس کے علاوہ سب کچھ کہو۔"
"اس کے لیے تنہائی ضروری ہے۔" میں نے کہا۔
"تنہائی۔ اوہ۔ بنی کی موجودگی میں تم خود کو تنہا ہی سمجھو۔"
"میری درخواست ہے مکلینو' اسے باہر بھیج دیا جائے۔" میں نے کہا۔
"میری بات مان لو۔ اس کی موجودگی....." مکلینو نے کہنا چاہا۔ لیکن بنی خود تنگ
تھی اور پھر وہ پاؤں پٹختی ہوئی باہر نکل گئی۔ مکلینو ہنسنے لگا تھا۔ "بہت تیز مزاج ہے۔"
ہم دونوں بھی ہنسنے لگے تھے۔ پھر مکلینو سنجیدہ ہو گیا۔ "ہاں۔ تم کچھ شرائط پیش کر
تھے۔"
"شرائط ہرگز نہیں باس۔ تیری شخصیت دیکھ کر دل نہیں چاہتا کہ ذہن میں کوئی بات
نے فیصلہ کیا ہے کہ تیرے سامنے اپنی اصلی شکل پیش کر دی جائے۔"
"اصلی شکل؟ کیا مطلب؟" مکلینو چونک کر بولا۔
"ہاں۔ اصلی شکل۔" میں نے کہا اور پھر میں نے مصنوعی ناک اتار دی۔ اور آنکھوں
جھلی بھی کھینچ دی۔ مکلینو حیرت سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور ا
میک اپ اتار دیا۔ مکلینو کی پیشانی پر لکیریں پڑ گئی تھیں اور پھر اچانک وہ بوکھلائے ہوئے
کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت نظر آ رہی تھی۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا' پھر پیچھے ہٹ گ
"ارے۔ ارے تم دونوں۔ تم دونوں۔ اوہ۔ تم دونوں۔"
"باس ہمارے بارے میں ضرور جانتا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ یہ تو۔ یہ تو ٹھیک نہیں ہوا۔" وہ پھر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر
کئی منٹ تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر آہستہ سے گردن اٹھائی لیکن اب اس کا چہرہ اعتدال پر آ گیا
تو۔ یہ بتاؤ' تم نے خود کو مجھ پر ظاہر کیوں کر دیا؟"
"اس کی بھی وجہ تھی باس۔" میں نے کہا۔
"کیا وجہ تھی؟"
"یہ حقیقت ہے کہ ہم خود کو چھپا کر تجھ سے اپنا کام نکال سکتے تھے' لیکن تجھ جیسے انسان کو دھوکہ
نہیں چاہا تھا۔ بس دل کے ہاتھوں مجبور ہو گئے۔ میں نے تجھ سے اپنی مجبوری کا ذکر کیا تھا۔"
"اوہ۔ یہ مجبوری تھی؟"
"ہاں۔ صرف یہ مجبوری تھی۔" میں نے جواب دیا۔
"لیکن۔" مکلینو نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہاں تو میں بھی مجبور ہوں میرے
نہیں مکلینو کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم کر لینا ضروری تھا۔"
"کیسی معلومات باس؟" میں نے سکون سے پوچھا۔
"پولیس اپنے بہت سے معاملات لے کر مکلینو کے پاس آتی ہے۔ اس کے عوض وہ
کے مفادات کی نگرانی بھی کرتی ہے اور اس کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔"
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے باس؟"
"اوہ۔ احمق ہو۔ تمہاری تصویریں بھی میرے پاس آ چکی ہیں۔ اس سلسلے میں پولیس افسر اعلیٰ کا
خط بھی آیا ہے۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔" مکلینو اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس نے ایک دیوار
تجوری کھولی اور اس میں کچھ تلاش کرنے لگا۔ پھر وہ مطلوبہ کاغذات لے کر ہمارے پاس پہنچ گیا۔
ویریں تھیں اور ایک پولیس لیٹر بھی۔ مکلینو نے غلط نہیں کہا تھا۔ خط میں اس سے ہمارے
تفصیلات بتا کر ہماری گرفتاری میں مدد دینے کی درخواست کی گئی تھی۔ میں نے خط پڑھنے کے بعد
ویریں مکلینو کے حوالے کر دیں۔
مکلینو ہماری شکلیں دیکھ رہا تھا۔ چند ساعت کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔ "اب بتاؤ' میں کیا

"ہم نے خود کو تم پر اس لیے ظاہر کیا ہے مکلینو کہ تم جیسے انسان سے ہم کوئی فریب نہیں کرنا
۔ باقی معاملات ہمارے ہیں۔"
"کیا مطلب؟" مکلینو نے کہا۔
"تم اگر چاہو تو ٹھیک ہے۔ ہمیں پولیس کے حوالے کر دو۔ تمہارا فرض پورا ہو جائے گا۔ ہم ان کے
نکلنے کی کوشش کریں گے۔"
"نکل سکو گے؟"
"پہلے کی رپورٹیں بھی تمہارے پاس ہوں گی۔"
"ہاں۔ میں تمہارے کارنامے سن چکا ہوں۔ لیکن معاملہ انٹرپول کا ہے۔ مقامی پولیس کی بات ہوتی
کسی بھی پولیس افسر کو بلا کر تمہیں اس کے حوالے کر دیتا اور پیچھے سے اپنے آدمی روانہ کر دیتا وہ

تمہیں آسانی سے چھڑا لاتے لیکن انٹرپول۔ تم سے اس قدر نقصان اٹھانے کے بعد ممکن ہے تمہیں گولی مار دی جائے۔ اس لیے۔ اس لیے یہ مناسب نہیں رہے گا۔"

"ہم کچھ نہیں جانتے مکلینو۔ اب جو کچھ ہے تمہارے سپرد ہے۔"

"بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے تم نے میرے اوپر۔"

"بادشاہوں کے کندھوں پر ہمیشہ بڑی ذمے داریاں آتی ہیں۔ چھوٹے موٹے کاموں کے لوگ ہوتے ہیں۔" میں نے اسے پالش کرتے ہوئے کہا۔

"بہرحال میں تمہاری دلیری کی داد دیتا ہوں۔"

"شکریہ باس!"

"پھر باس۔ احمق لوگو۔ میں تمہارے لیے کچھ کروں گا۔ کرنا ہی پڑے گا۔"

"کیا بادشاہ فراخدلی سے کام لے کر ہمیں اپنا فیصلہ بتا دے گا؟"

"فی الحال صرف اتنا کہ تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تمہاری ذمہ داری اب مکلینو پر ہے اور ہاں سنو' میک اپ کا سامان منگوا دیا جائے گا اپنا میک اپ بدل دو اور ساتھ ساتھ مت رہو"

"جو حکم چیف!" میں نے کہا اور مکلینو مسکرانے لگا۔

میک اپ کا سامان تو خود ہمارے پاس ہی تھا۔ ہم نے چہرے بدل لیے۔ مکلینو نے ا... میں ہمارے رہنے کا بندوبست کر دیا۔ سردارے کو اس نے ڈرائیور بنا لیا تھا اور میں اس عمارت سپروائزر۔ ہماری شکلیں مقامی لوگوں کی سی ہو گئی تھیں۔

سردارے اور میں اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ مکلینو ہمارے بارے میں سنجیدہ حقیقت ہمیں اس کی ذات سے کسی نقصان کا اندیشہ نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے کو دور سے ایک دوسرے کی خبرگیری رکھتے تھے لیکن ملاقات کے مواقع شاذونادر ہی ملتے تھے۔

ویسے یہاں ساری رنگینیاں موجود تھیں۔ سردارے کو بھی کوئی غم نہیں تھا۔ مکلینو تھا۔ جس جگہ جو چاہتا' کر سکتا تھا۔ ہر چیز مہیا ہو گئی تھی۔ ایمی ہمارے سامنے ہی مکلینو کے پا... اس نے ہمارے بارے میں پوچھا تو مکلینو نے حیرت کا اظہار کیا اور پھر کہا کہ وہ شاید اس سے بھاگ گئے۔ ایمی کی اداسی اس کے چہرے سے پڑھی جا سکتی تھی۔ بہرحال ان خطرناک حالات میں کی پرواہ کرنا حماقت تھی۔

مکلینو کے ساتھ ہمیں پانچواں دن تھا۔ یہ پانچوں دن بڑے سکون اور آرام سے گ... سارے عیش ہمارے لیے مہیا کر دیے گئے تھے۔ چھٹی رات کی بات ہے' مکلینو نے مجھے چل پڑا۔ سردارے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ مکلینو اسے گائڈ کرتا رہا اور ہم کافی دور نکل آئے شہر کے باہر تھی۔ ایک عمارت کے سامنے مکلینو نے گاڑی رکوا دی اور دو آدمی اس کے قریب انہوں نے ادب سے مکلینو کو سلام کیا تھا۔

"شنگ آ گیا؟" مکلینو نے پوچھا۔

"اس کا پیغام آیا ہے باس!" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا پیغام ہے؟"

"لے کر آ رہا ہے لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے تھوڑی دیر سے پہنچے گا۔"

"اوہ۔ گدھو۔ تم نے پہلے اطلاع کیوں نہیں دی؟" مکلینو دہاڑا۔

"اس کا پیغام ابھی ملا تھا جناب۔ فوراً" آپ سے رابطہ قائم کیا گیا لیکن جواب ملا کہ آپ چل پڑے ہیں۔"

"ہوں۔" مکلینو پُرخیال انداز میں بولا۔ "سارے پروگرام خراب ہو گئے۔" پھر وہ کئی منٹ سوچتا رہا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "اوکے۔ ریتو! سنو۔ تم واپس جاؤ۔ مجھے یہاں رکنا پڑے پروگرام وہ نہیں رہا' جو تھا۔ جیم! کیا تم اسی راستے سے واپس جا سکتے ہو؟"

"ضرور باس!"

"تب پھر جاؤ۔ میں صبح کو تم سے ملاقات کروں گا۔"

"اوکے باس۔" میں نے کہا اور ہم واپس چل پڑے۔ عمارت سے تھوڑی دور نکل آنے کے بعد نے ایک طویل سانس لی۔ سردارے شاید میرے بولنے کا انتظار ہی کر رہا تھا' وہ میری طرف متوجہ ہو گیا۔ پوری طرح اندازہ کر چکا ہوں استاد کہ اس گاڑی میں کوئی ٹرانسمیٹر وغیرہ نہیں ہے۔" اس نے کہا۔

"خوب!" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"تم سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا باس۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے سردارے۔ اگر ہوتی تو میں خود بھی کوشش کرتا۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔ یہاں کی زندگی بہت عمدہ ہے لیکن ظاہر ہے ہم زیادہ عرصہ تو یہاں نہیں رہ ..."

"میں سوچ رہا ہوں سردارے۔ ویسے مکلینو پوری طرح قبضے میں ہے وہ ہمارے خلاف نہیں ...گا۔"

"ہاں۔ مجھے بھی یقین ہے۔ اگر کوئی گڑبڑ ہونا ہوتی تو ہو چکی ہوتی۔"

"بہرحال سردارے' جیسے حالات پیدا ہو گئے ہیں' ان کے تحت ہمیں صبر سے کام لینا پڑے گا۔ یہی ...لو کہ خراب حالات کے تحت زندگی نہیں گزارنی پڑ رہی۔"

"ہاں۔ یہی غنیمت ہے۔ ویسے تمہارے ذہن میں ابھی کوئی پروگرام نہیں ہے باس۔"

"یہی بات ہے' ابھی تک نہیں۔" میں نے جواب دیا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ پھر وہ ایک دم ...پڑا۔

"ارے' کچھ محسوس کر رہے ہو استاد؟"

"کیا؟" میں چونک پڑا۔

"یہ روشنیاں زاویہ بدلے بغیر ہمارے پیچھے آ رہی ہیں اور میرا خیال ہے ان کے پیچھے بھی کوئی ..."

"تم نے غور نہیں کیا تھا۔ کتنی دیر سے محسوس کر رہے ہو۔؟"

"تھوڑی دیر پہلے سے۔"

"رفتار سست کر دو۔" میں نے کہا اور سردارے نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ دونوں گاڑیاں بدستور

چلتی رہیں اور ہمارے قریب پہنچنے لگیں۔ "پستول ہے سردارے؟"
"نہیں استاد۔" سردارے نے افسوس زدہ انداز میں کہا۔
"افسوس کی بات نہیں ہے۔ یہ حماقت مجھ سے بھی ہوئی ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"اب کیا کریں استاد؟"
"روک دو۔ کار روک دو اور نیچے اتر کر بونٹ دیکھو۔"
"اوکے۔" سردارے نے کہا اور گاڑی کو جھٹکے دینے لگا۔ پھر اس نے انجن بند کر دیا اور دروا
کر نیچے اتر گیا۔ پھر اس نے بونٹ اٹھالیا۔ دونوں گاڑیاں ہمارے قریب آکر رک گئیں اور ان سے
نیچے اتر آئے۔ لمبے لمبے قد والے جسیم آدمی تھے۔ ہم دونوں سیدھے ہو کر انہیں دیکھنے لگے۔
"کیا بات ہے' دوستو' ہم مدد کر سکتے ہیں؟" ان میں سے ایک آگے بڑھ کر بولا۔
"انجن اچانک جھٹکے لے کر بند ہو گیا ہے۔"
"اوہ! ٹائیڈ! ذرا دیکھو تو' انجن کو کیا ہو گیا ہے؟"
"رات میں ممکن نہیں ہے جناب۔ کیوں نہ ان شریف لوگوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر ان کی
چھوڑ دیا جائے۔" اس نے جواب دیا جس سے انجن دیکھنے کی فرمائش کی گئی تھی۔
"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" پہلے آدمی نے کہا اور پھر ہم سے بولا۔ "چلو دوستو۔ دن کی رو
واپس آکر تم اپنی گاڑی لے جا سکتے ہو۔"
"نہیں شکریہ۔ ہم گاڑی ٹھیک کر لیں گے۔"
"ارے کہاں رات میں تکلیف کرو گے میری جان۔ چلو جلدی کرو۔"
"کیا بکواس ہے؟" میں غرایا۔
"یوں بھی ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔ میں مقامی انٹرپول برانچ کا سربراہ گریڈر ہوں۔"
"تو پھر۔ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ ہمارے بارے میں کسی شبہے میں مبتلا ہو؟" میں نے کہا
"کچھ ایسی ہی بات ہے میری جان۔ آجاؤ۔ شاباش۔" وہ بہت اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہا
"یہ بات ہے تو چلو۔" میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر آمادگی کا اظہار کیا اور وہ کسی قدر مطمئن
لیکن دوسرے لمحے میرے اٹھے ہاتھ اس کے شانوں پر پڑے اور وہ چیخ پڑا۔ سردارے نے بھی اپ
کے آدمی کو دبوچ لیا تھا۔ میری گرفت میں دبا ہوا آدمی چیخا اور پھر مچھلی کی طرح پھسل گیا۔ لیکن وہ
سے نہ بچ سکا تھا۔ اسی وقت دو آدمی میری طرف لپکے اور میں نے ان کے سر آپس میں لڑا دیے۔
"خبردار! اگر تم نے حرکت کی تو میں تمہارے اس آدمی کو گولی مار دوں گا۔" سردارے غرایا
"پکڑ لو۔ سب مل کر پکڑ لو۔" وہ شخص غرایا جو میری لات سے نیچے گر پڑا تھا اور اب صورت
تھی کہ آٹھوں ہم پر پل پڑے تھے۔ سب کے سب لڑائی کے ماہر تھے اور جچے تلے انداز میں حم
تھے۔ لیکن اس وقت زندگی بچانے کا ایک ہی طریقہ تھا۔ ان پر ہر ضرب کاری پڑے تاکہ لڑنے
تعداد کم سے کم ہو جائے اور خود کو کسی ایک جگہ نہ ٹکایا جائے۔ یہ بات میں نے اردو میں سردار
کہہ دی۔
اور پھر ہمارے بدن میں بجلیاں کوندنے لگیں۔ زندگی بچانے کی جدوجہد تھی۔ اس

انی ہتھوڑے بن گئے تھے۔ ان میں سے چار لمبے ہو گئے اور باقی چار گھبرانے لگے۔ اب وہ بچ بچ کر لڑ
تھے۔ ایک پھر میرے ہاتھ لگ گیا اور میرے ایک ہاتھ نے اسے زمین چٹا دی۔
تینوں اب ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اب وہ لڑنے کے قابل نہ ہوں۔ تبھی
ں سے تیز روشنیاں ہمارے اوپر پڑیں اور پھر مکلینو کی آواز سنائی دی۔
"حیرت انگیز جیالو۔ حیرت انگیز۔ بنی! کیا تم اب بھی بخل سے کام لو گی۔ انہیں داد نہ دو گی۔" اور ہم
ارہ گئے لیکن معاملہ سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی اور میری حیرت بھی رفع ہو گئی۔ اس جنگ کے
ن میں نے کئی بار سوچا تھا کہ ان لوگوں نے پستول کیوں نہیں نکالے۔ ظاہر ہے دنیا کے اگر ان کا تعلق
ں اور انٹرپول سے تھا تو ان کے پاس پستول نہ ہونا ناممکن تھا اور ان کے پستول نہ استعمال کرنے پر مجھے
د حیرت تھی۔
مکلینو اور اس کی بیٹی ایک کار سے باہر آگئے۔ روشنیاں اب بھی قرب و جوار کے علاقے کو منور
ی تھیں۔
"بنی کے شیر دلو۔ کیا حال ہے؟" مکلینو نے دور کھڑے تینوں آدمیوں سے کہا۔
"ہم نے شکست مان لی ہے باس۔" وہ تینوں بیک وقت بولے۔
"اور آپ نے مس بنی؟" مکلینو نے پوچھا۔
"میں شرمندہ نہیں ہوں پپا! بہرحال اب یہ لوگ بھی تو ہمارے ہی ہیں۔" بنی نے مسکراتے
ے کہا اور ہم نے اسے پہلی بار مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ بڑی خوبصورت مسکراہٹ تھی۔
"لیکن تم نے مجھے ان کے سامنے شرمندہ کر دیا۔" مکلینو بولا۔
"ہم ان سے معذرت کیے لیتے ہیں پپا۔ مسٹر ریتو! اس ڈرامے کے لیے سوری۔ میں تمہاری
ا اور پھرتی کا اعتراف کرتی ہوں۔" اس نے کہا۔
"ان کو دیکھیے محترمہ' ایک آدھ مر بھی گیا ہو گا۔" میں نے فخریہ انداز میں کہا۔
"وہ ہماری ذمہ داری ہے' آپ کی نہیں۔" بنی بولی۔
"ٹھیک ہے مسٹر مکلینو' اب کیا حکم ہے؟" میں نے پوچھا۔
"کچھ نہیں میری جان۔ آؤ۔ پہلے تو تمہیں مناؤں گا' اس کے بعد دوسری باتیں کریں گے اور سنو تم
انہیں گاڑی میں بھر کر لاؤ۔ آؤ ریتو! کم آن۔"
اور ہم اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گئے۔ ڈرائیونگ بنی کر رہی تھی۔ ہم تینوں پچھلی سیٹ پر تھے۔ "
ل میں بنی کو مطمئن کرنا چاہتا تھا اور بس۔ میری درخواست ہے اب تم اس واقعے کو بھول جاؤ۔"
"بھول گئے جناب۔"
"تمہاری حیثیت اب میری نگاہوں میں بہت بڑی ہے۔ بنی تم سے واقف ہو چکی ہے لیکن اسے تم
ے کم نہ سمجھو۔ گروہ میں وہ دوسرے نمبر پر ہے۔"
"گروہ؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔
"کیا کام ہوتا ہے جناب؟"
"بہت کچھ' جس کا تم نے تصور نہیں کیا ہو گا۔"

"اوہ۔ پھر بھی۔ کچھ تو بتایئے؟"

"میرا گروہ آٹھ ہزار افراد پر مشتمل ہے' جو دنیا کے بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم
اسمگلنگ کرتے ہیں۔ ہر چیز کی۔ افریقہ کے بہت سے جزیرے صرف ہمارے بل پر چلتے ہیں۔ حکومتوں
لیے سازش کرتے ہیں اور اس کا معقول معاوضہ ملتا ہے۔ تمہارے سربراہ کا کیا نام تھا؟"

"غلام سیٹھ!"

"مر گیا بے چارہ۔ مجھے ضرور جانتا ہوگا۔ بہرحال تمہیں خوشی ہونی چاہیے ریتو کہ تم اب پہلے
زیادہ بڑے گروہ کے روح رواں ہو۔"

میں خاموش ہوگیا۔ ذہن پر ایک بار پھر جھنجلاہٹ طاری ہوگئی تھی۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا
اس وقت کی بات دوسری تھی جب میں غلام سیٹھ کے گروہ میں شامل ہوا تھا اور وہ بات پیدا بھی ہو سکتی
اس وقت میں خام لوہا تھا اور اب فولاد بن چکا تھا۔

لیکن مصلحت۔ مصلحت بھی طاقت برقرار رکھنے میں معاون ہوتی ہے۔

"کیا تم اب بھی اس ڈرامے سے ناراض ہو؟"

"نہیں باس۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بات ختم ہوگئی۔ شاید تم نے دیکھا ہو۔ ہم نے صرف
ہے' پٹے نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں اور مارا بھی ایسے لوگوں کو جن کے بارے میں بنی کا خیال تھا کہ ایک ایک دس دس پر
ہے۔ بہرحال اب اس موضوع کو ختم کرو اور ذہن سے ہر خیال نکال دو۔"

"نکال دیا باس۔ یقین کرو اب ذہن میں کوئی احساس نہیں ہے۔"

"فی الحال تمہیں بنی کی تحویل میں دیا جاتا ہے۔ تم اس کے محافظ رہو گے۔ بنی جلد ہی مل
یہاں سے نکلے گی' تم اس کا ساتھ دو گے۔ میں طویل عرصے کے بعد کسی پر اس قدر اعتماد کر رہا ہوں۔
تمہاری شخصیت کا اعتراف ہے۔"

میں نے ذہن میں سنسنی محسوس کی تھی۔ وہ کام خود بخود ہو رہا تھا جس کے لیے اتنے پاپڑ بیلے
ہم واپس پہنچ گئے اور پھر بقیہ رات آرام کیا۔ خصوصی طور سے اس بارے میں کوئی بات
تھی۔ سردارے نے کچھ بولنے کی کوشش بھی کی لیکن میں نے اسے منع کر دیا۔ ممکن ہے ہماری گفتگو
کوشش کی جائے۔ بہرحال ان کے ذہن میں تجسس ضرور تھا۔

دوسرے دن کے معمولات میں صرف اس قدر تبدیلی ہوئی کہ بنی ناشتے پر ہمارے ساتھ موجود
اور اس کے خوبصورت چہرے پر جو غرور کی لکیریں ہوتی تھیں' وہ اس وقت نظر نہیں آ رہی تھیں
پورے ناشتے کے دوران اس نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ ہاں ناشتے کے بعد وہ بولی۔

"مسٹر ریتو! براہ کرم تھوڑی دیر کے بعد آپ میرے کمرے میں آجائیں۔"

"بہتر ہے۔" میں نے ادب سے جواب دیا۔

اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں اس کمرے میں جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ سردارے موجود
کام بنتا نظر آ رہا ہے۔ باس۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"ہاں!"

"لڑکی کافی خوبصورت ہے۔ تمہاری قسمت بھی خوب ہے باس۔ یوں لگتا ہے جیسے سارے نگینے
ری قسمت میں جڑنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔"

"فضول آدمی!" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تم اس کام کی بات کر رہے تھے؟"

"تو اور کیا۔ تم کیا سوچ رہے تھے؟"

"میرا خیال تھا کہ تم یہاں سے نکل جانے کی سبیل پر خوش ہو۔"

"یہ بھی ہے باس مگر اب تو ہم۔"

"غلامانہ سوچ ذہن سے نکال دو سردارے۔ اب میں خود ایک گروہ ہوں۔ نہ غلام سیٹھ جیسا انسان
ار ل سکتا ہے نہ میں کسی کا محکوم ہو سکتا ہوں۔"

"اوئے جیو نوازے! اسی کسی دے نوکر بن وی نئیں سکدے۔" سردارے سینہ تان کر بولا۔

"بس بس۔ زیادہ نہ اکڑو' ٹوٹ جاؤ گے۔" میں نے اس کے گال پر پیار سے چپت لگاتے ہوئے کہا
ر پھر میں اپنی زبردستی کی باس کے پاس چل دیا۔

بنی ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی گود میں سفید بلی اونگھ رہی تھی اور اس کے انداز میں
ل نخوت تھی۔ اس نے سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور مجھے ایسی لڑکیوں یا عورتوں سے سخت چڑ ہوتی
ل۔ مقصد یہ نہیں کہ سب مجھے دیکھ کر متاثر ہو جائیں لیکن اس بات کا اظہار کیا ضروری ہے کہ ہم تمہیں
کھ نہیں سمجھتے۔

میں نے خود کو فوراً سنبھال لیا لیکن دل ہی دل میں کہا' مس بنی! ابھی آپ کو دنیا میں آئے چند روز
ہوئے ہیں اور بلاشبہ سینی ٹورا آپ سے کہیں آگے کی چیز تھی لیکن......

"بیٹھو۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"شکریہ مس بنی!"

"یہ تمہارے لیے اعزاز ہے ورنہ مکلینو کے علاوہ کسی اور کو میرے برابر بیٹھنے کی جرات نہیں
ولی۔"

"شکریہ مس بنی!" میں نے اسی انداز میں کہا۔

"میں باس کہلوانا پسند کرتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"رائٹ باس!" میں نے جواب دیا۔

"چند ضروری باتوں کی وضاحت کرنے کے لیے میں نے تمہیں بلایا ہے۔ میں کام میں بے تکلفی
پسند نہیں کرتی۔ اگر تم ذہین ہو تب بھی میں اپنے احکامات کی تعمیل ہی چاہتی ہوں۔ میرا مطلب ہے کوئی کام
اپنی مرضی سے کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"یس باس!"

"معاوضے وغیرہ کے بارے میں کبھی مت سوچنا۔ جتنی رقم کی ضرورت ہو خرچ کر سکتے ہو۔ تمہیں
معقول کمیشن بھی ملے گا۔"

"لیس باس!" میں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی لیکن میرا چہرہ سپاٹ تھا
اس لیے اندازہ نہ کر سکی کہ میرا موڈ کیا ہے۔

"ہمارا اسپلائی ٹور سویڈن کا ہے۔ ہم وہاں آرڈر سپلائی کریں گے۔ تم سفر کی تیاریاں کرلو۔"

"مجھے کیا تیاریاں کرنا ہیں مادام؟"

"بس ضروری اور ہاں' میں تمہارا اصلی چہرہ دیکھنا چاہتی ہوں۔" میں نے خاموشی سے پلاسٹک ناک چہرے سے اتار دی۔ اس نے نہایت اچٹتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بولی۔ "ٹھیک ہے شکریہ!"

"اجازت باس؟"

"ہاں۔ اپنے ساتھی کو بھی میرے بارے میں سمجھا دینا۔ جس میک اپ میں چاہو تصویر اترو پاسپورٹ وغیرہ تیار ہو جائیں گے۔"

"اوکے باس!" میں نے جواب دیا اور پھر میں کمرے سے نکل آیا۔ دل ہی دل میں' میں نے بے مکلینو کی بدبختی پر مہر لگا دی تھی۔

☆ ☆ ☆

ساری تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں۔ ہماری احمق باس ضرورت سے زیادہ خوش فہمی کی شکار تھی اس نے اپنی نگرانی میں تمام تیاریاں کی تھیں' یہاں تک کہ ہمارے میک اپ کے سلسلے میں بھی اس ہدایات دی تھیں۔ بہرحال' ہم نے اس کی ساری ہدایات قبول کی تھیں۔ میں نے سردارے پر اپنی نیت کر دی تھی۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ میں اب کسی گروہ کا آلہ کار بننے کے لیے تو تیار نہیں ہوں اپنے طور پر زندہ رہیں گے۔ غلام سیٹھ کی اور بات تھی۔ اس نے زندگی کے ایسے موڑ پر میرا ہاتھ تھا جب میں خود کو مردہ تصور کر چکا تھا۔ یہ کہا جائے تو غیر مناسب نہیں ہوگا کہ اس نے میرے مردہ جسم میں روح پھونکی تھی۔ یہ نئی زندگی جیسی بھی تھی بہرحال غلام سیٹھ کا اس پر پورا پورا حق تھا۔ اب اس کی م کے بعد ایک آوارہ روح باقی رہ گئی تھی جو کسی دوسرے کے تابع نہیں ہو سکتی تھی۔ میری فطرت غلامانہ تھی اس لیے اب مکلینو جیسے لوگ بھی مجھے غلام نہیں بنا سکتے تھے۔ میں نے اپنے طور پر کچھ فیصلے کر تھے اور انہی پر عمل کرنے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔ ویسے ہم یہاں عیش کر رہے تھے۔ مکلینو ہ اوپر سے بے حد مہربان تھا اس لیے اس نے اپنے لوگوں کو ہدایت کر دی تھی کہ ہماری طلب کردہ ہر چیز مہیا کی جائے خواہ وہ خوبصورت عورتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ میں نے بھی کوئی تکلف نہیں کیا تھا' چنانچہ سردارے یہاں بھی پھسل گیا تھا اور ایک صبح ناشتہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "اس مکلینو کے پاس انڈور کام ہوں گے استاد!"

"کیا مطلب؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ مم۔ میرا مطلب ہے باس یہاں ہمیں کسی قسم کی تکلیف تو ہے نہیں۔ کیوں نہ ہم اس درخواست کریں کہ ہمیں اپنے قدموں میں پڑا رہنے دے۔ سچی بات ہے استاد بڑی خوبصورت لڑکیاں جسے دیکھو آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ ایک سے ایک حسین' ایک سے ایک۔۔۔۔" سردارے ایک دم پڑا۔ میں نے سامنے رکھا پانی کا جگ اس کے سر پر الٹ دیا تھا۔ خاصی خنکی تھی۔ سردارے بری طرح بھ تھا۔ اس کی آنکھیں اور منہ کھلا رہ گیا تھا۔ پھر وہ منہ سے پھو پھو کرنے لگا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ

لیا ہے۔ میں اسے بدستور گھور رہا تھا۔

"میرا خیال ہے اب تم اپنے الفاظ پر غور کرو۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کر رہا ہوں۔ کر رہا ہوں چیف۔ واقعی کچھ غلط بول گیا۔" سردارے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا' پھر التجا آمیز لہجے میں کہنے لگا۔ "درحقیقت غلطی ہو گئی باس' رات اس کم بخت نے پلا دی تھی۔ میرا خیال ہے ابھی تک کچھ جھونک میں ہوں۔"

"ٹھنڈا پانی اور منگواؤں؟" میں نے پوچھا اور سردارے کے بدن میں کپکپی دوڑ گئی۔ اس نے جلدی سے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے اور بولا۔ "ارے اس کی کیا ضرورت ہے باس۔ میرا خیال ہے اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم کوئی سوال کر کے دیکھو۔" آخر میں اس نے دانت نکال دیئے اور مجھے ہنسی آگئی۔ پھر میں نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "میں نے اکثر محسوس کیا ہے کہ عورتوں کی معیت میں تم کچھ گھامڑ ہو جاتے ہو۔ یہ بات کسی وقت نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔ میرا خیال ہے پینے کے سلسلے میں احتیاط رکھا کرو۔"

"آیندہ پوری پوری احتیاط کروں گا چیف بالکل اطمینان رکھو ویسے کوئی ایسی ویسی بات تو شاید مرتے وقت بھی میرے منہ سے نہیں نکلے گی۔ بہرحال آیندہ احتیاط رکھوں گا۔ لباس تبدیل کرنے کی اجازت ہے؟"

"ناشتہ تو کر لو۔ اب ایسی سردی بھی نہیں ہے کہ تم اتنا سا پانی بھی برداشت نہ کر سکو۔" میں نے کہا اور سردارے سعادت مندی سے ناشتہ کرنے لگا۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر ایک ملازم دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ مس بینی نے کہا ہے جناب' ناشتے کے بعد آپ ان کے کمرے میں پہنچ جائیں۔" اور میں نے گردن ہلا دی۔ ملازم باہر چلا گیا۔ تب سردارے نے میری طرف دیکھا۔ "ایک بات پوچھنے کی اجازت ہے باس؟" اور میں سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ "تم اس لڑکی کے ساتھ بڑی نرمی برت رہے ہو۔"

"تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"چھوٹا منہ بڑی بات ہو گی استاد۔" سردارے نے کہا۔ "میرا خیال ہے لڑکی زیادہ ہی پسند آگئی ہے ورنہ بینی ٹورا جیسی خطرناک عورتوں کو تم نے چٹکیوں میں اڑایا ہے۔ یہ کیا حیثیت رکھتی ہے۔"

"وہ بھی بڑی حیثیت رکھتی ہے سردارے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اس وقت یہاں سے نکلنا ہمارے لیے سب سے بڑا کام ہے اور وہ اس سلسلے میں ہماری معاون ہو گی۔"

"بس اتنی ہی بات ہے استاد؟" سردارے نے شرارت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بقول تمہارے وہ خوبصورت بھی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے بھی مسکرا

تو کچھ کام بن رہا ہے استاد؟" اس نے رازدارانہ انداز میں پوچھا اور میں نے برا سا منہ بنایا۔

"اتر آئے اسکول کے لڑکوں کی سی باتوں پر۔"

"اوہ' ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے استاد۔ بہرحال مجھے معاف کرنا ہے کافی خوبصورت' اگر تمہارا خیال نہ ہوتا۔۔۔" سردارے نے یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے کرسی پیچھے کھسکائی تھی۔ میں اسے گھورنے لگا۔

"اگر وہ مکلینو کی لڑکی نہ ہوتی تو تمہیں ضرور اجازت دے دیتا لیکن ذرا بھی گڑبڑ ہوئی تو کام بگڑ

جائے گا اس لیے فی الحال تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔ ہاں یہاں سے نکلنے کے بعد تمہیں اجازت ہوگی۔"

"ارے توبہ توبہ استاد۔ تم تو مذاق کی باتوں کو بھی سچ سمجھنے لگتے ہو' مجھے ہری مرچیں کھانے کا شوق نہیں ہے۔" سردارے کانوں کو ہاتھ لگا کر کھڑا ہو گیا اور میں بھی ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہو گیا۔

"بہرحال سردارے' لڑکی کی فطرت کو تم بخوبی سمجھ گئے ہو گے۔ مکلینو اتنے بڑے گروہ کا سربراہ ہے اور وہ اس کی اکلوتی بیٹی۔ اس کا دماغ جس قدر خراب نہ ہو کم ہے۔ ہمیں بہرحال یہاں تو اس کا خیال رکھنا ہی ہو گا۔ وہ خوشامد پسند ہے۔ ہاں مکلینوں سے اس بارے میں تھوڑی بہت گفتگو کروں گا لیکن لڑکی کے سامنے تم خود بھی محتاط رہنا۔"

"سمجھ گیا ہوں باس' تم بے فکر رہو۔" سردارے نے کہا اور میں ہنس پڑا۔ "کیوں؟" سردارے نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "کچھ غلطی ہو گئی مجھ سے؟" اس نے پوچھا۔

"تم تو یہیں بہکنے لگے۔" میں نے جواب دیا۔ "ارے بھائی' باس تو وہ ہے۔ تم اس کے سامنے باس نہیں کہو گے۔"

"بہت سخت امتحان ہے۔" سردارے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا۔ "کسی خوبصورت لڑکی کو باس کہنا کتنا مشکل کام ہے۔ ارے یہ نرم و نازک تتلیاں تو بس بستر میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ ہونہہ باس۔" سردارے منہ ٹیڑھا کر کے بولا اور میں نے اسے دھکا دیا اور خود بھی دروازے سے باہر نکل آیا۔ "لباس تبدیل کر لینے دیں باس۔ مم۔ میرا مطلب ہے استاد۔" سردارے نے کہا لیکن میں نے اس کی اجازت دی۔

"اتنے زیادہ خراب بھی نہیں ہوئے کہ تم انہیں بدلتے پھرو۔" میں نے کہا اور سردارے نے شانے ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم بنی کے کمرے کے دروازے پر تھے۔ اندر داخل ہونے کے لیے میں نے اجازت طلب کی تھی۔ "آجاؤ۔" بنی کی آواز سنائی دی اور ہم دونوں بڑی شائستگی سے اندر داخل ہو گئے۔ بنی اس نخوت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ بلی بدستور اس کی گود میں اونگھ رہی تھی اور اس کا ہاتھ آہستہ آہستہ اس پر رینگ رہا تھا۔ خلاف توقع اس کے چہرے پر اس وقت وہ فرعونیت نہیں تھی' جو عموماً رہتی تھی۔ اس نے نرم نگاہوں سے ہمیں اور پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔ "تم لوگ عمدہ موسیقار ہو۔ میں چاہتی ہوں تمہارے ساز بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"نہیں باس!" میں نے ادب سے جواب دیا۔

"بس تو آج تیاریاں مکمل کر لو۔ ہم آج رات روانہ ہو رہے ہیں۔ ساری تیاریاں مکمل ہیں۔" اس نے اطلاع دی اور ہم دونوں نے گردن ہلا دی۔

"ہم تیار ہیں باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔

"شکریہ! میں صرف ان لوگوں کے لیے سخت ہوں جو خود کو کچھ سمجھنے کے عادی ہوں۔ میرا خیال ہے تمہیں بھی مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ میں نے تمہیں عمدہ انسان پایا ہے۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"الو کی پٹھی!" سردارے آہستہ سے اردو میں بولا لیکن بنی نے اس کی آواز سن لی اور بھنویں اچکا کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم نے کسی نامانوس زبان میں کچھ کہا ہے جیم؟"

"یس باس! وہ آپ کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ کسی ایسی زبان میں بات کی جائے جو میری سمجھ میں نہ آسکے۔" اس نے تیوریاں چڑھا کر کہا۔

"میرے ہاتھ ایک ہفتے کے لیے بھی لگ جائے تو تجھے ایسا ٹھیک کر دوں کہ زندگی بھر یاد رکھے۔ چکی نہ پسوا دی تو سردارے نام نہیں۔" سردارے نے پھر کہا اور میں نے بوکھلا کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر بنی کی طرف اور پھر میں نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"اس پر توجہ نہ دیں باس۔ اس کی یہ عادت ترک نہیں ہو سکتی۔ غیر اختیاری طور پر یہ اپنی زبان بول جاتا ہے۔ یہ خود بھی اس کے لیے معذرت کر رہا ہے۔"

"میری موجودگی میں ذہن پر پورا اختیار رکھا جائے۔ بس میں نے یہی اطلاع دینے کے لیے تمہیں بلایا تھا' جا سکتے ہو اور ہاں دن میں سونا چاہو تو سو سکتے ہو' رات کو جاگنا ہو گا۔ رات کے کسی بھی حصے میں روانگی ہو سکتی ہے' تمہیں مستعد رہنا ہو گا۔"

"اوکے باس۔" میں نے جواب دیا اور پھر گھور کر سردارے کی طرف دیکھا' جس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تھا لیکن اس کے کچھ بولنے سے قبل ہی میں اسے باہر نکال لایا اور پھر میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیوں کام بگاڑنے پر تل گیا ہے سردارے' کیا تھوڑا سا صبر نہیں کر سکتا؟"

"اب سالی کو اردو میں بھی گالیاں نہیں دی جا سکتیں۔ بڑی مشکل ہے استاد۔ خیر خود پر قابو پانے کی کوشش کروں گا لیکن ایک وعدہ کرنا ہو گا' وہ یہ کہ یہاں سے نکلنے کے بعد تم مجھے اس سے انتقام لینے کی اجازت دے دو گے۔"

"وہ دے چکا ہوں لیکن یہاں خود پر قابو رکھو۔" اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے سردارے کو تو زبردستی سلا دیا۔ ظاہر ہے رات کو جاگنا ضروری تھا اور سردارے کو اگر نیند نے ستایا تو وہ سب کچھ بھول سکتا تھا اور بہرحال یہ اس وقت کسی طور ممکن نہیں تھا۔ سردارے سو گیا تو میں باہر نکل آیا اور میں نے مکلینو کو تلاش کیا۔ ایک ملازم سے مکلینو کے بارے میں معلوم کیا اور اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ مکلینو نے تپاک سے میرا خیر مقدم کیا تھا۔

"ہیلو ریتو! کیسے ہو۔ یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل نہیں بگ باس۔ ہم یہاں شہزادوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور مکلینو بھی مسکرانے لگا۔

"مکلینو کی آنکھوں کے تارے شہزادوں سے زیادہ با اختیار ہوتے ہیں۔ تم دیکھو گے ریتو کہ کسی بھی ملک میں تم بے اختیار نہ ہو گے۔" اس نے کہا اور میں نے بڑے زور شور سے گردن ہلا دی۔

"مجھے اپنی خوش بختی پر ناز ہے باس۔ مس بنی نے ابھی تھوڑی دیر قبل ہم دونوں کو بلایا تھا۔"

"اوہ۔ ہاں شاید اس کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ یہی اطلاع دینے کے لیے اس نے تمہیں طلب کیا ہو گا۔ کب روانہ ہو رہے ہو؟" مکلینو نے پوچھا۔

"ان کے حکم کے مطابق شاید آج رات۔" میں نے جواب دیا۔

"بالکل ٹھیک۔ غالباً پہلی لانچ سویڈن جا رہی ہے؟"

"ہاں باس! مس بنی کا یہی کہنا ہے۔"

"اوکے ریتو۔ تم دیکھو گے' میرے ساتھ شامل ہو کر تمہیں کتنا فائدہ ہے۔ میرے گروہ میں تم حد خوش رہو گے۔"

"مجھے یقین ہے باس! لیکن اس کے ساتھ کچھ سوالات پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"ہاں۔ پوچھو۔"

"مس بنی ابھی بہت چھوٹی عمر کی مالک ہیں۔ میں تو اس گروہ میں نیا شامل ہوا ہوں اور چونکہ گروہ سے مخلص اور اس کا وفادار ہوں اس لیے یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں' کیا مس بنی کی ہدایات ا ہوتی ہیں؟"

"ہوں!" مکلینو نے اس سوال پر کافی سنجیدگی سے غور کیا۔ وہ دیر تک ٹھوڑی کھجاتا رہا بولا۔ "دراصل بنی بے حد ذہین لڑکی ہے۔ میں نے اپنے گروہ میں مختلف شعبے بنا رکھے ہیں۔ ہر شعبے انچارج الگ الگ ہیں۔ اسمگلنگ کے نزدیک اور دور کے شعبوں کے دو انچارج ہیں۔ ایک بنی' ا ہوریشو۔ ہوریشو ایک افریقی ہے اور نیروبی میں ہی رہتا ہے لیکن بے شمار ممالک میں اس کے اختیارات قرب و جوار کے علاقے بنی کے سپرد ہیں لیکن در پردہ ہوریشو اور اس کے لوگ ہمارے مفادات کی کرتے ہیں۔ ہاں انہیں ہدایات ہیں کہ بنی کے معاملات میں آڑے نہ آئیں اور اس پر ظاہر نہ ہونے د وہ بنی کے لیے کسی اور کی ہدایات کے تحت کام کر رہے ہیں لیکن بگڑے ہوئے معاملات پر ہوریشو رہتی ہے۔ تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے؟"

"ابھی نہیں سمجھا باس۔" میں نے عاجزی سے کہا۔

"اوہ۔ یوں سمجھو کہ بنی پر میں بھی یہ بات نہیں ظاہر کرنا چاہتا کہ وہ اپنے معاملات میں خ نہیں ہے لیکن اس کے بگاڑے ہوئے کام ہوریشو سنبھالتا ہے اور اس پر یہی ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ اس کی ذہانت سے ہوا ہے۔"

"اب سمجھ گیا باس!"

"شادی کی ہے کبھی؟" مکلینو نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

"کبھی نہیں کی باس!" میں نے بے چارگی سے کہا لیکن مکلینو نے اس بات پر توجہ تھی۔ وہ گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

"تب نہیں سمجھو گے کہ دنیا کا سخت سے سخت انسان بھی اولاد کے معاملے میں کدھا ہوتا کی ماں بھی مر چکی ہے اور وہ بے حد حساس لڑکی ہے۔ میں کسی معاملے میں اسے رنجیدہ نہیں دیکھ سکتا

"اب تو بالکل سمجھ گیا باس!" میں نے زور شور سے گردن ہلائی۔

"لیکن کیوں۔ یہ سوالات تم نے کیوں کیے تھے؟" اچانک مکلینو کو خیال آگیا۔

"مس بنی نے مجھے بلایا تھا۔ انہوں نے ہمیں کچھ ہدایات دیں اور یہ بھی کہا کہ وہ ہر حال احکامات کی پابندی چاہتی ہیں۔ ان معاملات کا تھوڑا بہت تجربہ مجھے بھی ہے۔ میں صرف باس سے کرنا چاہتا تھا کہ کیا مس بنی کی باتوں پر آنکھیں بند کر کے عمل کیا جا سکتا ہے یا کسی مخصوص ضرو

بھی کچھ کیا جا سکتا ہے؟" میں نے کہا اور مکلینو گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"مجھے تمہارے سوال کی اہمیت کا احساس ہے اور میں اس بارے میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔" نے کہا اور پھر اس نے دیوار میں لگا ایک بٹن دبا دیا۔ چند ساعت کے بعد درمیانی عمر کی ایک عورت اندر آگئی۔ "مس ہارپن! گرین اسٹورز سے ایک لانگ تھری منگوا دو۔ تین منٹ کے اندر پاس پہنچ جانا چاہیے۔"

"یس کنگ!" عورت نے ادب سے گردن جھکائی اور الٹے قدموں واپس چلی گئی۔

"ہارپن تمہیں اس کے استعمال کا طریقہ سمجھا دے گی۔ لانگ تھری کا ٹرانسمیٹر لامحدود رینج رکھتا چھوٹا سا لیکن انتہائی طاقتور ٹرانسمیٹر ہے۔ اس پر تم ہوریشو سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ ان حالات میں محسوس کرو کہ بنی نے کوئی غلط قدم اٹھایا ہے اور اس کے اقدام سے کوئی خطرناک صورت حال پیش ہے لیکن بنی کو اس بات کا احساس نہیں ہونا چاہیے۔ اسے اس ٹرانسمیٹر کے بارے میں کوئی پتہ نہ چل اس ٹرانسمیٹر کو رکھنے کے بعد تم بلیک اسٹارز میں شمار ہو جاؤ گے۔ ٹرانسمیٹر پر کوڈ بلیک اسٹار دو گے۔ ہاں گروہ میں افراد کے رینک ہیں۔ بلیک اسٹار اسے ملتا ہے جو پورے تین سال تک بغیر کسی غلطی کے انجام دیتا ہے۔ اگر اس پورے عرصے میں کبھی اس سے کوئی ایسی غلط ہوئی ہو جس کی وجہ سے کوئی ہو یا کوئی خطرہ پیش آجائے تو پھر اسے بلیک اسٹار نہیں ملتا اور مزید تین سال اس کی تربیت کی جاتی تم گروہ کے پہلے خوش نصیب ہو جس نے کسی کام کی ابتدا سے پہلے یہ اعزاز حاصل کر لیا ہے۔"

"میں شکر گزار ہوں باس!"

"لیکن میں نے بھی خود کو مطمئن کر لیا ہے اور جس وقت تمہارا فائل بنے گا تو اس میں تمہارے میں تفصیلات ہوں گی کہ تم طویل عرصے تک ایک بڑے گروہ سے منسلک رہے ہو اس لیے تمہارا تجربہ ہے۔ اس کے علاوہ تم انٹرپول کو چکر دے چکے ہو۔ تمہاری یہ کوالیفیکیشن تمہیں بلیک اسٹار کا ٹھہرائے گی اور سنو' تین سال گزارنے کے بعد ممکن ہے تم گرین اسٹار کے مالک بن جاؤ۔"

"گرین اسٹار؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بلیک اسٹار دیتے وقت ہارپن تمہیں ان عہدوں کے بارے میں تفصیلات بتا دے گی۔" مکلینو مالور میں کھڑا ہو گیا۔

"اوکے باس! مجھے اجازت!" میں نے کہا اور مکلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے یقین ہے کہ تم گرین اسٹار بھی کسی خصوصی واقعے کی وجہ سے بہت جلد حاصل کر لو گے۔ تم یک لمحے میں اندازہ لگا لیا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ دراصل مجھے کچھ کاروباری گفتگو کرنی ہے۔"

"شکریہ باس!" میں نے کہا اور مکلینو کے کمرے سے نکل آیا۔ میرے ذہن میں بہت سے شتے۔ میں انہی خیالات میں الجھا اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ سردارے گھوڑے بیچ کر سویا ہوا تھا۔ یک آرام کرسی میں دراز ہو گیا اور پھر ان حالات کے بارے میں سوچنے لگا۔ مکلینو بظاہر برا انسان تھا۔ میرے ساتھ اس نے اچھا سلوک کیا تھا اور اس کے گروہ کا پھیلاؤ بھی کافی تھا۔ اس نے جو کچھ بتایا ر درست تھا تو ایک لحاظ سے اسے غلام سیٹھ کے گروہ سے بھی بڑا گروہ سمجھا جا سکتا تھا لیکن میں اپنے اس گروہ میں شامل ہونے کو مناسب نہیں سمجھ رہا تھا۔ میں خود کو تیار ہی نہیں پا رہا تھا۔ ساری زندگی

اس انداز میں گذارنے کی کیا ضرورت تھی۔ غلام سیٹھ کے گروہ کی دوسری بات تھی' بلکہ غلام بر دوسری بات تھی۔ اس نے تو مجھے تشکیل کیا تھا۔ اس نے تو میری زندگی بچا کر مجھے یہ نیا روپ دیا تھا اور ا روپ اس قدر مضبوط ہو گیا تھا کہ مجھے کسی نئے رنگ کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اپنے آپ میں ایک انسان تھا۔ یہاں سے نکلنے کے لیے مجھے مکلینو کا سہارا لینا پڑا تھا لیکن دوسرے حالات میں دوسرے حالات میں مجھے اب سہاروں کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر سکون چاہتا' ٹھہراؤ چاہتا تو سوئٹز میں میرے نام ایک بڑی دولت جمع تھی۔ یہ غلام سیٹھ کی ذہانت تھی کہ اس نے اس کام میں کوتاہی تھی۔ میں دولت نکالتا اور ایک نئے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر سکتا تھا۔ ساری زندگی عیش و سے گذر سکتی تھی لیکن اگر اس دولت کا سہارا نہ بھی لوں اور متحرک زندگی گذارنا چاہوں تو وہ بھی اب لیے مشکل نہیں تھا۔ غلام سیٹھ نے مجھے مطلق العنان قرار دیا تھا۔ خود اس کے احکامات بھی میرے ل ہوتے تھے جنہیں دوستانہ رنگ دیا جا سکتا تھا۔ اس نے قدم قدم پر میری ہمت افزائی کی تھی' اس کے مکلینوں کے گروہ میں' میں ابھی بلیک اسٹار ہی تھا اور مجھے بہت سے لوگوں کی اطاعت کرنی تھی بات میری فطرت سے میل کھا سکے گی؟ میں نے خود سے سوال کیا اور اندر سے نہایت سختی سے نفی میں ابھرا۔ تب میں نے خود کو مطمئن پایا۔ میں زندگی پر جمود نہیں چاہتا۔ رواں دواں زندگی ہی زندگی کا دلاتی ہے۔ یہی زندگی جاری رہے گی لیکن دوسرے انداز میں' اس پر اب کسی کا تسلط ناقابل قبول ہو دولت کی ہوس نہیں ہے' دولت کی ضرورت ہو تو بہت کچھ ہے۔ مجھے تحفظ بھی نہیں چاہیے میں خو تسخیر ہوں۔ اگر مکلینو بھی دشمن بن جاتا ہے تو کیا فرق پڑے گا۔ دشمنوں کی تعداد کون سی کم ہے پر کوئی بوجھ ناقابل برداشت ہے۔ قطعی نہیں۔ میں نے فیصلہ کر لیا اور نہ جانے کیوں ساری دنیا پر غ لگا۔ سب کچھ فضول ہے۔ کسی سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ سب کچھ وقت پر قبول کرو اور اس ساتھ کہ اگر تم انہیں دھوکا نہیں دو گے تو وہ تمہیں ضرور دھوکا دیں گے۔ دھوکا' فریب بے حد ضرور ساری دنیا کو دھوکا دو' وہ تمہاری عزت کرے گی۔ ذہن پر بھی عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ کتنی دیر گذری۔ تب دروازے پر دستک ہوئی۔ اور پھر آواز آئی۔ "مسٹر ریتو!" اور میں نے یہ آ لی۔ مس ہارپن تھی۔

"آ جاؤ۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور وہ اندر آ گئی۔ پھر سردارے کو دیکھ کر چونک پھر اس نے میری طرف دیکھا۔

"آپ کے ساتھی سو رہے ہیں شاید' لیکن پھر بھی' اگر آپ پسند کریں مسٹر ریتو تو میرے کم چلیں۔"

"کیوں؟" میں نے کھردرے لہجے میں پوچھا۔

"وہ۔ دراصل یہاں پر گفتگو کرنا قطعی غیر مناسب ہو گا۔ اس سلسلے میں سختی سے ہدایات ہ

"لیکن وہ سو رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کے باوجود ـــــــ میری درخواست ہے مسٹر ریتو' براہ کرم۔" اس نے التجا آمیز اور میں اپنے گرم ذہن پر قابو پانے لگا۔ پھر میں خاموشی سے اٹھا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ذ زیادہ اچھی نہیں تھی۔ میں نے اسے اعتدال پر لانے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں سوچنا شروع کر د

نگاہ ہارپن پر آ ٹکی۔ وہ میرے ساتھ چل رہی تھی ـــــــ مس ہارپن۔ میں نے سوچا۔ اس عورت کی ں سال سے کم نہ ہو گی۔ پھر یہ مس کیوں ہے۔ اوہ۔ اگر یہ مس نہ ہوتی تو اس کی چال میں یہ دلکشی نہ ۔ ارے ہاں۔ اس کی چال تو خوب ہے۔ واقعی بہت عمدہ لگ رہی تھی۔ اس کی پتلی کمر اور چوڑے ے۔ کولہوں کے ابھار اور ان کی بلنت۔ ذہن بدلنے میں کافی معاون ثابت ہوئی اور جب میں اس کے اس کے کمرے میں داخل ہوا تو میری ذہنی کیفیت کافی اعتدال پر آ گئی تھی۔

"سوری مسٹر ریتو! شاید آپ کو یہاں آنا پسند نہیں تھا۔" اس نے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑا کر اس کی خوبصورت خواب گاہ کا جائزہ لیا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں مس ہارپن۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ کی خواب گاہ اس قدر حسین ہو "

"اوہ۔ شکریہ! تشریف رکھیے۔" اس نے مسکراتے ہوئے مجھے اشارہ کیا اور میں ایک آرام کرسی ھنس گیا۔ "دراصل ہمیں سختی سے ہدایات ہیں کہ کسی اہم معاملے کو دوسروں کے سامنے نہ لائیں۔ جانتی ہوں مسٹر جیم آپ کے دوست' آپ کے ہم وطن ہیں لیکن ہمیں سختی سے ہدایات کی پابندی کرنے ایت ہے اور میں آپ سے بھی درخواست کروں گی' کہ اہم معاملات کو خود تک ہی رہنے دیں۔ مسٹر ینو ان معاملات میں بے حد سخت ہیں۔ اگر انہیں احساس ہو جائے کہ کسی نے ان کی بات کو اہمیت دی ہے تو پھر وہ اسے قابل معافی نہیں سمجھتے' خواہ وہ ان کے کتنا ہی قریب ہو۔ آپ میرا مطلب سمجھ ہوں گے؟"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس مسکراہٹ سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ میں مکلینو ں قدر اہم سمجھتا ہوں۔ ہارپن نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر غیر اختیاری طور پر کمرے میں ں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"میں آپ سے ایک سوال کروں مس ہارپن؟" میں نے کہا۔

"ضرور ـــــــ ضرور ـــــــ" وہ جلدی سے بولی۔

"آپ ابھی تک مس کیوں ہیں؟ آپ نے شادی کیوں نہیں کی ـــــــ؟" ہارپن کے لیے یہ قطعی غیر متوقع تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں بلیک اسٹار کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہوں گا۔ سوالات کروں گا' اسی کے سلسلے میں کروں گا لیکن اسے مایوسی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ جلدی سے بولی۔

"میرا خیال ہے مسٹر مکلینو نے آپ کو بلیک اسٹار کی اہمیت نہیں بتائی۔ لانگ تھری جس کے ہوتا ہے' وہ گروہ میں بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے اور گروہ کے افراد ایسے کارنامے انجام دینے کے لیے کوشاں رہتے ہیں جو انہیں بلیک اسٹار رینک کا حقدار بنا دیں۔"

"میرے خیال میں آپ کی عمر تیس سال سے کم ہو گی؟" میں نے کہا۔

"جی ہاں۔ لگ بھگ اتنی ہی ہے۔ دراصل ان عہدوں کے تین اسٹیج ہوتے ہیں۔ بلیک اسٹار کی ت بھی بہت بڑی ہے لیکن یہ صرف گروہ سے کسی معاملے میں سفارش کر سکتا ہے' خود اسے اختیارات ہوتے۔ اس کے بعد گرین اسٹار ہوتا ہے۔ گرین اسٹار رکھنے والے دنیا کے کسی بھی ملک میں' جہاں کے نمائندے موجود ہیں ان پر احکامات چلا سکتے ہیں اور گروہ ان سے تعاون کرتا ہے۔ اس کے بعد ریڈ

اسٹار کا نمبر آتا ہے۔ ریڈ اسٹار کو آپ یوں سمجھیں کہ ایک طرح سے باس کے نائب کی حیثیت ہوتی ہے۔ ابھی تک گروہ میں صرف چھ ریڈ اسٹار ہیں۔ یعنی بعض اوقات کسی علاقے کا سربراہ بھی بلیک اسٹار ہو ہے۔ گویا بلیک اسٹار کے سپرد علاقے بھی کیے جاسکتے ہیں اور گرین اسٹار اس پر بھی احکامات صادر کر ہے۔"

"اسکاچ ہوگی مس ہارپن؟" میں نے پوچھا۔

"ج۔ جی ہاں۔" وہ پھر مجھے متحیرانہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"براہ کرم مجھے دیں۔"

"اوہ۔ ضرور۔ ابھی پیش کرتی ہوں۔" وہ جلدی سے اٹھ گئی اور پھر وہ ایک خوبصورت جا اسکاچ لے آئی۔ اس نے گلاس بنا کر مجھے پیش کیا اور پھر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"مس ہارپن! آپ کو شراب کے آداب بھی نہیں معلوم۔ آپ اس کی توہین کر رہی ہیں۔"

"جی۔ میں نہیں سمجھی؟"

"کیا آپ شراب نہیں پیتیں؟"

"اوہ۔ جی ہاں۔ پیتی ہوں لیکن۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے آپ کا احترام ضروری ہے۔" ا ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"آپ شاید بہت عجلت میں ہیں یا پھر میری یہاں موجودگی آپ کو پسند نہیں ہے؟"

"دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہے مسٹر ریتو۔۔۔۔۔ آخر آپ کس قسم کے انسان ہیں؟ ہو کر بولی۔

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اپنے عہدے کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے۔"

"اسے بھی اہمیت دوں گا۔ جلدی کیا ہے۔ براہ کرم اپنے لیے بھی گلاس لے لیں۔"

"بہتر ہے۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ بھی میرے سامنے آ بیٹھی۔ اس لیے بھی گلاس بنا لیا تھا اور پھر ہم خاموشی سے شراب کے گھونٹ لینے لگے۔

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں آیا۔ آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی؟"

"شادی۔" اس نے اپنے ہونٹ چوستے ہوئے کہا۔ "شادی کرنے کے لیے وہ حالات د ہیں جو عام طور سے گھریلو عورتوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ ہم میں سے بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو سے بہت دور چلے جاتے ہیں، جیسے میں۔ بارہ سال سے میں ان کاموں میں مصروف ہوں۔ اگر آ لیں تو اپنی مرضی سے نہیں بلکہ حالات نے میرے لیے یہی راستہ پسند کیا تھا۔ میں اس راستے کو بدلا تو اسے اپنا لیا اور اس کے بعد شادی اور گھریلو ماحول کا تصور ہی ذہن سے دور چلا گیا۔ اب میں مطمئن خود کو دوسرے لوگوں سے مختلف اور بہتر سمجھتی ہوں۔"

"مکلینو کے گروہ میں کب سے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"تقریباً ابتدا سے پہلے بالواسطہ، پھر بلاواسطہ۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ وہ کیسے؟" میں نے شراب کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"معذرت خواہ ہوں۔ تفصیلات میں نہیں جاسکوں گی۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلائی، پھر

"میرے نزدیک تو آسکیں گی یا اس کی اجازت بھی نہیں ہے؟"

"جی؟" شراب کا گلاس کے ہاتھ میں لرز گیا۔

"میں آپ کے ہونٹ چومنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔" میں نے گلاس میز پر رکھ دیا اور وہ عجیب سی نگاہوں مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس کی آنکھوں میں بھی مسکراہٹ ناچنے لگی۔ اس نے بند دروازے کی طرف پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ پھر گلاس رکھ دیا اور میز پر دونوں ہاتھ رکھ کر جھک گئی۔

"آپ بے حد عجیب انسان ہیں، بہت ہی بیباک۔" اس نے اپنے ہونٹ میری طرف بڑھا دیئے اب جب اسے میری بیباکی کا احساس ہو ہی گیا تھا تو پھر میں خود پر قابو کیوں رکھتا۔ میں نے اس کے دونوں پکڑ کر اسے کھڑا کر لیا۔ پھر میں نے اپنی بیباکی کا پورا پورا ثبوت مہیا کر دیا۔ اس نے اس پر بھی اعتراض کیا۔ ظاہر ہے وہ عام یا گھریلو عورت تو تھی نہیں۔ زندگی کی ساری ضروریات سے واقف تھی۔ کبھی لیے بھی دوسرے کے لیے ضرورت بہرحال ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم نے بخوبی ایک دوسرے کی رات پوری کر دیں اور مطمئن ہو گئے۔ پھر اسکاچ کے گھونٹ لیتے ہوئے میں نے کہا۔

"واقعی یہ بلیک اسٹار بھی خوب ہے۔"

"آپ بے حد شریر ہیں مسٹر ریتو۔ آپ فنکار بھی تو ہیں۔ سنا ہے آپ گٹار خوب بجاتے ہیں۔"

"آپ کو گٹار سے دلچسپی ہے؟"

"بے حد۔۔۔۔۔ فنکار تو سب کا محبوب ہوتا ہے۔ خاص طور سے ان کا جو فن سے دلچسپی رکھتے اور آپ تو بہت سے فنون کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ میں عرصے تک آپ کو نہ بھول سکوں گی۔" اس نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"شاید! آپ مجھے بلیک اسٹار کے بارے میں بتا رہی تھیں۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ اب تو میں بہت دیر تک کچھ نہیں بتا سکوں گی۔ آپ کب تک یہاں رہیں گے مسٹر

"

"آج رات روانہ ہو رہا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ وہی فطرت اس وقت بھی کام کر گی۔ ہارپن نے مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھا۔ اس وقت میں نے اس کی کوئی بات نہیں سنی تھی اور ۔۔۔ اب بھی میں اس کی کوئی بات نہیں سن رہا تھا۔ یقیناً دل ہی دل میں اس نے مجھے بے حد گالیاں دی ہوں گی اور اس وقت میں ان نہ سنی جانے والی گالیوں سے بڑی طمانیت محسوس کر رہا تھا۔ ہارپن مجھے رہی اور میرے بے تاثر چہرے سے وہ بھی جھنجھلا گئی۔ تب اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور پھر وہ ایک ورت گھڑی لے آئی جس کی چین بھی بے حد حسین تھی اور پھر میری کلائی سے میری گھڑی کھولتے ہوئے بولی۔

"اب آپ یہ گھڑی استعمال کریں گے مسٹر ریتو!"

"اوہ۔۔۔۔۔ یہ لانگ تھری ہے؟"

"جی ہاں۔ اس کی چابی کھینچیں یہ ٹرانسمیٹر میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس کے ڈائل پر سوراخ میں

اندر مائیک چھپے ہوئے ہیں اور بس۔ طریقہ استعمال نہایت آسان ہے۔"
"بہت خوب! لیکن یہ مخصوص گھڑی دوسروں کی نگاہوں میں نہیں آئے گی' میرا مطلب ہے کہ
کے افراد' جو اسے پہچانتے ہوں گے؟"
"جی نہیں۔ لانگ تھری کا ٹرانسمیٹر مختلف شکلوں میں ہے۔ ہر شکل کا صرف ایک پیس ہے
دوسروں کے پاس وہ دوسری شکل میں ہو گا اس لیے کوئی اسے نہیں پہچان سکتا۔" اس نے جواب دیا۔
"بالکل ٹھیک مس ہارپن! میرا خیال ہے میں اس کے بارے میں بخوبی سمجھ گیا ہوں' اب مجھے اجازت
دیں۔" میں نے کہا اور پھر کمرے سے نکل آیا۔ ہارپن خاموشی سے مجھے دیکھتی رہ گئی تھی لیکن بہرحال لانگ
تھری مل چکا تھا' اب اس کے کمرے میں ٹھہرنے کی کیا تک تھی۔ واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ سردار
ابھی تک گہری نیند سو رہا تھا۔ میں خود بھی بستر پر لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے
مجھے نیند آگئی اور پھر رات کو ہی آنکھ کھلی تھی۔ سردارے خوب سو کر جاگ چکا تھا اور نہا دھو کر چاق و چوبند
گیا تھا۔ میرے بدن پر عجیب سی تھکن طاری تھی' غالباً بے وقت سونے کی وجہ سے سردارے نے مسکرا
ہوئے مجھے دیکھا اور میں باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ نہانے سے طبیعت کی کسل کافی حد تک دور ہو گئی۔
نے لباس پہن لیا اور پھر باہر نکل آیا۔
"سردارے! کافی منگواؤ۔" میں نے کہا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر پاؤں پھیلا دیئے اور سردارے
دیوار میں لگا بٹن دبا دیا۔ ملازم کے آنے پر اس نے کافی کے لیے کہا اور پھر میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔
"کیا ٹھاٹھ ہیں استاد۔ طویل نیند سوئے۔" اس نے کہا۔
"ہاں!" میں نے مختصر کہا اور پھر پوچھا۔ "اس دوران کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی؟"
"ہو ہی نہیں سکتی تھی استاد۔ مجھے جاگے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔" سردارے نے جواب
میں نے گردن ہلا دی۔ پھر کافی آئی اور اسٹرانگ کافی کی کئی پیالیوں نے خاصا سرور بخشا اور اس
مکلینو کی طرف سے بلاوا آگیا۔ دونوں کو بلایا تھا۔ ہم دونوں مکلینو کے پاس پہنچ گئے۔ بنی
کے پاس موجود تھی۔ تب مکلینو نے مسکراتے ہوئے ہمارا استقبال کیا۔
"ہیلو—— ریتو۔ جیم! اب سے تھوڑی دیر کے بعد تم روانہ ہو رہے ہو۔"
"باس نے ہمیں یہی بتایا تھا۔" میں نے بنی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"ہاں۔ بنی! یہ دونوں کام کے آدمی ہیں۔ تم خود دیکھ چکی ہو۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک ہونا
یہ تمہارے بہت کام آئیں گے۔ میں نے تمہیں اسی لیے تکلیف دی ہے دوستو کہ تم سے ملاقات
بنی کے ساتھ کامیاب ٹور کرو۔ میں تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا۔"
"یس بگ باس!" میں نے مستعدی سے کہا۔
"کتنی دیر میں روانہ ہو گی بنی؟" مکلینو نے پوچھا۔
"بس' میرا خیال ہے ہمیں چلنا چاہیے۔" بنی نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر
"ٹھیک ہے۔ ساحل کس وقت چھوڑو گی؟"
"ایک گھنٹے کے بعد۔ مناسب وقت ہے۔" بنی نے کہا اور پھر اس نے مکلینو کو بو
ہماری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "آؤ!" لہجے میں تحکم تھا۔ سردارے دانت پیس کر رہ گیا لیکن ہم

رنے کی ہدایت کی گئی تھی اس لیے اس نے اپنے تاثرات کا اظہار نہ ہونے دیا اور ہم دونوں بنی
باہر نکل آئے۔ باہر ایک خوبصورت کار کھڑی تھی۔ ڈرائیور نے بنی کے لیے پچھلا دروازہ کھول دیا
ت سے بیٹھ گئی تو ڈرائیور نے دروازہ بند کر دیا۔ "تم دونوں آگے آجاؤ۔" ڈرائیور بولا اور ہم دونوں
کے ساتھ جا بیٹھے۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی' پھر بنی
ے مخاطب کیا۔ "ریتو!"
"یس مادام۔ سس۔ سوری۔ باس!"
"تم نے اپنا گٹار لے لیا؟"
"گٹار میرے پاس نہیں ہے باس!" میں نے عاجزی سے کہا۔
"حالانکہ ہم نے ہدایت کی تھی۔"
"ہاں باس۔ آپ نے اس کی ہدایت بھی کی تھی۔ ہم نے ایک ہدایت پر عمل کیا اور دوسری کا وقت
" میں نے جواب دیا اور پلٹ کر بنی کی شکل دیکھی۔ بنی کا چہرہ بگڑ گیا۔
"کیا تم مذاق کی جرات بھی کر سکتے ہو؟"
"نہیں باس۔ ویری سوری۔ اب تو غلطی ہو ہی گئی۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ جرات تو
بار کر سکتا ہوں پتہ چل جائے گا مس بنی—— تھوڑا سا وقت گذر جانے دو۔ میں نے دل ہی دل
ر بنی خاموش ہو گئی۔ پھر اس کے بعد وہ اس وقت تک خاموش رہی' جب تک ہم اپنی منزل تک نہ
۔ سمندر کا ایک سنسان علاقہ تھا۔ رات کی تاریکی میں لہروں کے سفید جھاگ سر پٹخ رہے تھے۔ بنی
ین تھی۔ کار سمندر کے کنارے پر پہنچ گئی اور کئی سائے ہماری طرف دوڑے۔ یہ تندرست و توانا
۔ انہوں نے ادب سے کار کا دروازہ کھولا اور بنی نیچے اتر آئی۔ ہم دونوں بھی کار سے نیچے اتر آئے
ر ہم بنی کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔
"استاد!" سردارے آہستہ سے بولا اور میں نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ "میں بالکل
ل لیکن کیا ہم اس کے بارے میں گفتگو بھی نہیں کر سکتے؟"
"کر سکتے ہیں۔" میں نے بھی آہستہ سے جواب دیا۔
"تب پھر میری ایک گذارش ہے۔"
"ہوں!"
"اس الو کی پٹھی کو لہسن کی چٹنی اور بیسن کی روٹی کھلانا چاہتا ہوں۔ اتنی مرچیں ہوں گی اس چٹنی
اس کی ساری زندگی برباد ہو جائے گی۔" سردارے کلکلا کر بولا اور مجھے ہنسی آگئی۔ بہرحال میں نے اس
کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ہم ساحل پر پہنچ گئے۔ تھوڑی ہی دور پر ایک بڑا اسٹیمر نظر آ رہا تھا۔ اس پر
ڈ کی نہیں تھی۔ صرف اندھیرے میں اس کا سایہ سطح سمندر پر ڈول رہا تھا۔ ربڑ کی چھوٹی چھوٹی
ہمیں اسٹیمر پر لے گئیں اور ایک سیڑھی سے بنی اور پھر ہم اسٹیمر پر پہنچ گئے۔ پھر دوسرے لوگ بھی
گئے اور سیڑھی اٹھا لی گئی۔
"ھیرلڈ!" بنی نے ایک طویل القامت آدمی کو آواز دی۔ یہ اس اسٹیمر کا کپتان تھا۔ طویل القامت
کا کے قریب پہنچ کر جھک گیا۔ "بارہ بجنے کو ہیں۔ اگر تم سارے انتظامات کے بارے میں مکمل اعتماد

سے کہہ دو تو میں فوراً روانگی کا حکم دے دوں۔ باقی چیکنگ ہم سمندر میں کرلیں گے۔"

"میرا خیال ہے باس آپ مطمئن رہیں۔" اریو نے جواب دیا۔

"تمہاری ذمہ داری پر؟"

"ہاں!"

"بس تو ٹھیک ہے۔ بادبان کھول دو۔ ہم نے پوائنٹ پر کیا وقت دیا ہے؟"

"ٹھیک ایک بجے ہمیں پوائنٹ سے گذرنا ہے۔"

"اور ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"ہاں باس!"

"او کے۔ چل دو۔" بنی نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا دونوں خاموشی سے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ ان لوگوں کی کارروائیاں شروع ہو چکی تھیں۔ اس لیے یہ جدید ترین لانچ تھی اور کافی بڑی تھی۔ اس میں طاقتور انجن لگے ہوئے تھے لیکن ہم نے طریقہ دیکھا۔ ایک مشینی نظام کے تحت کچھ بادبان کھل رہے تھے۔ ان کے رنگ سیاہ تھے۔ شاید کے لیے ان کا رنگ سیاہ رکھا گیا تھا اور بادبانوں کے استعمال کی وجہ بھی یہی سمجھ میں آتی تھی کہ مخصوص علاقے سے خاموشی سے نکال لی جائے۔ جدید ترین بادبانی نظام تھا۔ بہرحال بہت جلدی بھر گئی اور لانچ رینگتی ہوئی محسوس ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے رفتار پکڑلی۔ میں اور سردارے تک اپنی جگہ کھڑے رہے اور پھر ہم لانچ کے مختلف حصے دیکھنے لگے۔ ہمارے اندازے کے مطابق تقریباً سارے لوگ ہی مسلح تھے۔ اس کے علاوہ اس پر اسلحہ بھی خاصی مقدار میں موجود تھا۔ تقریباً لوگ ہی مسلح تھے۔ ہوائیں لانچ کو آہستہ آہستہ آگے بڑھا رہی تھیں اور ہم اس پر آوارہ پھر اچانک ایک شخص ہمارے قریب پہنچ گیا۔ "مسٹر ریتو؟" اس نے تھوڑا سا جھک کر پوچھا۔

"ہوں!" میں بھاری آواز میں بولا۔

"باس طلب کرتی ہیں۔" اس نے کہا اور میں کوئی جواب دیئے بغیر اس کے پیچھے چل پڑا بھی میرے ساتھ تھا۔ ہم دونوں کیپٹن کے کیبن کے اوپر بنے ایک خوبصورت کیبن کے دروازے اور اس شخص نے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ میں نے بے تکلفی سے دروازہ کھولا اور ہم دونوں اندر گئے۔ اندر جا کر آنکھیں کھل گئیں۔ بنی کے کیبن کا کوئی جواب نہیں تھا۔ تین طرف خوبصورت ہوئی دیواریں تھیں۔ سامنے کی سمت ٹرانسپیرنٹ دیوار تھی جس سے سمندر نظر آتا تھا۔ بلندی وجہ سے سمندر دور دور تک دیکھا جا سکتا تھا۔ دیوار میں ایک جدید ساخت کی دوربین بھی نصب طرف سرخ رنگ کی لمبی چوڑی مسہری پڑی ہوئی تھی۔ دوسری طرف ایک صوفہ سیٹ اور کر ایک رائٹینگ سے اسٹ ٹیبل بھی تھی جس کے ساتھ ایک خوبصورت کیبنٹ رکھا ہوا تھا۔ سے ایک نفیس کیبن تھا۔ بنی رائٹنگ ٹیبل کے نزدیکی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ یہاں سے وہ بھی کر رہی تھی جو اس وقت تاریک تھا۔

"آؤ ریتو۔ بیٹھو۔ تم بھی جیم۔ کیا پیو گے؟" خلاف معمول بنی نے بڑی نرم آواز میں کہا

"جو باس پسند کریں۔" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ سردارے نے بھی میری

بنی نے شاید بٹن دبا کر کسی کو بلایا تھا۔ پھر ایک آدمی کیبن کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور مودبانہ انداز میں جھک گیا۔

"کافی لاؤ۔" بنی بولی اور وہ ادب سے جھک کر واپس چلا گیا۔ "اس وقت اسکاچ مناسب نہیں تھی، ہمیں پوری طرح چاق و چوبند رہنا چاہئے۔ کیا تمہیں اس بات سے اتفاق ہے؟"

"مکمل طور پر باس!"

"کیا تمہیں اس جدید لانچ پر بادبان دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی؟"

"میرا خیال ہے کسی خاص مقام تک آپ انجنوں کے شور سے بچنا چاہتی ہیں۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ بہرحال ہمیں پولیس کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ خاص طور سے منشیات کے سلسلے میں کیونکہ بین الاقوامی پولیس کی لانچیں بھی گردش کرتی رہتی ہیں۔ منشیات کی اسمگلنگ پر آج کل خاصی ہی توجہ دی جارہی ہے۔"

"یقیناً باس!" میں نے زور سے گردن ہلائی۔

"بالٹک عبور کرکے ہمیں بالمو پہنچنا ہے۔ بالمو سے اسٹاک ہوم تک کا سفر زیادہ خطرناک نہیں ہوگا۔ وہاں ہمارے آدمی ضروری انتظامات کے ساتھ موجود ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے ہمیں بحیرہ بالٹک عبور کرنے میں زیادہ وقت نہیں ہوگی۔" میں نے کہا۔

"ریتو!" بنی نے عجیب سے انداز میں کہا۔ اس کے تیکھے نقوش ماند پڑ گئے تھے۔ اس وقت چہرے پر عجیب سی نرمی تھی۔ میں اسے دیکھنے لگا۔ "دیکھو میری کنپٹی کی رگ پھڑک رہی ہے۔ محسوس ہو رہی ہے۔ قریب آکر دیکھو۔" وہ اسی انداز میں بولی اور میں اس کے قریب پہنچ کر جھک گیا۔ میں نے دیکھا در حقیقت اس کی سفید کنپٹی پر ابھری ہوئی رگ پھڑک رہی تھی۔ "تم نے دیکھا؟" وہ آہستہ سے بولی۔

"ہاں باس! نظر آرہی ہے۔"

"جب لانچ کنارے سے آگے بڑھی تھی تو ایسا نہیں تھا۔ بس اچانک ہی۔"

"لیکن اس سے کیا ہوتا ہے باس؟"

"مصیبت آتی ہے۔ ضروری مصیبت آتی ہے۔ میرا تجربہ ہے۔ میرا یقین ہے۔" اس نے پر خیال انداز میں کہا۔

"مجھے تعجب ہے۔ آپ اس قدر روشن خیال ہو کر ایسی باتوں پر یقین رکھتی ہیں باس۔"

"تم نہیں رکھتے؟" اس نے چونک کر پوچھا اور میں نے نفی میں گردن ہلا دی۔ وہ بے خیالی کے انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لیکر بولی۔ "لیکن مجھے بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔ خیر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ بات بالمو تک کی ہے جو زیادہ دور نہیں ہے لیکن بس راستہ ان دنوں خراب ہو چکا ہے۔" اسی دوران کافی آگئی اور وہ کافی کے سپ لینے لگی۔ یوں لگتا تھا جیسے ہماری موجودگی سے وہ غافل ہو گئی ہو۔

"اداکاری کر رہی ہے باس۔" سردارے سرگوشی کے انداز میں بولا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میرا خیال تھا بنی حسب عادت سردارے کی سرگوشی پر باز پرس کرے گی لیکن اس وقت اس کی سماعت بھی متاثر تھی۔ چنانچہ اس نے ہماری طرف توجہ نہیں دی اور میں نے ایک طویل سانس لی۔

"کیا خیال ہے استاد؟"

"یار سردارے' بس تھوڑی دیر اور چونچ بند رکھ لو۔" میں نے جواب دیا۔

"صرف ایک بات اور استاد' کیا تم نے اس کے انداز میں نرمی نہیں محسوس کی؟"

"ہم اس سے تعاون کریں تو ممکن ہے' وہ بالکل ہی...... جس ٹائپ کی لڑکی ہے تم کسی حد تک اندازہ لگا ہی چکے ہو گے۔"

"ہاں اور دل ہی دل میں پیش گوئی بھی کر چکا ہوں کہ یہی مکلینو کی موت کا سبب بنے گی۔"

"کس لحاظ سے؟"

"اپنی نا تجربہ کاری سے۔ وہ سو فیصد بس لڑکی ہے۔" سردارے نے کہا اور اسی وقت ایک ہلکی سی آواز کمرے میں ابھریں۔ بنی چونک پڑی۔ اس نے کافی کا کپ رکھ دیا اور اٹھ کر ایک طرف پہنچ گئی۔ پھر اس نے ایک انٹر کام کا سوئچ آن کر دیا۔

"لیس!" وہ کرخت لہجے میں بولی۔

"ہم پوائنٹ پر پہنچ رہے ہیں باس!"

"رابطہ قائم کیا؟"

"کر رہے ہیں۔" جواب ملا۔

"ڈائرکٹ کر دو۔ میں بھی سننا چاہتی ہوں۔"

"اوکے باس!" دوسری طرف سے جواب ملا اور پھر چند لمحات کو خاموشی چھا گئی۔ پھر سائیں سائیں کی آوازیں ابھریں اور پھر ایک آواز سنائی دی۔ "ٹن --- ٹن --- ٹن --- بی ٹن --- نیکل --- اوف --- ٹن ٹن --- اوور۔"

"بی ٹن --- آن لائن --- اوور۔" جوب ملا۔

"ہم قریب ہیں --- کلیئر؟ اوور۔"

"گرین --- ہر چیز ٹھیک ہے۔"

"باہر کی کیا پوزیشن ہے؟"

"سمندر صاف اور چمکدار ہے۔ کوئی سفید و سیاہ دھبہ دور دور تک نہیں ہے۔"

"ان کی رپورٹ؟"

"کلیر --- اوور۔"

"تھینک یو ------- اوور اینڈ آل۔" ایک ہلکی سی آواز ابھری اور پھر صاف آواز ابھری۔ "آپ نے سنا باس؟"

"ہاں۔ بادبان اتار لو۔ انجن چلا دو۔ اوکے۔" بنی نے جواب دیا۔ اچانک اس کے چہرے پر رونق آ گئی تھی۔ آنکھوں میں بھی مسکراہٹ کی چمک پیدا ہو گئی تھی۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولی۔ "مسٹر رتو! یوں لگتا ہے جیسے آج سے میں بھی ان توہمات پر یقین کرنا چھوڑ دوں گی اور سچی بات تو یہ ہے کہ تمہاری بات نے پہلے ہی میرے اس وہم میں ایک نشان ڈال دیا تھا۔"

"لیس باس!" میں نے مختصراً کہا۔

"کھلے سمندر میں نکل آنے کے بعد بھی ہمیں خود کو محفوظ نہیں سمجھنا چاہیے۔ تاہم ایک قدم اگر اٹھا ہو تو میرا تجربہ ہے سارے معاملات ہی ٹھیک ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بالمو کا سفر زیادہ طویل نہیں ہے لیکن سب سے کٹھن مسئلہ یہی ہے۔ اس کے بعد تو آسانیاں ہیں۔" وہ بولتی رہی اور ہم گردن ہلاتے رہے۔ پھر شیشے کے دوسری طرف کچھ روشنیاں نظر آئیں۔ شاید ڈنمارک کا آخری بیڑہ تھا جو سمندر کی حفاظت کر رہا تھا۔ لانچ سے روشنی کے سگنل دیئے گئے اور دوسری طرف سے بھی سبز روشنیوں کا اشارہ مل گیا۔

"ویری گڈ ------ آل کلیر۔" بنی نے کہا اور پھر بولی۔ "خطرہ رہتا ہے نا۔ دراصل سرحدی محافظ لئے رہتے ہیں۔ صرف چند لوگ ہیں جو ہمارے رازدار ہیں۔ ہم انہیں اچھا معاوضہ ادا کرتے ہیں اور جب ان کی ڈیوٹی ہوتی ہے تبھی مال نکالا جاتا ہے خواہ اس کے لیے کتنا ہی انتظار کرنا پڑے کیونکہ سارے آدمی تو ہم سے تعاون نہیں کر سکتے۔"

"ہاں باس! کسی بھی ملک میں' سارے آدمی ہی کام کے نہیں ہوتے۔" میں نے محتاط الفاظ میں کہا۔

بنی خاموش ہو گئی۔ لانچ اب روشنیوں کے درمیان سے دور نکل آئی تھی اور اب دور دور تک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ بنی دوربین سے سیاہ سمندر کا جائزہ لیتی رہی اور پھر اس نے گردن ہلائی۔

"کافی ختم کر لی تم نے؟"

"لیس باس!"

"تب آؤ۔ لانچ کا ایک چکر لگائیں۔ ایرو اس لانچ کا کیپٹن ہے۔ بڑا ہی غصے والا آدمی ہے لیکن انتظامی امور میں اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ تاہم ضروری ہے کہ لانچ کا جائزہ لے لیا جائے۔ آؤ۔" وہ اپنے کیبن سے باہر نکل آئی۔ ہم دونوں اس کے ساتھ تھے اور سردارے مسکرا رہا تھا۔ بنی تھوڑی سی آگے نکل گئی تو میں نے اس سے پوچھا۔

"کیوں دانت نکل رہے ہیں؟"

"چمچہ گیری میں بھی بعض اوقات مزا آتا ہے باس۔ اب دیکھو نا اس وقت ہم کتنے خوبصورت چمچے نظر آ رہے ہیں اور پھر وہ بھی ایک خوبصورت لڑکی کے۔"

"تم میری غیرت جگانا چاہتے ہو؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اوہ۔ نہیں استاد۔ اس میں غیرت کی بات نہیں ہے۔ یوں بھی خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ ابتدا میں تھوڑی سی چمچہ گیری کرنی ہی پڑتی ہے۔ اس کے بعد ساری کسر پوری ہو جاتی ہے۔ کیا خیال ہے۔ ویسے لڑکی حلوہ ہے' میرا مطلب ہے تمہارے لیے۔"

"ہاں۔ بس تو بکواس بند کر دے اور خاموشی سے تماشا دیکھ۔"

"پتہ نہیں لانچ پر کوئی اور لڑکی بھی ہے یا نہیں!" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"اس کا سفر ہی کتنا ہے' ڈیڑھ یا دو گھنٹے کا۔"

"اوہ' ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا۔ ہم بنی کے ساتھ پوری لانچ پر چکراتے پھر رہے تھے۔ بنی کا موڈ بہت اچھا تھا۔ کبھی کبھی وہ ہمیں لانچ کے بارے میں بتانے بھی لگتی۔ پھر ایک جگہ رک کر اس نے کہا۔

"تمہیں نیند تو نہیں آ رہی رتو؟"

"نہیں باس آپ کی ہدایت کے مطابق ہم دن میں سو لیے تھے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مطمئن ہو گئی۔ پھر اس نے ایک ملاح کو آواز دی "ہے گینو! تمہارے اوپر سوگ کیوں طاری ہے۔ موت کیوں آ رہی ہے تمہیں؟" دوسرے لمحے ملاح دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا حکم ہے مادام؟"

"لانچ ٹھیک جا رہی ہے؟" بنی نے پوچھا۔

"بالکل باس!"

"تب اپنا گٹار نکال۔ آج میں تجھے گٹار سناؤں گی۔" بنی بولی اور گینو چھلانگیں مارتا ہوا ایک طرف بھاگ گیا اور بنی، مسکرا کر مجھے دیکھنے لگی۔ "سناؤ گے نارتو؟"

"میں کیسے انکار کر سکتا ہوں باس۔" میں نے عاجزی سے کہا اور بنی آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگی۔

"گینو گٹار کا بادشاہ ہے لیکن شاید صرف ان لوگوں میں۔ ایرو بھی اس کے گن گاتا ہے۔ میں ابھی تک تمہارا یہ فن نہیں دیکھا رتو۔ ویسے سنا ہے تارستان میں تم نے خاصی دھوم مچا رکھی تھی۔"

"بس مادام۔ وہاں کے لوگوں نے میرے فن کو پسند کیا تھا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ویسے فطرتاً تم فنکار نہیں ہو۔"

"جی؟" میں اس کی بات سمجھ نہیں سکا تھا۔

"میں نے سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے کہ فنکار عموماً نرم دل اور بے ضرر ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھوں سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی لیکن تمہارے ہاتھ تو ایسی بے دردی سے چلتے ہیں کہ بس۔ جانتے ہو اس رات کیا ہو گیا تھا؟"

"کس رات مادام؟" میں نے پوچھا' حالانکہ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کس رات کی بات کر رہی ہے۔

"اسی رات جب ہم نے تمہارا امتحان لیا تھا۔ تین بہترین لڑاکے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ خود پپا کو ان کی موت کا افسوس تھا اور انہوں نے اس واقعے کو میری حماقت قرار دیا تھا۔"

"اوہ ——— اوہ ———" میں بے ڈھنگے انداز میں ہنسنے لگا۔ "ہاں باس۔ آدمی کو ہر وقت' ہر کام کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

"یہ بات تمہیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ مجھے یقین ہے تم گروہ میں یقیناً کوئی خاص حیثیت حاصل کر لو گے۔"

"باس کی نوازش ہے۔" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ اسی وقت گینو گٹار لے آیا۔ دوسرے لوگ گٹار دیکھ کر اس کے پیچھے چلے آئے تھے۔ غالباً گینو کا گٹار سب کی پسند تھا لیکن بنی کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر رک گئے۔

"چلے آؤ۔ چلے آؤ۔ سمندر پرسکون ہے اور میں انسان کو انسان سمجھنے کی عادی ہوں' آجاؤ۔" اور سب دانت نکال کر دوڑ پڑے۔ گینو نے ایک مستول سے ٹیک لگائی اور گٹار کے تار درست کرنے لگا۔ بنی مسکراتی ہوئی ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ ہم دونوں اس سے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔

"مسکراتی ہے تو بہت اچھی لگتی ہے ماسٹر۔ دیکھو ——— ذرا دیکھو۔" سردارے بیساختہ بول پڑا۔

"ہاں۔ ویسے بھی خاصی ہے' بس نک چڑھی ہے اس لیے زیادہ نہیں جچتی۔"

"ہاتھ مارے بغیر نہیں چھوڑنا استاد۔" سردارے دانت پر دانت جما کر بولا۔

"اس پر تو تمہاری نگاہ ہے۔" میں نے کہا۔

"توبہ کر چکا ہوں پھر بھی۔" سردارے مجھے گھورتے ہوئے بولا۔

"کیوں' توبہ کیوں کر چکے ہو؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"سالن میں بھی تیز مرچیں کھانے کا عادی نہیں ہوں استاد۔ سیدھی سادی لڑکیاں پسند کرتا ہوں۔ ارے بستر کے نازک پھول آسانی سے حاصل ہو جائیں تو پھر کانٹوں میں ہاتھ ڈالنے سے فائدہ؟" سردارے کی آواز گٹار کی آواز میں دب گئی۔ گینو نے پوری "قوت" سے ایک نغمہ شروع کر دیا تھا۔ قوت سے ہی کہنا ٹھیک ہے کیونکہ بڑا پر شور نغمہ تھا۔ ملاح اس پر مست ہو رہے تھے۔ بنی بھی مسکرا رہی تھی۔ ہم لوگ بھی خاموش ہو کر اس نغمے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ بنی خود بھی جھوم رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی اور اس وقت وہ ہمیشہ سے مختلف نظر آ رہی تھی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور ہاتھ سے قریب آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا خیال ہے رتو' کیا گینو لاجواب فنکار نہیں ہے؟"

"باس کہہ رہی ہیں تو یقیناً ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟ خود تمہارا اپنا کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال۔" میں نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے وہ صرف گٹار بجا لیتا ہے' فن سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"اور۔ تم فنکار ہو اس لیے میں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گی' لیکن اس کے نغمے کے بعد تم سناؤ گے۔"

"باس کے حکم کی تعمیل ہو گی۔ آپ اس نغمے کو ذہن میں رکھیں' اس کے بعد میرا نغمہ سنیں اور پھر ان دونوں کا فرق محسوس کریں۔"

"یقیناً ——— میں خود بھی گٹار سے دلچسپی رکھتی ہوں۔" بنی نے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔ گینو جھوم جھوم کر گٹار بجا رہا تھا اور پھر اس نے نغمہ ختم کر دیا اور چاروں طرف تالیاں گونج اٹھیں۔ بنی نے بھی تالیاں بجائی تھیں۔ پھر اس نے زور سے کہا۔ "ہے گینو! اس وقت لانچ پر تو اکیلا فنکار نہیں ہے' ایک اور بھی ہے۔ لا گٹار ادھر دے۔ ایک نغمہ رتو کا ہو گا۔ اس کے بعد پھر تیرا۔"

"خوشی کی بات ہے باس۔ گٹار پیش ہے۔" گینو نے خوش دلی سے کہا اور گٹار بنی کے پیروں کے نزدیک رکھ دیا۔ بنی نے گٹار اٹھا کر مجھے دے دیا۔ لوگ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے گٹار اٹھا لیا۔ عمدہ گٹار تھا۔ میں نے چند لمحات اس کے تار ٹیسٹ کیے اور پھر آہستہ آہستہ ایک نغمے کی دھن ترتیب پانے لگی۔ یہ میرا پسندیدہ نغمہ تھا جس کی مجھے کافی مہارت تھی۔ ایک اطالوی موسیقار کی ایجاد ——— اور میں نے اسے کچھ نئے رنگ دے دیئے تھے۔

چند ہی لمحات میں ان لوگوں کے رد عمل کا اندازہ ہو گیا۔ خود بنی مستعجبانہ انداز میں میری طرف دیکھ رہی تھی۔ مجھے بھی لطف آنے لگا۔ لوگوں کو متحیر کر دینے کی ایک خواہش جو عموماً تمام ذہنوں میں ہوتی ہے'

میرے دل میں بھی ابھر آئی اور میں نے اس نغمے کو کئی خوبصورت رنگ دیئے جس سے وہ اور حسین ہو گیا عالم یہ تھا کہ چاروں طرف سکوت طاری ہو گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سمندر کی لہریں بھی شور مچانے کی عادت ترک کر کے چند لمحات کے لیے رک گئی ہوں اور حیرت سے منہ اٹھائے لانچ میں جھانک رہی ہوں۔ خو میرے اوپر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ بس ایک مستی سی سارے بدن میں بھرتی جا رہی تھی اور نغ گٹار کے تاروں سے بہہ رہا تھا۔ جب تک اسے جاری رکھ سکا جاری رکھا۔ رنگ پر رنگ بدل رہے تھے او پھر آہستہ آہستہ نغمہ دم توڑنے لگا۔ پھر گٹار خاموش ہو گیا لیکن سب لوگ ابھی تک خاموش تھے۔

میں نے رک کر ایک ایک کی شکل دیکھی اور پھر گٹار بنی کے قدموں میں رکھ دیا اور بنی چونک پڑی۔

"اوہ ــــــ اوہ ــــــ" اس نے کراہتے ہوئے گردن جھٹکی۔ وہ کسی حد تک مضمحل ہو گئی تھی۔ پھر اس نے دوبارہ گردن جھٹکی اور ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"تم ــــــ تم واقعی انوکھے ہو رتیو۔ مان گئی۔"

"شکریہ باس!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"گینو! کیا کہتا ہے رتیو کے فن کے بارے میں؟"

"بس اتنا باس، کہ گٹار شاید رتیو کے لیے ہی ایجاد ہوا ہے، یا پھر اس کا روحانی رشتہ صرف گٹار سے ہے۔ وہ جب اسے ہنساتا ہے تو گٹار ہنسنے لگتا ہے اور دلوں میں مستی بھر جاتی ہے اور جب وہ اسے آنسو رلاتا ہے تو کائنات کے آنسو بہنے لگتے ہیں۔" گینو نے فراخ دلی سے کہا اور بنی گردن ہلانے لگی۔

"میں نے بھی کئی بار محسوس کیا تھا، رتیو کے نغمے نے مختلف شکلیں اختیار کی تھیں۔" بنی نے کہا اور پھر ــــــ اچانک سب چونک پڑے۔ روشنی کی ایک سیدھی لکیر لانچ پر پڑی تھی۔

ہماری نگاہیں بے اختیار روشنی کی سمت اٹھ گئیں۔ "یہ کیا ہے؟" بنی آہستہ سے بولی اور اسی وقت لانچ کا کیپٹن اریو دوڑتا ہوا بنی کے قریب پہنچ گیا۔

"باس!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ کیا ہے اریو؟"

"شاید سمندروں میں گشت کرنے والی بین الاقوامی پولیس کی لانچ۔"

"اوہ ــــــ تو اب ــــــ اب کیا کیا جائے؟" بنی نے پریشان لہجے میں کہا۔

"نہ جانے ــــــ نہ جانے ان کی تعداد کتنی ہے۔ اگر ایک لانچ ہے، تب تو باس نمٹا جا سکتا ہے۔"

بنی روشنی کی سمت نگاہیں دوڑانے لگی اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "تیاریاں کرو۔ ممکن ہے مقابلے کی ضرورت پیش آ جائے۔"

"او کے باس!" اریو نے آہستہ سے کہا اور تیز قدموں سے ایک طرف چلا گیا۔

"رتیو!" بنی نے میری طرف دیکھا۔

"یس باس!"

"آؤ۔ دیکھیں۔" اور وہ کنٹرول روم کی طرف چل پڑی۔ میں اور سردارے بھی اس کے پیچھے چل دیئے۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر بنی نے شیشے کی دیوار کے دوسری جانب پولیس لانچ کی طرف دیکھا اور پھر اس کے منہ سے ایک آواز نکل گئی۔ اچانک ہی ہماری لانچ کی دوسری سمت سے روشنی کی ویسی ہی لکیر نمودار ہوئی تھی اور اب ہماری لانچ پوری طرح روشنی کی زد میں تھی۔

"اوہ!" بنی نے آہستہ سے کہا۔ "بات کچھ زیادہ ہی بگڑ گئی ہے رتیو۔ شاید لانچوں کی تعداد کافی ہے۔"

"شاید۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بہر صورت، ہم مقابلہ کریں گے۔" بنی نے کہا اور پھر وہ پوری طرح مصروف ہو گئی۔ یہ کیبن ہی شاید کنٹرول روم بھی تھا، جہاں سے وہ پوری لانچ کو ہدایات دے سکتی تھی۔ ایک چوکور سیاہ بکس کے قریب پہنچ کر اس نے ایک سوئچ آن کیا اور پھر اس کی آواز ابھری۔

"اریو!"

"یس باس!"

"تم اندازہ کر چکے ہو گے، لانچ گھیرے میں لی جا چکی ہے۔ اپنے آدمیوں کو چاروں طرف پھیلا دو۔ مقابلے کی تیاریوں میں زیادہ وقت نہیں لگنا چاہئے۔"

"یس باس!" اریو کی آواز ابھری۔ شاید اس کے پاس بھی ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ بنی پریشان نظر آنے لگی تھی۔ اس سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ زیادہ تجربہ کار نہیں ہے۔ اس نے سوئچ آف کر دیا اور پھر وہ ہماری طرف مڑی۔

"اوہ، تم لوگ بھی نیچے جاؤ، اپنے طور پر حالات کو سنبھالو۔"

"باس!" میں آہستہ سے بولا۔

"ہوں!"

"آپ نے گٹار پر میرا نغمہ سنا؟"

"اس وقت نغمے کے بارے میں گفتگو کرنے کی کیا تک ہے؟" وہ کسی قدر جھنجلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"ہے باس!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں گٹار کے نغمے کی طرح رائفل کا نغمہ بھی بجا سکتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھی رتیو۔" بنی نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے باس، ہمارے آدمیوں کی تعداد زیادہ نہیں ہے اور ہم ابھی تک لانچوں کے بارے میں بھی اندازہ نہیں لگا سکے کہ ان کی تعداد کتنی ہے۔"

"ہوں۔ پھر؟" بنی نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"میرا مطلب ہے باس، ہم اتنے لوگوں کے ساتھ پولیس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

"اوہ رتیو! کیا کہنا چاہتے ہو؟" بنی جھنجلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"باس ــــــ چالاکی سے کام لینا ہو گا۔"

"تمہارے ذہن میں کوئی ترکیب ہے؟"
"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا؟"
"لانچ پر روشنی کر دی جائے اور چند آدمی بالکل سامنے لے آئے جائیں۔"
"تو پھر؟ اس سے کیا ہوگا؟"
"میرا خیال ہے باس' اس وقت آپ میرے کہنے پر عمل کریں۔"
"بکو مت!" بنی جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔ "میں تم سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں میں کسی کا مش
قبول نہیں کرتی۔"
"مشورہ نہیں' التجا ہے باس۔" میں نے کھسیائے ہوئے انداز میں کہا۔
"لیکن اس سے فائدہ کیا ہوگا؟" بنی نے کہا۔
"ہم صرف چند لوگ سامنے لائیں گے جو لانچوں سے ملنے والے احکامات پر عمل کریں گے اور ہم لانچ والوں کو رینج پر لے آئیں گے اور ہمارے پوشیدہ آدمی ان پر حملہ کر دیں گے۔"
"اوہ۔ تمہارا خیال ہے کہ ———" بنی نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور میری آنکھوں میں د
لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے گردن ہلائی۔ "ٹھیک ہے' میں ہدایات جاری کرتی ہوں۔"
"بہت بہت شکریہ باس!" میں نے بدستور خوشامدانہ انداز میں کہا اور بنی ہدایات جاری کرنے
میں اسے ڈوب جانے دیتا۔ ظاہر ہے انٹرپول کی کوششیں تھوڑی ہی دیر میں ان لوگوں کا صفایا کر دیتیں
بہرحال ہم دونوں بھی تو ان میں شامل تھے اور بنی جہنم میں جائے' اپنی جان بچانا تو بہرحال ضروری تھا۔
بنی نے ہدایات جاری کر دیں اور اریو نے بھی اس تجویز کو بے حد پسند کیا۔ اس نے فوری طو
اس پروگرام پر عمل شروع کر دیا تھا۔ پھر میں نے بنی سے پوچھا۔ "لانچ پر اسلحہ تو کافی ہے مادام؟"
"ہاں اسلحے کی کمی نہیں ہے۔" بنی نے جواب دیا۔
"دستی بم وغیرہ بھی ہوں گے؟"
"موجود ہیں۔" بنی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔
"تب باس' کیوں نہ لانچوں پر دستی بموں کی بارش کر دی جائے۔ صرف چند لوگ وہ ہوں جو گو
چلائیں۔ باقی لانچوں کو تباہ کریں۔"
"کیا تم لانچ پر تسلط چاہتے ہو ریتو۔ کیا تم دوسروں کو یہ بتانا چاہتے ہو کہ تم بہت بڑے لڑاکے'
تمہاری تجاویز بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔" بنی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔
"یہ گفتگو میں تنہا آپ سے کر رہا ہوں باس' کوئی اور موجود نہیں ہے اس لیے دوسروں کی نگ
میں ممتاز ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ویسے آپ کی مرضی ہے' جو آپ پسند کریں۔"
"ریتو! میں خصوصی طور پر تمہاری بات مان رہی ہوں لیکن میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ م
کے مشورے قبول نہیں کرتی۔ یہ میری عادت نہیں ہے۔"
"مادام کی مرضی' لیکن یہ تو لانچ کو بچانے کے لیے ایک قدم تھا۔"
"کیا میں ذہنی طور پر ناکارہ ہوں؟" بنی جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

ب میں شرمندہ ہوں باس۔" میں نے کہا اور سردارے کو اشارہ کر کے بنی کے کیبن سے نکل
زار نگاہوں سے مجھے گھورنے لگی تھی۔ پھر اس نے پاؤں پٹختے ہوئے دوبارہ انٹرکام کا سوئچ آن کر
آواز ابھری۔
ریو ——— اریو! تمام آدمیوں کو مقابلے کے لیے تیار کرو۔ پہلے لانچوں کی روشنیوں کو نشانہ بناؤ
لانچوں پر گولیاں برسانا شروع کر دو۔"
ل۔ لیکن باس ———"
و کچھ کہا جا رہا ہے' کرو۔" بنی گرجی۔
یس باس!" اریو نے جواب دیا۔ ہم دونوں نیچے پہنچ گئے تھے لیکن میں نے خاموش رہنا مناسب
میں سیدھا اریو کے پاس پہنچا۔
ہلو اریو!"
یس مسٹر ریتو!"
کیا پہلی ترکیب عمدہ نہیں تھی؟"
یقیناً۔ نہ جانے کیوں باس نے پروگرام بدل دیا۔ میں نے تو سوچا تھا کہ اس طرح کام بن جائے گا
کے اس دوسرے حکم سے میں خوش نہیں ہوں۔"
بات اس وقت حکم کی نہیں ہے' لانچ بچا کر لے جانی ہے' اپنے آدمیوں کی زندگی بچانی ہے اور بنی
ان عمر کی ایک لڑکی ہے۔ ناسمجھ اور احمق اس لیے اس وقت اس کے رتبے پر غور مت کرو۔"
اور اریو سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔
لیکن ——— اس کے بعد بہت برا ہوگا مسٹر ریتو!"
اوہ۔ اس وقت اس کی پرواہ مت کرو۔ میں نے یہ بات اس کے باپ سے بھی کی تھی اور اس کے
اس نے مجھے لانگ تھری دیا اور بلیک اسٹار کا عہدہ بھی' تاکہ ضرورت پڑنے پر میں اپنا حق استعمال کر

"آپ بلیک اسٹار ہیں جناب؟"
"ہاں۔ یہ نشان دیکھو۔" میں نے بلیک اسٹار کا نشان اسے دکھایا۔
"بس اب کوئی فکر نہیں ہے۔ تو وہ پہلی تجویز آپ کی تھی؟"
"ہاں اور اب ایک اور تجویز ہے!"
"وہ کیا جناب؟"
"لانچیں بہرحال ابھی اتنے فاصلے پر ہیں کہ ہمیں تھوڑی مہلت اور مل سکتی ہے اس لیے اسلحہ
دستی بموں کا ذخیرہ نکال لو اور اپنے آدمیوں کو ایسی جگہ چھپا دو جہاں سے وہ دونوں لانچوں کو دستی
نشانہ بنا سکیں' باقی چند گولیاں برسانے پر رہیں۔ صرف ان لوگوں کو دھوکے میں رکھنا ہے ورنہ وہ
"
"بالکل ٹھیک جناب۔ میں ابھی سارے انتظامات کر لیتا ہوں۔" "بنی کو فی الحال اس کی
کے مطابق جوابات دیے جائیں تاکہ وہ مطمئن رہے۔"

"اوکے سر!" ایرو نے جواب دیا اور پھر وہ اٹھ گیا۔

لانچیں نزدیک سے نزدیک تر آتی جا رہی تھیں۔ پھر ان پر سے میگافون کے ذریعے کہا گیا۔ "ایک ایک حرکت نگاہ میں ہے۔ ہلنے کی کوشش مت کرنا' کوئی حرکت نہ ہونے پائے ورنہ لانچ ایک تباہ کر دی جائے گی۔"

"ایرو!" میں نے ایرو کو آواز دی۔

"یس ۔۔۔۔ یس مسٹر ریتو!"

"میگافون ہے؟"

"یس سر!"

"مجھے دو۔" میں نے کہا اور چند ساعت کے بعد ایرو نے دو ہلکی ٹامی گنیں اور ایک میگا مہیا کر دیا۔ ٹامی گنیں ہم نے روشنی کی زد سے بچتے ہوئے اپنے لباسوں میں چھپالی تھیں اور پھر میں فون پر کہا۔

"کسی غلط فہمی کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ براہ کرم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"پولیس ۔۔۔۔ انٹرنیشنل پولیس۔" جواب ملا۔

"تب ٹھیک ہے۔ کیا چاہتے ہو؟"

"جتنے افراد لانچ پر موجود ہیں' سامنے آجائیں۔"

"صرف ایک منٹ انتظار کرو۔" میں نے کہا اور پھر کل چھ آدمیوں کو میں نے اس طرح جیسے بہت سے لوگ کھڑے ہوں۔ تبھی بنی کی آواز ابھری۔

"ایرو! یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں کہتی ہوں یہ کیا ہو رہا ہے؟" وہ غرائی۔

"جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے ایرو۔ میں ساری ذمہ داری قبول کروں گا' تمہارے نہیں آئے گی۔" میں نے میگافون منہ کے پاس سے ہٹا کر کہا۔

"کیا لانچ پر کل یہی آدمی ہیں؟" پولیس لانچ سے پوچھا گیا۔

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"کون ہو؟ اور کہاں جا رہے ہو؟"

"ڈنمارک سے نکلے ہیں اور سویڈن جا رہے ہیں۔ لانچ افریقہ کے ایک جزیرے کی ہے کے لیے سامان لے جا رہے ہیں۔"

"کیا تمہارے پاس کلیرنس سرٹیفکیٹ موجود ہے؟"

"مکمل کاغذات موجود ہیں۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"لانچ کی تلاشی لی جائے گی۔"

"ہمیں اعتراض نہیں ہے۔"

"شکریہ! ہم لانچیں برابر لا رہے ہیں۔ تعاون کرو۔" پولیس لانچ سے کہا گیا اور میں نے کر دی۔ لانچیں نزدیک آنے لگیں۔ ایرو تعریفی انداز سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چمک اور پھر دونوں لانچیں کافی قریب آگئیں۔ ان پر موجود آدمی مسلح کھڑے تھے لیکن اس سے زیادہ

ٹھیک نہیں تھا اس لیے میں نے ایرو کو اشارہ کیا۔

"یس سر!" ایرو سرگوشی میں بولا۔

"تیار ہو؟" میں نے بھی اسی انداز میں کہا۔

"بالکل!" ایرو نے جواب دیا۔

"تب ۔۔۔۔" میں رکا اور پھر میں نے دونوں ہاتھ اوپر کر کے نیچے گرا دیئے اور اچانک لانچ سے برسنے لگیں اور پھر دستی بموں کی بارش ہو گئی۔ پولیس لانچوں نے زبردست دھوکا کھایا تھا۔ گولیاں ے آدمیوں کو چاٹ گئیں اور دستی بموں نے لانچوں پر تباہی مچادی۔ ایسا اچانک اور ایسا بھرپور حملہ تھا س لانچوں سے ایک بھی گولی نہیں چلی اور پھر دوسرے حکم کے تحت لانچ پیچھے ہٹالی گئی۔ دستی بم رہے تھے اور پولیس لانچوں پر افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔

"کافی ہے ایرو۔ لانچ بچا کر نکال لے چلو۔" میں نے کہا۔ ایرو اب میرے ساتھ مکمل تعاون کر رہا نے میری اس ہدایت پر بھی عمل کیا اور ہم نے لانچ کافی پیچھے ہٹالی۔ دونوں پولیس لانچوں پر آگ لگی ی۔ پیچھے ہٹ کر ہم نے ایک سمت پکڑی اور چل پڑے۔ ملاح خوشیاں منا رہے تھے اور ایرو میرا ن گیا تھا۔

"تم تو واقعی حیرت انگیز انسان ہو ریتو!" اس نے کہا۔

"کیوں ایرو؟"

"کینو تمہارے فن کے گن گا رہا ہے حالانکہ وہ اپنے فنکار ہونے پر بڑا مغرور تھا اور اب میں ذات کے گن گا رہا ہوں۔" ایرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھنا یہ ہے کہ بنی کون سے سروں میں گا رہی ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایرو نے کھیں بند کر لیں۔

"اس کے گیت بڑے ہی خوفناک ہوں گے مسٹر ریتو!"

"ویسے اپنے اس انداز میں وہ باعث نقصان بھی ہے۔" میں نے کہا۔

"مکلینو اس کی خوشی کے لیے بڑے سے بڑا نقصان اٹھانے کو تیار ہے۔" ایرو نے آہستہ سے ۔

"صرف مالی۔ انسانی زندگیوں سے کھیلنے کی اجازت تو اس نے نہ دی ہو گی؟"

"اوہ' نہیں میرے دوست! مکلینو نے ساتھیوں کی زندگی بھی مکلینو کی امانت ہوتی ہے اور ر کی کوئی چیز اس کی بیٹی کے استعمال میں آسکتی ہے۔"

"بہت خوب! گویا تم لوگوں کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں ہے؟"

"ضمانت۔ شاید نہیں۔" ایرو آہستہ سے ہنسا پھر خاموش ہو گیا۔ میں اسے غور سے دیکھنے لگا تھا۔ اسی امنے سے آتی نظر آئی اور ایرو چونک پڑا۔ "مسٹر ریتو!" اس نے آہستہ سے کہا اور میں بھی بنی کی یکھنے لگا۔ بنی کا چہرہ لال ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں خوفناک انداز میں چمک رہی تھیں۔ اس نے ایرو کی مکا اور سرد لہجے میں بولی۔

"یہ سب کیا ہوا تھا؟"

"سب ٹھیک ہو گیا باس! آپ نے دیکھا ہم نے انہیں کیسی شکست دی۔" ایرو نے جواب دیا۔

"تم نے؟" بنی نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں باس! رات کا وقت تھا اور صورت حال بہت ہی خراب تھی کیا آپ ہماری اس کوشش سے خوش نہیں ہوئیں؟"

"بہت خوش ہوئی ہوں اور تمہیں انعام دینا چاہتی ہوں۔" بنی نے جواب دیا۔

"اوہ۔ باس۔ مقصد تو...... مقصد تو......" ایرو نے کہا لیکن بنی نے ہاتھ سیدھا کیا۔ اس کے ہاتھ میں پستول چمک رہا تھا۔

"میں کہتی ہوں میری ہدایت پر عمل کیوں نہیں کیا گیا؟"

"تب۔ باس——" ایرو ہکلا کر رہ گیا۔

"تمہارا انعام——" بنی نے فائر کیا اور گولی ایرو کے دل کے مقام پر پیوست ہو گئی۔ اس کا منہ کھلا، اس نے میری طرف دیکھا اور اسی وقت بنی نے دوسرا فائر کیا اور اس بار گولی نے ایرو کی پیشانی توڑ دی تھی۔

میری رگوں میں خون کی جگہ گرم لاوا تیرنے لگا اور اچانک میں غرا کر جھپٹا اور بنی کے پستول والے ہاتھ پر لات ماری۔ پستول کافی اونچا اچھل گیا تھا جسے سردارے نے لپک لیا۔ بنی خونخوار انداز میں میری طرف جھپٹی۔

"اوہ۔ اوہ کتے۔ ریتو کتے۔ تیری یہ مجال۔" اس نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا لیکن میرے زوردار تھپڑ نے اس کے حواس درست کر دیئے۔ وہ چکرا کر نیچے گر پڑی تھی۔ پھر میں نے اس کے بال پکڑ کر کھڑا کر لیا۔ چاروں طرف سے آدمی دوڑ پڑے تھے اور سردارے نے انہیں کور کر لیا۔

"خبردار——کوئی اس معاملہ میں نہ بولے۔" سردارے نے غرا کر کہا۔

"ایرو——کیپٹن ایرو!" بہت سی آوازیں نکلیں۔

"اسے بنی نے قتل کر دیا ہے۔ اس نے کیپٹن ایرو کو اس بات کی سزا دی ہے کہ اس نے لانچیں کیوں تباہ کر دیں۔" سردارے نے جواب دیا۔

"لیکن——وہ ہمیں تباہ کر دیتے۔" بہت سے لوگ بولے۔

"بنی اسی میں خوش تھی۔" سردارے نے جواب دیا اور لوگ حیرت سے مجھے اور بنی کو دیکھتے رہے۔ بنی پاگل ہو گئی تھی۔ وہ اچھل اچھل کر حملے کر رہی تھی لیکن میں نے اس کی شکل بگاڑ دی۔ میرے زوردار تھپڑوں نے اس کا منہ سرخ کر دیا تھا اور اس کے بہت سے بال اکھڑ کر میری مٹھی میں تھے۔

"میں تجھے اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا کتیا—— ورنہ ہوش میں آ جا۔" میں نے کہا اور ایک زوردار دھکا دے دیا۔ بنی گر پڑی اور پھر شاید وہ بے ہوش ہی ہو گئی۔ اتنی حیرت برداشت نہیں کر سکی تھی۔ دوسرے لوگ عجیب گومگو کی کیفیت میں تھے۔ بنی کی یہ درگت ان کے لیے حیرت انگیز تھی۔ ذاتی طور پر شاید انہیں بنی سے محبت نہیں تھی، لیکن مکلینو کے خوف نے خوفزدہ کر رکھا تھا اور وہ فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ کیا کریں۔ ایرو کی موت بھی ان کے لیے تکلیف

"اسے اٹھا کر کیبن میں لیجاؤ سردارے اور سنبھالے رکھنا۔ میں ان لوگوں کو ہینڈل کرتا ہوں۔ وہ کام پہلے ہو گیا جو ہمارے پروگرام میں شامل تھا۔"

"او کے استاد!" سردارے نے مستعدی سے کہا۔ ان لوگوں کی خاموشی نے ہماری ہمت کافی بڑھا دی سردارے نے جھک کر بنی کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا اور پھر وہ اسے لے کر آگے بڑھ گیا۔ میں نے کھڑے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھا اور پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"ایرو مر چکا ہے۔ اس کی لاش کا کیا کیا جائے گا؟"

"بات کیا ہوئی مسٹر ریتو۔ مس بنی نے ہی ایرو کو قتل کیا ہے نا؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"ہاں۔ صرف اس بات پر کہ اس نے بنی کی مرضی کے خلاف جنگ کیوں لڑی بنی چاہتی تھی کہ اگر جنگ کی جائے خواہ اس میں ہمارے سارے لوگ مارے جائیں۔"

"وہ بہت ضدی ہے۔ ہمیں معلوم ہے اور مکلینو کی نگاہ میں ہماری زندگی کی کوئی حیثیت نہیں" دوسرے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"لیکن اب کیا ہو گا مسٹر ریتو؟"

"تم لوگ بتاؤ، تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہم سب کی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے مسٹر ریتو۔ بنی، مکلینو سے کہے گی اور وہ ہمیں زندہ چھوڑے گا۔"

"اوہ۔ تمہیں اپنی زندگی بچانے کی جدوجہد کرنی چاہیئے۔"

"مگر کس طرح؟"

"یہ لانچ اب ہماری ہے۔ اس پر جو کچھ ہے ہمارا ہے۔ بس اسے حاصل کر کے آپس میں تقسیم کر لو اور جس کا منہ جدھر اٹھے نکل جاؤ اور پھر بقیہ زندگی دوسرے انداز میں گزارو۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔" میں نے کہا اور ان لوگوں کے چہرے سرخ ہو گئے۔ ان کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔

"کیا یہ ممکن ہے مسٹر ریتو؟"

"اس کے علاوہ اور کوئی بات ممکن ہی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بنی کا کیا کیا جائے گا؟" کسی نے پوچھا۔

"اسے فوراً قتل کر کے سمندر میں ڈال دیا جائے۔" دوسرے نے مشورہ دیا۔

"میرا ایک اور خیال ہے دوستو۔" گینو نے دخل دیا اور دوسرے لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ "تم لوگ دیکھ چکے ہو، ریتو ہمارے لیے بہتر سوچتا ہے۔ وہ ذہین بھی ہے کیوں نہ ہم سارے معاملات اس پر چھوڑ دیں اور اس وقت تک اس کے کہنے پر عمل کریں جب تک اپنا کام نہیں کر لیتے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہمیں منظور ہے۔" سب نے جواب دیا۔

"تب سب سے پہلے ایرو کی لاش کا بندوبست کرو۔" میں نے کہا اور سب میرے حکم کی تعمیل میں لگ گئے۔ وقت زیادہ نہیں تھا اس لیے بہت جلد ایرو کی لاش کو کپڑوں میں لپیٹ کر سمندر برد کر دیا گیا پھر میں نے ملاحوں کو جمع کیا اور پوچھا۔ "بالمو کا سفر کتنا ہے؟"

"سیدھے راستے سے ڈیڑھ گھنٹے میں بالکل عبور کیا جا سکتا ہے لیکن ہم لمبا چکر لگا کر آئے ہیں تاکہ

لانچ کا راستہ نہ چیک کیا جاسکے۔ اس طرح تقریباً سات گھنٹے کا سفر بن جاتا ہے۔"

"گویا ہم دن میں بالمو پہنچیں گے؟"

"ہاں مسٹر ریتو!"

"پھر اس کے بعد' بالمو میں کیا ہوگا؟"

"بالمو میں گروہ کے لوگ مل جائیں گے' وہ ہمیں قصبہ لنڈ تک لے جائیں گے۔ وہاں سے لا
گروپ لاگن تک اور لاگن سے تیسرا گروپ ہمیں اسٹاک ہوم لے پہنچے گا۔"

"خوب!" میں نے گردن ہلائی۔ "مال کا کیا ہوگا؟"

"بس ان لوگوں کی تحویل میں پہنچ جائے گا۔ وہاں وہی لوگ مال تقسیم کریں گے۔ یعنی اس کے
ہمیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔"

"لیکن اب صورت حال دوسری ہے دوستو۔ ان معلومات کے تحت میں نے اپنا فیصلہ بدل
ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا مسٹر ریتو؟" گینو نے پوچھا۔

"ہم کل کا دن سمندر میں گذاریں گے۔ یعنی وقت پر وہاں نہیں پہنچیں گے جہاں ہمیں پہنچنا
بلکہ ایک دن سمندر میں گذار کر رات کو بالمو کے اس ساحل سے لگیں گے جہاں ہمیں پہنچنا تھا اور پھر
لانچ خالی کرلیجائے گی اور اگر کچھ لوگ اس وقت بھی مل گئے تو پھر ان سے نمٹ لیا جائے گا۔"

"اوہ' لیکن مسٹر ریتو' سمندر بھی ہمارے لیے خطرناک ہے۔ انٹرپول کی صرف دو لانچیں گش
نہیں ہوں گی' دوسری لانچیں دوسرے علاقوں میں ہوں گی اور ممکن ہے انہیں اپنی ان دو لانچوں کی گم
کی اطلاع مل جائے۔ ایسی صورت میں ہم سمندر میں زیادہ نقصان اٹھا جائیں گے۔" گینو نے کہا۔

"ہوں۔" میں اس کی بات پر غور کرنے لگا۔ بات کسی حد تک ٹھیک ہی تھی لیکن ابھی ذہن
طور سے کام بھی نہیں کر رہا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا' غیر متوقع طور پر ہی ہوا تھا اور کوئی بات ذہن میں فٹ نہ
رہی تھی۔ میں نے چند ساعت سوچا اور پھر کہا۔ "ٹھیک ہے گینو۔ ابھی لانچ کو اپنے راستے پر چلنے
رات سونے کی رات تو نہیں ہے۔ ہم کوئی فیصلہ کرلیں گے۔"

"اوکے مسٹر ریتو! لیکن ایک بات میں آپ سے ضرور کہوں گا۔" گینو نے کہا۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر اس پروگرام پر عمل کرنا ہے جس کے بارے میں آپ نے کہا ہے تو اس کے لیے ضرور
کہ آپ بنی کو ختم کردیں۔"

"اوہ' نہیں گینو۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ ہم اسے زندہ رکھیں گے لیکن پوری نگرانی میں۔ ا
کہ وہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ تم اسے میرے اوپر چھوڑ دو۔"

اوکے!" گینو نے کہا اور پھر ان لوگوں سے رخصت ہو کر میں اس طرف چل پڑا' جہاں س
بنی کو لے گیا تھا۔ خود میرا ذہن چکرایا ہوا تھا۔ کوئی فیصلہ ہی نہیں کرپا رہا تھا۔ یہ سب کچھ قطعی غیر
لیکن اب تو اندھے فیصلے ہی کرنے تھے۔ وقت بہت کم تھا اور کام بہت۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس
میں پہنچ گیا جو بنی کا تھا۔ سردارے اسے یہیں لایا تھا لیکن صورت حال بڑی دلچسپ تھی۔ بنی کے دو

ے ہوئے تھے۔ پاؤں بھی بندھے ہوئے تھے اور وہ فرش پر بیٹھی سردارے کو گھور رہی تھی۔ خود
ایک کرسی پر اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا لیکن اس طرح کہ کرسی کی پشت بنی کے سامنے تھی اور
کا چہرہ بھی۔ سردارے نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل
مس بنی ہوش میں آگئیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

ضرورت سے زیادہ ہی ہوش میں آگئی ہے استاد۔ ارے خدا کی قسم' اس نے میرے ہونٹوں پر وہ
سہ دیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ یہ تو ماہر بوسیات معلوم ہوتی ہے۔" سردارے نے اردو میں کہا۔

کیا مطلب؟"

آنکھوں میں بھی بڑا نشہ ہے کم بخت کی۔ بس یوں سمجھ لو کہ میں نے پوری زندگی میں آج سے
ں کیا خود پر' اور معاملہ بھی دوسرا تھا' میں اب اتنا احمق بھی نہیں ہوں استاد۔ وہ مجھے بے وقوف
ہوئی تھی۔"

مگر یہ ہوش میں بہت جلد آگئی؟" میں نے تعجب سے کہا۔

بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔ کہہ رہی تھی بس چکر آگیا تھا۔" سردارے نے جواب دیا۔

تفصیل بتاؤ۔" میں نے کہا۔

بس میں نے یہاں لا کر بستر پر لٹایا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند ساعت مجھے گھورتی رہی اور
طور پر ٹھنڈے لہجے میں بولی کہ یہ کیا ہوا۔ میں نے اسے تفصیل بتائی تو سوچ میں ڈوب گئی اور پھر
ہوئے انداز میں بولی کہ واقعی اس سے غلطی ہوئی ہے۔ اس نے بلاوجہ ایرو کو قتل کردیا۔ اس نے
سے معافی مانگنا چاہتی ہے۔ ریتو عظیم ہے۔ بہت سے رنگ بدلے ہیں اتنی سی دیر میں اس نے
ب میں بے بس بنا رہا اور اسے احساس ہوگیا تو اس نے مجھ سے لگاؤ کا اظہار کیا اور میرا بوسہ لے کر
کیا پوزیشن ہے۔ جب اس نے میرا بوسہ لیا باس تو میں نے محسوس کیا کہ اب میری کھوپڑی لائن
ئی ہے۔ چنانچہ حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے اسے باندھ دیا اور پھر اسے بوسے لینے کی کھلی
دی۔ یقین کرو باس' میں نے اسے باندھنے کے بعد اس کا ایک بھی بوسہ نہیں لیا۔"

لوگ۔" بنی غرائی۔ "تم لوگ میری زبان میں گفتگو نہیں کرسکتے؟"

سکتے ہیں مس بنی! فرمائیے؟" میں نے کہا۔

سوچا ہے تم نے' اب کیا کرنا چاہتے ہو؟"

ہمارے ساتھی تمہارے خلاف ہوگئے ہیں مس بنی! انہیں ایرو کی موت کا رنج ہے۔"

چاہتے ہیں وہ؟"

غالب وہ مکلینو کے تسلط سے آزادی اور تمہاری موت چاہتے ہیں۔"

ر مکلینو انہیں زمین کی تہہ میں بھی نہیں چھوڑے گا' وہ بخوبی جانتے ہیں اور تم بھی سن لو'
ان کوئی زیادتی ہوئی تو۔ تم مکلینو سے واقف نہیں ہو۔ وہ تمہاری نسل تباہ کردے گا اور
سکون سے نہیں بیٹھے گا جب تک تمہارے خاندان کا ایک ایک فرد فنا نہ ہوجائے۔"

سے اس کا مطلب ہے کہ میرا ساتھی تمہارے بارے میں جھوٹ بول رہا تھا۔" میں نے متحیران
لا خاموشی سے مجھے گھورتی رہی۔ "میرا ساتھی کہہ رہا تھا کہ تمہیں اچانک اپنی غلطی کا احساس

ہو گیا ہے۔ وہ مجھ سے پرزور فرمائش کر رہا تھا کہ تمہیں معاف کر دیا جائے تم اتنی بری نہیں ہو۔ لیکن
میں حماقت کر بیٹھی ہو۔"

"اوہ کتے۔ تمہاری حیثیت کیا ہے، تم مجھے معاف کرو گے۔ تم ——— تھو۔" اس نے
تھوک دیا۔

"ارے۔ ارے مس بنی! کیا کرتی ہیں۔ سب کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔" سردارے چیخا۔

"لکھ لو۔ تم اس بات کو لکھ لو۔ تمہیں ایسی عبرتناک موت دی جائے گی کہ تم۔ مرنے کے
اسے نہیں بھول سکو گے۔"

"سردارے!" میں نے سردارے کو آواز دی۔ مجھے اس پر بے پناہ غصہ آ گیا تھا۔
روشنیاں سی کوندنے لگی تھیں۔ طبیعت نہ جانے کیسی ہو گئی تھی۔ عجیب سی شیطانت ابھر رہی تھی
خود پہلی بار خود میں یہ کیفیت محسوس ہوئی تھی۔

"ماسٹر!" سردارے نے اداکاری کی۔

"باہر جاؤ!" میں نے کہا اور سردارے نے چونک کر مجھے دیکھا لیکن چند ساعت کے لیے
تو میں نے اس کی طرف دیکھا اور سردارے ایک دم سنبھل گیا۔

"اوکے استاد۔ اوکے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گیا۔

"سنو۔" میں نے اسے آواز دی اور وہ رک گیا۔ "جب تک میں دروازہ نہ کھولوں کوئی
آئے۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلاتا باہر نکل گیا۔ نہ جانے میری صورت اس وقت کیا
تھی۔ بہرحال زندگی میں ایک نئی کیفیت سے آشنا ہو رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سینے میں دل کا
ایک ٹکڑا رکھا ہو۔ سردارے باہر نکل گیا تو میں نے کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر میں
اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے بال پکڑے اور اس کا چہرہ اوپر اٹھا لیا۔

"مکلینو! میں اسے خارش زدہ کتے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ سمجھی کتیا۔ میں
سے نکلنے کے لیے اسے احمق بنا رہا تھا۔ میں نے خود اس تک رسائی حاصل کی تھی اور میں اپنی
کامیاب رہا۔ میں ساری دنیا میں سب سے زیادہ مغرور انسان ہوں۔ میں اپنے سامنے کسی کو کچھ
نہیں سمجھتا۔ مکلینو کیا بیچتا ہے لیکن تیرے خیال میں، وہ بے حد خطرناک ہے تو سن۔ میں
بدترین سلوک کروں گا اور پھر تجھے چھوڑ دوں گا۔ تو مکلینو کو میرے بارے میں سب کچھ بتا
کے بعد میں اس کے انتقام کا انتظار کروں گا۔"

میری آواز میں نہ جانے کیا تھا، بنی کے چہرے پر کسی قدر بدحواسی نظر آئی۔ میں نے
اسے کھڑا کر لیا پھر گھما کر اس کا رخ دوسری طرف کر لیا اور اس کے ہاتھ کھول دیے۔ اس کے
اور پھر اسے بازوؤں میں بھر کر میں نے اسے مسہری پر اچھال دیا۔ بنی کے حلق سے ایک چیخ نکلی
اس وقت میں درندہ بنا ہوا تھا۔ کوئی آواز میرے کانوں میں نہیں آ رہی تھی۔ میں مسہری پر
نیچے چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے بازوؤں میں سنبھال کر پھر مسہری پر پٹخ دیا اور
کے واقعات کی تفصیل میرے ضمیر پر ہتھوڑوں کی طرح برس رہی ہے۔ میں اپنی زندگی
بدترین دور تصور کرتا ہوں، جب انسانیت کا کوئی احساس میرے اندر باقی نہیں رہ گیا تھا۔

بدترین عرصہ تھا۔ میں خود کو شدید مجرم محسوس کرتا ہوں حالانکہ میری ذہنی تربیت حالات نے کی
ممکن ہے آپ میرے اس دور کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ میں چاہوں تو اسے چھپا بھی سکتا ہوں لیکن
ایک اعتراف ہے۔ میں نے اس میں ہر سیاہ سفید سب کم و کاست پیش کیا ہے اس لیے میں اپنی اس
مخلص ہوں۔ میں کچھ نہیں چھپاؤں گا۔

میں نے زندگی میں پہلی بار اس درندگی کے دور میں قدم رکھا۔ بنی لڑکی تھی۔ وہ غرا رہی تھی، نوچ
کر رہی تھی لیکن میں نفرت سے اسے پامال کر رہا تھا۔ میں اس کے غرور کی ایک ایک شکن مٹا دینا
میں اسے بے بسی کی انتہا تک پہنچا دینا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ ہر وہ بہیمانہ سلوک کیا جس کی
انسانیت نہیں دیتی اور پورے ایک گھنٹے تک وحشت و بربریت کے مناظر سامنے آتے رہے اور پھر
خوردہ لڑکی میرے سامنے پڑی تھی۔ میں نے نفرت سے اسے مسہری سے دھکیل دیا۔ نیچے
نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

تب میں نے خود کو درست کیا اور پھر باہر نکل آیا۔ سردارے باہر موجود تھا۔ میں نے اس کی طرف
سردارے کے چہرے پر عجیب سی کیفیت تھی۔

"کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"خاموشی ہے استاد!" سردارے آہستہ سے بولا۔

"اندر جاؤ۔ اسے نگاہ میں رکھو، کوئی حرکت نہ کرنے پائے۔" میں نے کہا اور سردارے نے گردن
پھر وہ اندر داخل ہو گیا اور میں حالات کا جائزہ لینے آگے بڑھ گیا لیکن اسی وقت گینو آتا نظر آیا اور
کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ گینو تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔ غالباً وہ دوڑتا آیا تھا۔

"گڑبڑ ہو رہی ہے مسٹر ریتو!" اس نے کہا۔

"کیا بات ہے؟"

"ٹرائن، مکلینو کا منہ چڑھا ہے۔ برا آدمی نہیں ہے۔ اریو سے وہ بھی انسیت رکھتا ہے لیکن میرا
وہ مکلینو سے خوفزدہ ہے۔"

"پھر؟"

"اس نے چند لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بہرصورت بنی کے احکامات کی
کرنی چاہیے کیونکہ بالمو پہنچ کر بہرحال مکلینو کے آدمیوں سے واسطہ پڑے گا اور اگر بنی کے
برا سلوک ہو گیا تو پھر کہیں پناہ نہیں مل سکے گی۔ اس نے بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا ہے۔
ہے اب وہ آپ کے خلاف گڑبڑ کریں گے۔"

"ان کی تعداد کتنی ہو گی گینو؟"

"تقریباً بارہ آدمی ہیں۔"

"ہوں۔ کیا دوسرے لوگ ہمارا ساتھ دیں گے؟"

"ممکن ہے وہ بھی خوفزدہ ہو کر ٹرائن کی باتوں میں آ جائیں۔"

"خود تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں ان سے مختلف انداز میں سوچ رہا ہوں۔"

"یعنی؟"

"میرا دعویٰ ہے کہ اس کے باوجود وہ موت کا شکار ہو جائیں گے۔ بنی بے حد کینہ پرور ہے لوگ اس وقت یکجا ہی تھے جب آپ نے بنی کو مارا تھا اور مکلینو اس بات پر انہیں کبھی معاف نہ کرے گا۔ اب بنی سے ہمدردی کرنے کے باوجود وہ نہ بچ سکیں گے۔"

"تم میرا ساتھ دو گے؟"

"ہاں!" گینو نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"تو پھر جاؤ۔ اپنے چند آدمیوں کو علیحدہ کر کے مسلح کر دو۔ انہیں بھی سمجھا دو کہ ٹرائن کا ساتھ دینے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ بہتر ہے کہ سویڈن پہنچ کر وہ دنیا کے مختلف حصوں میں نکل جائیں اور مکلینو سے نجات حاصل کر لیں۔"

"آپ کو بھی اسلحے کی ضرورت ہو گی مسٹر ریتو؟"

"اوہ۔ ہمارے پاس اسٹین گنیں موجود ہیں۔ اگر وہ گڑبڑ کریں تو۔ تم جانتے ہو گینو۔"

"او کے مسٹر ریتو! ویسے حالات بری طرح بگڑے ہیں لیکن خیر۔ ہم کون سے اچھے لوگ ہیں۔ جاتا ہوں آپ ہوشیار رہیں۔" گینو نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ گینو واپس چلا گیا اور میں بھی وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ پھر میں نے سردارے کو آواز دی اور سردارے باہر نکل آیا۔

"کیا کر رہی ہے؟"

"اسی پوزیشن میں خاموش پڑی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ذہنی توازن کھو بیٹھی ہو۔ میری طرف بھی نہیں، بس زمین پر پڑی چھت کی طرف تک رہی ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"آؤ۔" میں نے سردارے سے کہا اور کیبن میں آ کر میں نے بنی کو زمین سے اٹھایا۔ پھر اسے دوبارہ اس کے ہاتھ پاؤں میں ڈال کر اسے مسہری پر لٹا دیا اور بدن پر چادر ڈال دی۔ پھر میں نے سردارے کو اسٹین گن سنبھالنے کے لیے کہا اور ہم دونوں خاموشی سے باہر نکل آئے۔ میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایک جگہ منتخب کی۔ یہ بلندی پر تھی۔ میں سردارے کے ساتھ وہیں بیٹھ گیا۔

"ہم یہیں سورج نکلنے کا انتظار کریں گے۔"

"ٹھیک ہے باس!" سردارے مستعدی سے بولا۔

"نیند تو نہیں آ رہی؟"

"بالکل نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"صورت حال بگڑی ہوئی ہے۔"

"یعنی؟"

"ٹرائن نے ملاحوں کی بڑی تعداد اپنے حق میں کر لی ہے۔ وہ لوگ بنی کے حق میں کام کرنا چاہتے ہیں اور ظاہر ہے ہمارے خلاف ہیں۔"

"ارے۔ یہ ٹرائن کون ہے؟" سردارے نے تعجب سے پوچھا۔

"انہی میں کوئی ہو گا۔"

"تو وہ کیا چاہتے ہیں؟"

"ظاہر ہے بنی کو خوش کرنے کے لیے ہماری موت۔"

"ہمارے ساتھ بھی کچھ لوگ ہیں؟"

"گینو۔ اب وہ کتنے لوگوں کو اپنا ہم خیال بناتا ہے' یہ تو معلوم ہونے میں دیر لگے گی۔"

"اوہ۔ پھر فکر کس بات کی ہے استاد۔" سردارے نے چہک کر کہا اور اسٹین گن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"فکر کسی بات کی نہیں ہے' بس اطلاع دی ہے۔"

"او کے چیف۔ سب ٹھیک ہے۔ بات اس الو کی پٹھی نے ہی خراب کی ہے۔ ویسے میرا خیال ہے ...نے اس کا دماغ درست کر دیا ہے۔" سردارے بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور ...وشی سے چاروں طرف دیکھتا رہا۔

عجیب خوفناک رات تھی۔ اپنی سیاہی میں بے شمار واقعات سمیٹے ہوئے۔ اس پوری رات کی کہانی ...نوں کی کہانی معلوم ہوتی تھی۔ بہت کچھ ہوا تھا اس رات میں' بہرحال' اس کی سیاہ چادر سمٹنے لگی اور اجالا ...وٹ نکلا۔ پھر روشنی ہو گئی۔ اور روشنی کی پہلی کرن کے ساتھ ہی ہم نے بہت سے ملاحوں کو دیکھا اور جو ...لحہ لیے ہوئے بنی کے کیبن کی طرف آ رہے تھے۔

"ہوشیار سردارے! یہ بہت اچھی بات ہے کہ انہوں نے کھیل شروع کرنے کے لیے روشنی کا ...نظار کیا۔" میں نے کہا۔

"گینو کہاں ہے استاد؟"

"وہ ان میں نہیں ہے۔"

"بہت سے لوگ نظر نہیں آ رہے۔"

"ہاں۔" میں نے گردن ہلائی اور اسی وقت ایک ملاح چیخ کر بولا۔

"ریتو! باہر آؤ۔ مادام بنی کو باہر لاؤ۔ ہم مکلینو کے وفادار ہیں۔ اگر تم نے بنی کے ساتھ کوئی برا ...لوک کیا ہے تو ہم تمہیں اس کی سزا دیں گے۔"

"اگر تم خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو گے تو ہم تمہیں زندہ رہنے دیں گے۔ تمہارا فیصلہ ...کلینو ہی کرے گا۔ ہماری زندگی میں تم بنی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ دوسری صورت میں ہم تمہیں قتل ...ردیں گے۔ باہر آؤ۔ باہر آؤ۔" وہ سب مل کر شور مچانے لگے۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ میں نے ...ن کے عقب میں گینو کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں لیکن گینو اور دوسرے لوگ نظر نہیں آئے۔ ممکن ہے ...س کا فیصلہ بدل گیا ہو اور اس نے ان لوگوں کے معاملے میں دخل نہ دینے کا فیصلہ ہی کر لیا ہو۔ میں نے ...ہا۔ بہرحال مجھے کسی کی مدد کا نہ انتظار تھا اور نہ ضرورت۔

"سردارے!" میں آہستہ سے غرایا۔

"تیار ہوں باس!" سردارے نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ ہم دونوں اسٹین گنیں سیدھی کر کے ...ندھے لیٹ گئے۔ وہ سب ہماری رینج پر تھے۔

"باہر آؤ کتے۔ تم نے مادام بنی کے ساتھ جو سلوک کیا ہے' اس کی تمہیں سزا ملے گی۔ باہر آؤ۔ ...مادام بنی کو باہر لاؤ۔" وہ پھر چیخے اور اب انتظار کی نہ تو تاب تھی اور نہ ضرورت۔ ہم نے ان کا نشانہ ...لے کر اسٹین گنوں کے دہانے کھول دیے اور گولیاں برسنے لگیں۔ وہ تھے ہی کتنے' دوسرے نشانے پر تھے'

تیسرے اس بات کے لیے تیار بھی نہ تھے چنانچہ مرنے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ یہ اندازہ بھی نہیں ہو سکے کہ گولیاں چل کدھر سے رہی ہیں۔ چاروں طرف خون اچھلنے لگا۔ وحشت اور اذیت میں ڈوبی دردناک چیخوں اور کراہوں کا شور برپا تھا' مرنے والے آخری چیخیں مار رہے تھے اور سرد ہوتے جا رہے تھے۔ میں اور سردارے خاموش نگاہوں سے ان کا جائزہ لیتے رہے اور پھر آخری آدمی کے سرد ہو جانے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور سردارے کی طرف دیکھا۔

"کیا تم ان کی موت سے آزردہ ہو سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں استاد۔ اب اس کی گنجائش کہاں ہے۔ میرے خیال میں' اس دور میں' اگر کسی کو مارنے کی ہمت نہ کی جا سکے تو پھر خود مرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ بس حالات یوں چل رہے ہیں کہ جو پہلے مار دے۔" سردارے نے جواب دیا اور میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ پھر ہم دونوں کیبن کی چھت سے نیچے کود آئے۔

"ادھر بھی کچھ گڑبڑ ضرور ہے سردارے۔" میں نے لانچ کے دوسرے حصے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" سردارے چونک کر بولا۔

"گینو ——— یا دوسرے لوگوں میں سے کوئی نظر نہیں آ رہا۔"

"ہاں!"

"کیا اس ہنگامے کے بعد بھی ان لوگوں کو اس قدر خاموش رہنا چاہیے تھا؟"

"ہاں۔ کچھ غیر فطری سی بات ہے۔" سردارے نے کہا۔

"بہرحال چوکنا رہنا۔" میں نے اسے ہدایت کی اور ہم لانچ کے دوسرے حصے میں پہنچ گئے لیکن یہاں کا منظر بھی کم خوفناک نہیں تھا۔ کئی لاشیں پڑی تھیں' الٹی سیدھی' بے ترتیب۔ ان میں گینو کی لاش بھی تھی۔ اس کی گردن آدھی سے زیادہ کاٹ دی گئی تھی۔ دوسرے لوگوں کے جسموں پر بھی چاقوؤں کے زخم تھے۔ رازداری کی وجہ سے گولیاں نہیں چلائی گئی تھیں بلکہ دھوکے سے ان سب کو ذبح کر دیا گیا تھا اور یہ یقیناً مجھ سے وفاداری کا شاخسانہ تھا۔

"بے چارہ گینو۔ میری وجہ سے مارا گیا۔" میں نے تاسف سے کہا۔

"اوہ' اور یہ اس کے ساتھی ہیں' وہ جو ہمارے حق میں تھے۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں خاموشی سے ان لاشوں کو دیکھتے رہے۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"تیرہ آدمی وہاں مارے گئے استاد' باقی یہ موجود ہیں۔ گویا اب اس لانچ پر صرف تین افراد رہ گئے ہیں۔"

"ہاں ——— اور لانچ منشیات سے بھری ہوئی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اس کا کیا کرنا ہے استاد؟" سردارے بولا۔

"کیوں؟ کیا ہمیں دولت کی ضرورت نہیں ہے؟"

"اوہ۔ تو ——— تو استاد۔"

"سب کچھ ذہن سے نکال دو۔ لانچ کنٹرول کرو۔ چلتے رہو۔ ہم مالمو پر ہی اتریں گے۔"

"کیا مطلب؟" سردارے چونک کر بولا۔

"راجہ نواز اصغراب دوسروں کی انگلیوں کا محتاج نہیں ہے۔ جاؤ۔ لانچ کنٹرول کرو۔ ہمیں نہایت ہوشیاری سے پوری لانچ سنبھالنا ہے۔ تمہیں دقت تو نہیں ہو گی؟"

"استاد! میں اس بارے میں تجربہ نہیں رکھتا۔"

"تجربہ تو میں بھی نہیں رکھتا لیکن مشکل کام تو نہیں ہے۔ اچھا تم جاؤ۔ بنی کو انجن روم میں لے آؤ۔ میں لانچ کنٹرول کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور سردارے اس بات پر آمادہ ہو گیا۔ میں لانچ کے کنٹرول کیبن میں پہنچ گیا۔ انجن اسٹارٹ تھا۔ ایندھن پورا موجود تھا' بس اسے چلانے کی ضرورت تھی۔ ہاں اگر کسی وجہ سے وہ بند ہو جاتی تو شاید ہم اسے نہ سنبھال پاتے' لیکن خوش بختی تھی کہ لانچ پورے آرڈر میں تھی۔ چنانچہ میں نے اسے بہ آسانی کنٹرول کر لیا۔

"تقریباً پندرہ منٹ کے بعد سردارے' بنی کے ساتھ آ گیا۔ بنی کے چہرے پر وحشت تھی۔ سردارے نے بتایا کہ لاشوں کو دیکھ کر وہ بری طرح سہم گئی تھی اور اب اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ وہ دہشت زدہ آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"بنی!" میں نے اسے نرم لہجے میں پکارا اور اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ دیکھتی رہی اور پھر اچانک اس پر چیخوں کا دورہ پڑ گیا۔ وہ بری طرح چیخ رہی تھی اور پھر وہ چیختے چیختے بے ہوش ہو گئی۔ سردارے خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "یہ گئی کام سے۔" میں نے کہا۔

"اب اس کا کیا کرو گے استاد؟"

"مکلینو کی بیٹی ہے' اسے واپس ملنی چاہیے۔"

"اوہ ——— مگر کس طرح؟"

"سوچیں گے سردارے۔ میرا خیال ہے اب ایک عادت ترک کر دو۔"

"کون سی چیف؟"

"کسی مسئلے پر فکر مند ہونے کی حالات جب ہماری پرواہ نہیں کرتے تو ہم حالات کی پرواہ کیوں کریں۔ جو کچھ ہونے لگے' شروع ہو جائے' تب اس کے بارے میں سوچو پہلے سے سوچنا حماقت ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد ——— سوری۔" سردارے نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ میرے ذہن میں منصوبے بن رہے تھے۔ فکر و تردد کا شائبہ بھی میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھا۔ بس یہ سوچ رہا تھا کہ اگلا قدم کیا ہو۔ ممکن ہے ہم مالمو کے قریب ہوں۔ ظاہر ہے لانچ کا رخ اسی طرف تھا۔ ایسی صورت میں مکلینو کے آدمیوں سے مڈبھیڑ بھی ہو گی اور ان کی ضرورت بھی تھی۔ ظاہر ہے مالمو میرے لیے اجنبی تھا اور مجھے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ ہمیں کون سے ساحل پر جانا ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے غور و خوض کے بعد میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔

"سردارے!" میں نے خاموشی سے سامنے دیکھتے سردارے کو آواز دی اور وہ چونک پڑا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ "دو کام کرو سردارے!"

"جی استاد؟"

"سب سے پہلے تو اسٹین گنیں پوری طرح لوڈ کرلو اور دو دو پستول لے کر لباس میں چھپالو۔ اس کے علاوہ تم اپنے بدن پر خون کے دھبے جگہ جگہ لگالو اور تھوڑا سا خون میرے لیے بھی لے آؤ۔"

"خون؟" سردارے ہچکچایا۔

"ہاں۔ کیا تمہیں کسی مردہ انسان کے نزدیک سے اس کا ضائع شدہ خون چراتے ہوئے خوف محسوس ہوگا؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"اوہ' نہیں استاد۔ ایسی کیا بات ہے۔"

"تو جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے کیبن سے باہر نکل گیا۔ بنی بدستور بے ہوش پڑی تھی۔ ویسے اب مجھے اس لڑکی سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ میں نے اسے نظرانداز کر دیا۔ اپنے بال اور لباس بے ترتیب کرلیا اور سردارے کا انتظار کرنے لگا۔ سردارے تقریباً پندرہ منٹ میں واپس آیا تھا۔ بہرحال وہ بھی میرا مقصد بخوبی سمجھ گیا تھا اس لیے اس کا لباس بھی بے ترتیب تھا اور حلیے سے وہ کوئی زخمی انسان نظر آرہا تھا۔

"ونڈر فل!" میں اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"جس کے خون سے میں نے یہ ڈرامہ کیا ہے استاد' اس سے پوری طرح معذرت کرلی ہے۔" سردارے نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہاری شرافت کی دلیل ہے۔" میں نے بھی مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"شکریہ استاد! یہ تمہارے لیے حاضر ہے۔" اس نے ایک پلاسٹک کا پیکٹ میری طرف بڑھا دیا جس میں خون بھرا ہوا تھا۔ میں نے پیکٹ اس کے ہاتھ سے لے کر خون کے دھبے اپنے بدن پر ہر جگہ لگائے۔ پیشانی اور بدن کے دوسرے کھلے ہوئے حصوں پر بھی خون لگایا اور اس کام سے فارغ ہوگیا۔

"ہائے استاد۔ تم تو مجھ سے بھی زیادہ زخمی ہوگئے لیکن اب ان خاتون کا کیا ہوگا؟"

"اسے یونہی رہنے دیا جائے گا۔"

"پروگرام کیا ہے استاد؟"

"ابھی تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔" میں نے کہا اور سردارے آنکھیں بند کرکے مسکرانے لگا۔

"ارے نہ بھی سمجھ میں آئے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ استاد کا کام ہے' کچا نہ ہوگا۔ مجھے پورا اطمینان ہے۔" سردارے نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔ پھر اس نے دونوں اسٹین گنیں اور بھری ہوئی دو پستولیں میرے سامنے رکھ دیں۔

"تمہاری پستولیں کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا اور سردارے نے اپنے لباس میں چھپی ہوئی پستولیں نکال کر میرے سامنے رکھ دیں۔ "ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور پھر سامنے نگاہیں جما دیں۔ روشنی اب پوری طرح پھیل گئی تھی اور پھر کافی دور۔ نگاہوں کی آخری رینج پر ——— ایک سیاہ لکیر نظر آئی اور ہم دونوں چونک پڑے۔ دونوں ہی غور سے اسے دیکھنے لگے اور پھر سردارے نے میری طرف دیکھا۔

"بالمو!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"یقیناً!" میں نے جواب دیا اور پھر میں نے کلائی کی گھڑی کو سامنے کرلیا اور اسے مکلینو کی

ـے طریقے پر آن کیا اور پھر میں اس پر کسی کو کال کرنے لگا۔ "ہیلو ——— ہیلو ——— ہوریشو ——— ہیلو ——— ہیلو۔" دوسری طرف سے جواب ملنے میں بھی دیر نہیں ہوئی

"ہیلو ——— کون ہے؟"

"بلیک اسٹار!"

"اوہ۔ نمبر؟"

"اٹھارہ!" میں نے جواب دیا۔

"اٹھارہ۔" دوسری طرف سے پرخیال انداز میں کہا گیا۔ "اوہ۔ شاید یہ نیا نمبر ہے؟"

"تمہیں میری گفتگو سے زیادہ نمبر سے دلچسپی ہے؟" میں نے ناگوار لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ سوری مسٹر۔ فرمایئے؟"

"میں اس لانچ سے بول رہا ہوں جو بالمو کی طرف آرہی ہے۔"

"ارے۔ اوہ۔ سوری۔ معاف کیجئے گا۔ میں شرمندہ ہوں۔ آپ کتنی دور ہیں؟"

"میرا خیال ہے بالمو سے زیادہ دور نہیں ہوں۔"

"مادام بنی اسے کنٹرول کر رہی ہیں؟"

"ہاں' لیکن......"

"معاف کیجئے گا مسٹر۔ کیا لانچ کو کوئی حادثہ پیش آگیا ہے؟"

"کیوں؟ تمہیں کیسے اطلاع ملی؟"

"اسٹاک ہوم سے خصوصی اطلاع ملی ہے۔ وہاں انٹرپول ہیڈ آفس میں ہمارا آدمی موجود ہے۔ ـات تو معلوم نہیں ہوسکیں لیکن خیال تھا کہ یہ مادام بنی کی لانچ ہی نہ ہو۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور ـلینو کی اس شاندار کارکردگی سے میں بہرحال متاثر ہوا۔ کتنی پھرتی سے کام ہوا تھا لیکن اس کا مطلب ـسمندر بھی بے حد خطرناک ہے۔ ممکن ہے انٹرپول کی لانچیں ہماری تلاش میں چل پڑی ہوں۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے پکارا گیا۔

"ہوں۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔ ہم ایک بدترین حادثے کا شکار ہوچکے ہیں۔ اس وقت لانچ کو کنٹرول کر رہا ہوں۔ میں جو لانچ چلانے سے بھی واقف نہیں ہوں' اس کے علاوہ میں سخت زخمی ہوں۔ فوری طور پر مدد نہ ملی تو میں نہیں کہہ سکتا کہ آگے کیا ہوگا۔"

"اوہ!" دوسری طرف سے بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "آپ بالمو سے کتنی دور ہیں؟"

"ہمیں سمندر میں بالمو کی سیاہ لکیر نظر آرہی ہے۔" میں نے اکھڑی ہوئی آواز میں کہا۔

"سیدھے چلتے رہیں۔ رفتار بڑھا دیں۔ ہم سمندر میں آپ کو پک کرلیں گے۔ حواس قائم رکھنے کی ـشش کریں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور لانگ تھری بند کر دیا۔ سردارے حیرت سے اس گھڑی کو دیکھ ـاتھا۔ "کیا سمجھے؟"

"سمجھ رہا ہوں استاد ——— مگر یہ ٹرانسمیٹر؟"

"یہ مکلینو کے گروہ میں ایک مخصوص عہدے دار کو ملتے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تب پھر------ تمہارے پاس کہاں سے آگیا؟"

"مکلینو نے مجھے گروہ میں فوری طور پر ایک عہدہ دے دیا تھا۔"

"وہ۔ کب چیف؟" سردارے تعجب سے بولا۔

"اس وقت' جب تم سو رہے تھے اور بنی ہمیں تیاری کی ہدایت دے چکی تھی۔"

"نہ جانے کیا کیا کرتے رہتے ہو استاد۔" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"بہرحال آئندہ کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکے ہو یا بتانا پڑے گا؟"

"ارے اب اتنے بڑے استاد کا شاگرد ایسا گدھا بھی نہیں ہو سکتا۔ بالکل ٹھیک ہے استاد۔ تم فکر مت کرو۔" سردارے نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ لانچ تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی اور ساحل نمایاں ہوتی جا رہی تھی۔ پھر میں نے دوسرا کام کیا۔ بنی بے ہوش پڑی تھی۔ میں نے اس کی گردن کی پشت پر ایک اور ضرب لگا دی اور بنی کے ہاتھ پھیل گئے۔ اس کی بے ہوشی اور گہری ہو گئی تھی۔ سردارے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"بہت سے معاملات میں' میں تمہارا عشر عشیر بھی نہیں ہوں استاد۔"

"مثلاً؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"یوں تو ساری باتیں ہی ایسی ہوتی ہیں جن میں میرا اور تمہارا فرق نمایاں ہوتا ہے لیکن عورتوں کے معاملے میں------ خدا کی قسم اتنی خوبصورت لڑکی اگر میری گردن بھی دبا دیتی تو میں اسے اس بے دردی سے نہیں مار سکتا۔"

"اوہ------ وہ دیکھو سردارے۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا اور سردارے میرے اشارے کی سمت دیکھنے لگا۔ ایک بڑا ہوور کرافٹ پانی پر اچھلتا ہماری طرف آ رہا تھا۔ اس کی رفتار طوفانی تھی۔ اس پر رنگ تھے اور تین چار آدمی نظر آ رہے تھے جو عریاں بدن تھے۔ لگتا تھا جیسے کچھ سرپھرے پکنک پر نکلے ہوں۔

"اسی طرف آ رہے ہیں استاد۔"

"ہاں۔ ذہین لوگ ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"جس انداز سے آ رہے ہیں اس پر کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے۔"

"چلو تیار ہو جاؤ۔ حتی الامکان ان لوگوں کو احمق بنانا ہے۔ ہم سخت زخمی ہونے کی اداکاری کریں گے لیکن بہرحال ہوش و حواس میں رہیں گے۔"

"ایکشن ہوگا استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں' یقیناً! لیکن اس وقت' جب لانچ ان لوڈ ہو چکے گی۔"

"ویری گڈ!" سردارے نے چٹکی بجائی اور پھر ہم نے دوسرا کام یہ کیا کہ بنی کو آرام سے لٹا دیا۔ اس پر گہری بے ہوشی طاری تھی۔ ہوور کرافٹ برق رفتاری سے قریب سے قریب تر آتا جا رہا تھا۔ میں

نے سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے اٹھ گیا۔ اسٹین گنیں ہم نے لباس میں پوشیدہ کر لی تھیں۔ سردارے باہر نکل گیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہوور کرافٹ لانچ کے قریب پہنچ گیا۔ اس پر سے رسہ اچھالا گیا اور سردارے نے لڑکھڑاتے ہوئے رسہ پکڑ لیا۔ پھر وہ اسے نڈھال انداز میں کھینچنے لگا۔ اس کی اداکاری لاجواب تھی۔ ویسے سردارے بھی کوئی عام آدمی نہیں تھا' اس کا اندازہ مجھے بارہا ہو چکا تھا اس نے بمشکل تمام رسہ کھینچ کر ہوور کرافٹ کو لانچ سے لگایا اور پھر ہوور کرافٹ کے سوار لانچ پر کود آئے۔ ان کی تعداد پانچ تھی۔ ان میں سے ایک نے سردارے کو سہارا دیا۔ دوسرے لانچ کے دوسرے حصے کی طرف بھاگے اور لانچ کے مناظر دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔ پھر دو آدمی پائلٹ کیبن میں پہنچ گئے جہاں میں وہیل پر جھکا ہوا تھا۔ ان دونوں نے مجھے سہارا دیا اور پھر ایک نے وہیل سنبھال لیا۔

"آپ بہت زخمی ہیں جناب؟"

"ہاں۔" میں نے پھنسی پھنسی آواز میں جواب دیا۔

"فکر نہ کریں' ہم بہت جلد کنارے پر پہنچ جائیں گے۔"

"تم میری فکر چھوڑو' مادام بنی کو سنبھالو۔ وہ------ وہ خوف سے اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہیں۔" میں نے کراہتے ہوئے کہا۔

"اوہ!" دوسرا آدمی جلدی سے بنی کے قریب پہنچ گیا لیکن کر کیا سکتا تھا' سوائے ناپنے کے------ پھر دوسرے لوگ بھی پائلٹ کیبن میں پہنچ گئے۔ سردارے کو بھی سہارا دے کر وہیں لے آیا گیا تھا اور پھر بنی کے برابر لٹا دیا گیا۔ میں بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"چلو لانچ کنارے پر لے چلو۔ حالات ہمارے اندازے سے کہیں زیادہ خوفناک ہو چکے ہیں۔" کسی نے کہا اور لانچ کی رفتار بڑھا دی گئی۔ ہوور کرافٹ کو یا تو سمندر میں ہی چھوڑ دیا گیا تھا یا پھر ممکن ہے اسے لانچ سے کھینچ لیا گیا ہو۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن پوری طرح مستعد تھا۔

"چیک!" کسی نے کسی کو آواز دی۔

"ہوں۔" جواب ملا۔

"کسی کیبن میں برانڈی ہوگی' تلاش کر کے لاؤ۔"

"اوکے۔" جواب ملا اور ان میں سے ایک باہر نکل گیا۔ چند منٹ کے بعد مجھے اور سردارے کو برانڈی پیش کی گئی جسے ہم نے ایک ہی سانس میں خالی کر دیا اور پھر کسی حد تک بحال ہونے کی اداکاری کی۔

"مس بنی کو بھی زخم آئے ہیں؟" میرے قریب بیٹھے ہوئے شخص نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم نے ان کی حفاظت اپنی زندگی سے زیادہ سمجھ کر کی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"مکلینو تمہاری اس کاوش کو فراموش نہیں کر سکے گا۔ کیا تم مزید گفتگو کرنے کے قابل ہو؟"

"ہاں۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"میرا نام کریگ ہے۔ میں نے ہی تمہارا پیغام وصول کیا تھا۔"

"اوہ کیا تم------؟"

"ہاں' تمہارا خیال ٹھیک ہے۔"

"میں ریتو ہوں۔"

"خوب! بہادر ہو ریتو۔ کیا مال محفوظ ہے؟"
"ہاں۔ میں نے اس پر آنچ نہیں آنے دی۔"
"تم باکمال ہو۔ پولیس سے پیچھا کیسے چھوٹا؟"
"دو لانچیں تھیں۔ میں نے اور میرے ساتھی نے انہیں دستی بموں سے تباہ کر دیا۔"
"حیرت انگیز' اور ان کے لوگ؟"
"سب ہلاک ہو گئے۔"
"اوہ! لیکن ہمارے ساتھی؟"
"وہ لوگ لانچ پر چڑھ آئے تھے۔ دو بدو جنگ ہوئی۔ اگر میں ان کی لانچیں تباہ نہ کرتا تو سب کچھ ختم ہو جاتا۔"
"بات ہماری توقع سے کہیں زیادہ نکلی لیکن لانچ پر ان کی ایک لاش بھی موجود نہیں۔"
"ہم نے انہیں سمندر میں پھینک دیا۔ خدشہ تھا کہ دوسری لانچیں موجود نہ ہوں۔"
"تم نے کمال کیا ہے ریتو' لیکن مادام بینی؟"
"وہ دہشت سے حواس کھو بیٹھی ہیں اپنے آدمیوں کی موت ان سے برداشت نہیں ہو سکی۔" م
نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئے۔ پھر ساحل تک خاموشی چھائی رہی۔ وہ لوگ ہماری دلجوئی کرتے رہے
ہمارے کارنامے سے وہ بے حد متاثر تھے۔ پھر لانچ ایک سنسان ساحل سے جا لگی' جہاں چھ آدمی اور موجو
تھے۔ گویا ان کی تعداد کل گیارہ تھی۔ لانچ کو آخری حد تک لیجایا گیا اور ساحل پر کھڑے لوگ بھی لانچ کی
طرف دوڑ پڑے۔
"پھر ہم تینوں کو بڑے اہتمام سے اتارا گیا۔ دو آدمی ہم دونوں کو سہارا دیئے ہوئے تھے۔ چا
آدمیوں نے ایک اسٹریچر سا بنا کر بینی کو اس پر لٹا لیا اور اسے ساحل تک لائے۔
"مسٹر کریگ!" میں نے ساحل پر پہنچ کر کریگ کو مخاطب کیا۔
"لیس مسٹر ریتو!"
"ٹرانسپورٹ کا کیا انتظام ہے؟"
"مال کے لیے ایک بند ٹرک موجود ہے۔ ایک جیپ ہے۔"
"بالمو میں ہمارے لیے کوئی جگہ ہے؟"
"ہاں۔ موجود ہے۔"
"تب براہ کرم' سب سے پہلے مس بینی کو جیپ میں ڈال کر فوراً بھجوا دیں۔ انہیں فوری طبی امداد کی
ضرورت ہے۔" میں نے کہا۔
"بالکل درست۔ میری رائے ہے آپ تینوں چلے جائیں' آرام کریں۔ ہم تمام کام خوش اسلوبی
سے کر کے پہنچتے ہیں۔" کریگ نے کہا۔
"اوہ۔ نہیں مسٹر کریگ! یہ بات نہ میں پسند کروں گا اور نہ میرا ساتھی۔ اب ہم لوگ اتنے کمزور
بھی نہیں ہیں کہ تھوڑی دیر اور خود پر کنٹرول نہ رکھ سکیں۔ میں اپنے سامنے مال ان لوڈ کراؤں گا تاکہ
مکلینو کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔" میں نے جواب دیا اور کریگ گردن ہلانے لگا۔

"ٹھیک ہے جناب' جو آپ کی مرضی۔"
اور میری مرضی سے ایک عمدہ کام ہو گیا۔ یعنی دو آدمی بینی کو جیپ میں ڈال کر لے گئے۔ باقی بچے
ے لیے بیٹھنے کی جگہ بنا دی گئی اور پھر ٹرک سمندر کے قریب لے آیا گیا۔ بند ٹرک تھا جس کا پچھلا
ں دیا گیا۔ اس پر ایک کمپنی کا ٹریڈ مارک بنا ہوا تھا اور یقیناً یہ کمپنی سویڈن میں نیک نام ہو گی اور اس
ا پر توجہ نہیں دی جاتی ہو گی۔
لانچ سے مال اتارا جانے لگا۔ لکڑی کی پیٹیاں' کارٹن' چھوٹے بڑے بے شمار پیکٹ تھے' جن میں نہ
لیا بھرا ہوا تھا۔ میں اور سردارے بغور ان ساری چیزوں کا جائزہ لے رہے تھے۔
"کروڑوں روپے کا مال ہو گا استاد۔" سردارے بولا۔
"یقیناً!"
"لیکن اب کیا پروگرام ہے استاد؟"
"بس یہ ہمارا ہے۔"
"واقعی؟" سردارے حیرت سے بولا۔
"شک ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔
"نہیں استاد!" تمہاری استادی کا قائل ہوں۔ ان گدھوں کا کیا کرو گے؟"
"دو گدھے تو کم ہو گئے۔ بہرحال ان کی چھٹی کرنا پڑے گی۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا اور
، میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چہرہ دوسری طرف کر لیا۔
"سردارے!" میں نے چند منٹ کے بعد اسے مخاطب کیا۔
"جی استاد!"
"ہمارا سامان بھی آنا چاہئے!"
"آئے گا استاد' یقیناً آئے گا۔"
"میرا خیال میں کریگ کو ہدایت کر دوں۔"
"ابھی تو ضرورت بھی نہیں ہے استاد۔ میرا خیال ہے ابھی سامان اتارنے میں کافی دیر لگے گی۔"
، نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ ہم پوری توجہ سے انہیں مال اتارتے دیکھتے رہے۔ وہ پورے
ے کام کر رہے تھے۔ مال ٹرک پر لوڈ ہو رہا تھا۔ پھر کریگ میرے پاس پہنچ گیا۔
"مسٹر ریتو!" اس نے مجھے مخاطب کیا۔
"ہاں مسٹر کریگ!"
"لانچ خالی ہو چکی ہے۔"
"گڈ۔ ہمارے سوٹ کیس لانچ پر موجود ہیں' براہ کرم ——" میں نے کہا۔
"اوہ۔ بہتر۔ میں ہدایت کیے دیتا ہوں۔" کریگ نے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور اس کے آنے پر میں
، سوٹ کیسوں کے بارے میں بتا دیا۔ "ایک سلسلے میں' میں الجھا ہوا ہوں۔" کریگ نے کہا۔
"کیا؟" میں نے پوچھا۔
"ان لاشوں کا کیا کیا جائے؟"

"اوہ کیا چاہتے ہو؟ ویسے لانچ کہاں جائے گی؟"

"لانچ کو ایک بندرگاہ پر لے جاکر کھڑا کر دیا جائے گا لیکن اس سے قبل اس کی صفائی ضروری ہے"

"لاشوں کو یہیں ریت میں دفن کر دو اور لانچ کو دھلوا دو۔"

"یہ مناسب نہیں رہے گا مسٹر ریتو۔"

"کیوں؟"

"لاشوں کا راز ضرور کھل جائے گا اور اس کے بعد یہ جگہ مشکوک ہو جائے گی' ہم ایک عمدہ پوا‌ئنٹ سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اس کے علاوہ لانچ کی صفائی میں کافی وقت صرف ہو جائے گا اور مال کے ساتھ یہاں رکنا مناسب ہو گا۔ پھر آپ لوگ بھی زخمی ہیں۔"

"میرا خیال ہے کریگ' لاشوں کو لانچ میں کسی مناسب جگہ چھپا دو' خون کے دھبوں کو ایک سے صاف کرا دوں جہاں سے انہیں آسانی سے دیکھا جا سکے اور پھر اسے چند لوگوں کے ساتھ روانہ کر واپس پہنچ کر تم کچھ اور لوگوں کو بھیج دینا جو ان کی مدد کریں گے۔ وہیں تم لاشوں کے بارے میں بھی فیصلہ لینا۔"

"گڈ! یہ عمدہ آئیڈیا ہے۔" کریگ نے کہا اور پھر وہ اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگا۔ وہی کیا میں نے کہا تھا اور اس کام میں آدھا گھنٹہ صرف ہو گیا۔ مزید چار آدمی لانچ کے ساتھ چلے گئے اور اب پانچ باقی رہ گئے جن میں کریگ بھی شامل تھا۔ لانچ کافی دور نکل گئی تو کریگ میری طرف مڑا۔

"چلیں مسٹر ریتو؟"

"ہاں۔ ویسے ہمیں کہاں جانا ہے؟"

"پروگرام تو یہ تھا کہ یہاں سے لنڈ جاتے اور وہاں قیام کرتے لیکن یہاں بالمو میں بھی ہماری جگہ موجود ہے' آج یہاں قیام کریں گے اور جس وقت آپ کی حالت بہتر ہوئی ہم یہاں سے چل گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ میرے ذہن میں وہی سفاک سناٹے ابھر آئے جو ہر ا کو مٹا دیتے تھے۔ یہ سب میرے ساتھ ہمدردی کا سلوک کر رہے تھے لیکن اس کی وجہ مکلینو تھا بنی کے ہوش میں آجانے کے بعد حقیقت کھل جائے گی اور حقیقت کھل جانے کے بعد ان میں ہر بدترین دشمن ہو گا' تو کیوں نہ انہیں...... میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ سردارے خود بھی طرف دیکھ رہا تھا۔ کریگ اور اس کے چاروں ساتھی یکجا ہو گئے تھے اور اب وہ کچھ گفتگو کر رہے تھے

"سردارے!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یس باس!"

"بس' اس سے زیادہ وقت نہیں برباد کیا جا سکتا۔"

"اوکے باس!" سردارے نے کہا اور ہم دونوں نے بیک وقت اسٹین گنیں نکال لیں۔ پھر ک اس کے ساتھیوں کو یہ اندازہ لگانے کی مہلت ہی نہیں مل سکی کہ گولیاں کہاں سے چلیں اور کیوں

جسم چھلنی ہو گئے تھے اور وہ ساحل کی ریت پر تڑپ رہے تھے۔ کافی گولیاں برسانے کے بعد ہم رک ان میں سے کسی کے بدن میں جنبش کرنے کی قوت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ میں نے سردارے کو کیا اور پھر ہم دونوں اپنے سامان کے نزدیک پہنچ گئے۔ ہم نے اپنے لباس تبدیل کیے اور خون آلود لباس وہیں ریت میں دفن کر دیئے۔ ہمارے سامان میں میک اپ کا وہ سامان بھی موجود تھا جو میں نے کوپن میں خریدا تھا۔ اس وقت یہ بڑے کام کی چیز تھی اور ہمیں اس وقت اس کی سخت ضرورت تھی۔ بہرحال اپنا سامان بھی ٹرک میں رکھا اور پھر میں نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور ٹرک آگے بڑھ گیا۔ ہمیں سڑک تلاش تھی لیکن یہ باقاعدہ ساحل تو تھا نہیں کہ یہاں تک سڑک ہوتی۔ ایک طویل راستہ کچا طے کرنا پڑا میں لطف آ گیا تھا۔ ٹرک بری طرح اچھل رہا تھا اور سردارے اداکاری کر رہا تھا۔ جو کچھ ہم کر چکے اس کے بعد موڈ ٹھیک نہیں ہونا چاہئے تھا لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی خاص بات نہ ہوئی ہو۔ دونوں اپنے طور پر مطمئن تھے۔ ٹرک چونکہ کافی زور زور سے اچھل رہا تھا اس لیے کوئی گفتگو نہیں ہو پا رہی پھر سردارے سے برداشت نہ ہو سکا تو وہ بول ہی پڑا۔

"اس طرف تو سڑک کے آثار ہی نہیں ہیں استاد! اور اگر ہم نے اسی طرح چند گھنٹے تک سفر کر لیا تو آنتیں حلق سے باہر نکل آئیں گی۔"

"سڑک کے آثار تو ہیں سردارے۔ یوں کہو تمہاری آنکھیں صحیح طور سے کام نہیں کر رہیں۔" نے جواب دیا۔

"آثار ہیں؟" سردارے نے چونک کر دور دور تک نگاہیں دوڑائیں۔

"ہاں!"

"اس تجربے سے بھی محروم ہوں استاد۔ براہ کرم اس کے بارے میں بھی بتا دیں۔"

"آسمان کی طرف منہ اٹھا کر چلنے کی بجائے زمین پر دیکھ کر چلنا کہیں بہتر ہوتا ہے سردارے۔ تم خلاؤں میں تلاش کر رہے ہو۔ زمین پر بھی تو نگاہ ڈالو۔" میں نے کہا اور سردارے چونک کر نیچے راستہ بعض جگہوں پر پتھریلا تھا اور بعض جگہیں کچی تھیں۔ کچی جگہوں پر ٹرک کے ٹائروں کے نشانات نظر آرہے تھے۔

سردارے نے گہری سانس لی اور بولا۔ "ہاں۔ زمین پر نگاہ ڈال کر چلنا بہتر ہوتا ہے لیکن استاد' اب کا چرخہ چل ہی گیا ہے تو کیوں نہ گفتگو جاری رکھی جائے؟"

"ہاں' ہاں۔ تمہاری زبان میں کھجلی ہو رہی ہو گی؟" میں نے کہا۔

"ہاں استاد۔ یہی سمجھو۔"

"بکو ــــ کیا بکنا چاہتے ہو؟"

"اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"کام۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "کام کچھ ایسے اصول کے تحت ہو رہا ہے سردارے کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا مشکل لگ رہا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا آئندہ پروگرام کیا ہے۔"

"سڑک پر پہنچنے کے بعد ہم آبادی میں پہنچ جائیں گے۔"

"ہاں۔ ظاہر ہے۔"

"کیا اس طرح ہم ان سے قریب نہ جائیں گے اور یہ ٹرک ہزاروں میں پہچانا جا سکتا ہے۔"

"ہوں۔ درست ہے۔"

"تب پھر؟" سردارے نے کہا اور میں سوچنے لگا۔ واقعی ٹرک بارود کا ڈھیر تھا۔ کسی بھی وقت سکتا تھا۔ بہت جلد ان لوگوں کو سارے حالات معلوم ہو جائیں گے اور اس کے بعد ------ بات مک تک ضرور پہنچے گی اور مکلینو ------ بہرحال سڑک تو آجائے۔ کم بخت نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔

"سڑک۔" سردارے چیخ پڑا اور اب سڑک مجھے بھی نظر آ گئی۔ میں نے گہری سانس لی اور دیر کے بعد سڑک پر آ گیا۔ لمبی سڑک دونوں سمت پھیلی ہوئی تھی۔

میں نے ٹرک سڑک پر روک دیا تھا۔

"اب کہو سردارے؟" میں نے کہا۔

"ٹاس کر لوں استاد؟" سردارے بچوں کی طرح بولا۔

"چلو کرو۔" میں بھی موڈ میں تھا اور سردارے نے جیب میں تلاش کر کے ایک سکہ نکالا اور پر بنے ہوئے نقوش کے بارے میں طے کیا کہ کون سی سمت پر کس رخ کو چلیں گے۔ بہرحال ٹاس با کو ہوا اور ہم دونوں اس پر متفق ہو گئے۔ اب بات صرف سڑک پر تھی۔ کہ وہ کہاں لے جائے۔ رفتار تیز رکھی تھی اور شفاف سڑک پر ٹرک برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔

سفر تقریباً آدھے گھنٹے تک جاری رہا۔ پھر ہماری نگاہ بھورے رنگ کی ایک پرانی وین پر پڑی۔ بونٹ کھلا ہوا تھا اور ڈرائیور انجن پر جھکا ہوا تھا۔

"میری وین میں بہت بڑی خرابی ہو گئی ہے۔ کیا تم میری مدد کرو گے؟"

"ضرور کریں گے بڑے میاں، لیکن کرنا کیا ہے؟"

"مجھے یقین ہے وہ آسانی سے ٹھیک نہیں ہو گی۔ کبھی نہیں ہو گی۔ اس لیے اسے رسی سے میرے فارم تک پہنچا دو۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

"تمہارا فارم کتنی دور ہے؟"

"یہاں سے تقریباً بیس میل دور ہو گا۔"

"رسی ہے تمہاری وین میں؟"

"یقیناً۔ میں عموماً رکھتا ہوں۔ اکثر وین کو کھینچنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔" بوڑھے گوئی سے کہا اور پھر اس نے وین سے رسی نکال لی۔ ہم نے بھی نیچے اتر کر اس کی مدد کی تھی اور ٹرک کے پیچھے باندھ دیا گیا۔ میں نے سردارے کو ٹرک چلانے کا اشارہ کیا اور خود بوڑھے کے سا وین میں آ بیٹھا۔

"کیوں نہ تم سے کچھ باتیں کی جائیں بڑے میاں؟"

"ضرور۔ میرا نام میستاں ہے اور تمہارا کیا نام ہے؟"

"ٹائیڈو!" میں نے جواب دیا۔

"خوب۔ خوب! کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"ڈنمارک کا!"

"اوہ ------ اوہ ------ اچھا اچھا۔ ڈنمارک سے آئے ہو۔" بوڑھے نے کہا اور ہنس پڑا۔ خواہ ہ بے مقصد سی ہنسی۔

"ہاں! اور دقت یہ ہے کہ پہلی بار آیا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ پہلی بار آئے ہو۔" بوڑھا پھر ہنس پڑا۔

"ان راستوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"کہاں جانا ہے؟"

"اسٹاک ہوم!" میں نے جواب دیا۔

"راستہ ٹھیک ہی ہے۔ اگر تم مالمو سے ہی سیدھے چلے جاتے تب بھی اسٹاک ہوم جانے والی شاہراہ پہنچ جاتے۔ لاگن سے جاؤ گے تب بھی تمہیں وہی سڑک مل جائے گی۔"

"اوہ۔ لاگن کتنی دور ہے؟"

"میرے فارم سے صرف چند میل دور۔ میں تمہیں راستہ بتا دوں گا۔"

"تب ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں بوڑھے سے دوسری باتیں کرتا رہا۔ میں نے سے معلوم کر لیا کہ اس کا فارم کتنا وسیع ہے۔ کون کون وہاں رہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پتہ چلا بوڑھا لاولد ہے۔ دوسرے رشتے دار لاگن میں رہتے ہیں اور وہ صرف اپنی بیوی کے ساتھ فارم پر رہتا ہے۔ یہاں تک میں نے بوڑھے پر اتنا اثر ڈالا کہ وہ رات مجھے اپنے فارم پر ٹھہرنے کے لیے مجبور کرنے لگا۔

"ٹھیک ہے مسٹر میستاں! میں آپ کی خواہش کو رد نہیں کروں گا۔" میں نے کسی خیال کے تحت ا۔ بالآخر ہم بوڑھے کے فارم تک پہنچ گئے اور بوڑھے نے وہاں اپنی مسز سے تعارف کرایا۔

"ٹھیک ہے مسٹر میستاں! میں آپ کی خواہش کو رد نہیں کروں گا۔" میں نے کسی خیال کے تحت ا۔ بالآخر ہم بوڑھے کے فارم تک پہنچ گئے اور بوڑھے نے وہاں اپنی مسز سے تعارف کرایا۔

عمدہ جگہ تھی لیکن بہرحال ٹرک کے ساتھ یہاں رکنا خطرناک بھی تھا۔ میں بوڑھے اور اس کی بیوی گفتگو کرتا رہا۔ انہوں نے ہماری خوب خاطر مدارت کی اور ہمیں رات کو ٹھہرنے کے لیے ایک جگہ بھی بتا ی۔ اس کے بعد میں نے بوڑھے سے اس کا فارم اور اس کے قریب و جوار کے علاقے کو دیکھنے کی فرمائش ی۔ بوڑھا خوشی خوشی اس کے لیے تیار ہو گیا۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے لباس تبدیل کرنے کی فرمائش کی ر ہمیں ہنسی روکنا مشکل ہو گیا۔ مسز میستان نے ایک لمبا اسکرٹ اور سر پر ٹوپا پہنا تھا جیسے عموماً شیر خوار وں کے لیے ہمارے ہاں تیار کیے جاتے ہیں۔ اس اہتمام کے ساتھ وہ اپنا فارم دکھانے نکلیں اور پھر میستاں لے گئے اور بھینسوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے لگا۔

میں بظاہر اس کی باتیں سن رہا تھا لیکن میری آنکھیں اور ذہن قرب و جوار کا جائزہ لے رہے تھے۔ ارم کے دوسری سمت پہاڑی دیواریں تھیں جن میں سوراخ نظر آ رہے تھے۔

"یہ غار ہیں؟" بالآخر میں نے پوچھ ہی لیا۔

"ایں ہاں! اگر تم کل اور رک جاؤ تو میں تمہیں یہ قدرتی غار دکھاؤں۔ وسیع و عریض کشادہ غار۔"

"اوہ۔ ہمیں غاروں سے دلچسپی نہیں ہے میستاں! اور پھر ہم کل رک بھی نہیں سکتے۔ آؤ واپس لیں، واقعی تمہارا فارم تو دنیا کے لاجواب فارموں میں سے ہے۔ مجھے حیرت ہے تم نے تنہا اتنا خوبصورت

فارم بنایا ہے۔ میرے ان لفاظ نے بڑے میاں اور بڑی بی کو جوان مرغی اور مرغے کی طرح پھلا دیا۔ ان کی محبت بے حد بڑھ گئی۔ بہرحال کئی گھنٹے کے بعد انہوں نے ہمیں آرام کرنے کا وقت دیا۔

سردارے اس دوران خاموش ہی رہا تھا۔ تنہائی میں پہنچ کر وہ کھلا۔ "یہ کس چکر میں پھنس گئے استاد! میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"بھلا یہاں ان بور لوگوں میں رکنے سے فائدہ؟"

"اوہ۔ آرام کے لیے تھوڑا سا وقت مل گیا سردارے۔"

"یہ کوئی آرام کرنے کی جگہ ہے۔ لاحول ولا قوۃ!" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔

"کیوں' کیا تکلیف ہے یہاں؟"

"ہمیں ان بڑے میاں اور بڑی بی پر غصہ آ رہا ہے۔ ساری زندگی جھک مارتے رہے ہیں۔ دو ایک لڑکیاں ہی پیدا کر لیتے تو کیا بگڑ جاتا۔" سردارے نے بدستور جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہوں۔ تو یہ بات ہے۔" مجھے ہنسی آ گئی۔

"تم خود سوچو' آخر کیا کرتے رہے وہ زندگی بھر؟

"بڑی بی سے معلومات کرو سردارے۔ ممکن ہے وہ تم سے مدد طلب کریں۔"

"بس رہنے دو استاد۔" سردارے جھینپ گیا اور میں ہنستا رہا۔ پھر اتنا بڑا ذخیرہ ہم اسی ٹرک پر لادے پھریں گے۔ ٹرک بھی خطرناک ہے اور اس میں جو کچھ ہے' وہ بھی۔"

"یہ تو ہے استاد۔ پھر؟"

"بوڑھے کے ساتھ یہاں تک آنے پر آمادگی کی وجہ یہ بھی تھی۔"

"یعنی؟"

"اور اتفاق سے کام بن بھی گیا۔"

"خدا کے واسطے سمجھا دو استاد۔ اپنی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔" سردارے نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"رات کو کام کریں گے سردارے۔ رات کو بہت سے کام کرنے ہیں۔"

"کیا استاد؟" سردارے نے زچ ہو کر پوچھا۔

"تم نے ان غاروں کے بارے میں میستان کے الفاظ سنے تھے؟"

"غار؟"

"ابے ہاں۔ فارم کے پیچھے کی پہاڑی دیوار میں۔"

"اوہ' ہاں۔" سردارے اچھل پڑا۔

"رات کو ذخیرہ ان میں سے کسی غار میں منتقل کرنے کے بعد ہم رات ہی کو چل پڑیں گے۔ میں ایک لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میرا خیال ہے ہماری تلاش شروع ہو چکی ہو گی۔ اب بات صرف اتنی سی کہ وہ کتنی ذہانت سے کام لے سکتے ہیں۔"

"اوہ!" سردارے بے حد پرجوش نظر آنے لگا۔ بہرحال اس نے میری بات سے پورا اتفاق کیا۔

پھر رات کو ہم نے کارروائی شروع کر دی۔ بڑے میاں نے شراب کا ایک بڑا مرتبان مہمانوں کے لیے ین سے کھود کر نکالا اور ہم پینے لگے۔ میں نے ایسی باتیں شروع کر دیں کہ بڑے میاں چڑ گئے۔ میں نے ردارے سے کہا کہ پرانے وقت کے لوگ آج کے نوجوانوں سے کہیں زیادہ طاقتور ہیں مثلاً شراب کے لے میں اور اس کے لیے میں نے بڑے میاں کی مثال دی۔ بس پھر کیا تھا۔ جناب میستاں پانی ملانا بھی ل گئی۔ خود بھی پی اور بیگم کو بھی خوب پلائی اور پھر گلاس سمیت اوندھے ہو گئے۔ ہم نے واجبی سی پی ں۔ بہرحال وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھ کر ہم اٹھ گئے' روشنی کا بندوبست کیا اور فارم کے عقب کی رف نکل گئے۔ دو گھنٹے میں ہم نے بہت سے غار دیکھے۔ رات کے وقت یہ غار بے حد خوفناک لگ رہے ہے۔ سردارے اور میں دونوں متاثر تھے لیکن بہرحال کام تو کرنا ہی تھا۔ بالآخر دو گھنٹے کی جدوجہد کے بعد ہم نے ایک عمدہ غار تلاش کر ہی لیا اور میں نے اور سردارے نے اسے ہر لحاظ سے فٹ قرار دیا۔

"ٹرک یہاں تک لانے میں دقت تو نہیں ہو گی سردارے؟"

"دقت کیا ہو گی استاد!"

"ٹھیک ہے۔ تب جاؤ۔ تم ٹرک لے آؤ۔" میں نے کہا اور سردارے نے گردن ہلا دی اسے ٹرک اں لانے کے لیے ایک لمبا چکر لگانا پڑا تھا لیکن بہرحال وہ عمدہ ڈرائیور تھا' کسی نہ کسی طرح اسے لے ہی آیا ر پھر ہم نے اسے غار کے دہانے سے لگا دیا۔ اس کے بعد ہم نے مزدوروں کی طرح پیکٹ ڈھونے شروع کر یے۔ بڑا مشکل کام تھا لیکن لطف آ رہا تھا۔ نیا پن تو تھا۔ دونوں ہی تھک کر چور ہو گئے لیکن ٹرک خالی کر لیا یا تھا۔

اور اس وقت صبح کے چار بجے تھے۔ میں نے گھڑی میں وقت دیکھا اور اچھل پڑا۔

"کیا ہوا استاد؟" سردارے نے میری طرف دیکھا لیکن میں گہری سوچ میں تھا۔ پھر میں نے گردن ئی۔ "نقصان اگر پہنچ سکتا ہے سردارے تو ابھی تک نہیں پہنچا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟" سردارے نے کہا لیکن میں نے اس کی بات کا جواب دیئے بغیر کلائی کی گھڑی اتار دی ر پھر اسے ایک پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے کچل دیا۔ گھڑی ناکارہ ہو گئی تھی اور پھر میں نے اسے مٹھی میں لے کر دور اچھال دیا۔ سردارے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے تو اب تمہاری حرکتوں کے بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے استاد۔ تمہارے خیال میں وہ ک اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہمارے بارے میں اندازہ لگا سکتے تھے۔"

"ہاں! اور ابھی تک نہ لگا سکے ہوں گے کیونکہ یہ بات کریگ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں تھی اور ریگ مارا جا چکا ہے۔ ہاں جب مکلینو سے رابطہ قائم کیا جائے گا تو وہ اس طرف اشارہ ضرور کرے گا۔"

"خدا کی قسم استاد۔ ذہن رکھتے ہو۔ زندہ اور جاندار۔" سردارے نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"بس اب چل دو۔ زیادہ رکنا خطرناک ہو گا۔" میں نے کہا اور ہم وہاں سے چل پڑے۔ حتی الامکان ہمارے نشانات مٹا دیئے گئے تھے۔ ٹرک کو ہم دوبارہ سڑک پر لے آئے اور پھر لاگن کی طرف سفر شروع کر دیا۔ "میک اپ کا سامان نکال لو۔" تھوڑی دیر کے بعد میں نے سردارے سے کہا۔

"میک اپ بدلو گے نا استاد؟"

"ہاں۔ بس تھوڑی دور چل کر ٹرک بھی چھوڑ دینا ہے۔ اس سے جتنا فائدہ حاصل کیا جاسکتا تھا کر لیا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ وہ سوٹ کیسوں سے میک اپ کا سامان نکال رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

چہرے بدل لئے گئے۔ ہم نے میک اپ کا جو سامان خریدا تھا بڑا کام آیا تھا۔ اس وقت ہماری آنکھیں ہلکی نیلی اور ناکیں سرخ تھیں۔ لباس وہی رہنے دیئے گئے تھے۔ انہیں تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

سویڈن کو جنگلوں اور جھیلوں کا ملک کہا جاسکتا ہے۔ میری اطلاعات کے مطابق ملک کے کل رقبے کا پچپن فیصد حصہ جنگلوں اور تیرہ فیصد دریاؤں اور جھیلوں پر مشتمل ہے۔ صرف نو فیصد رقبے پر کاشت ہوتی ہے۔ دریاؤں کا رخ قدرتی طور پر شمال مغرب سے جنوب مشرق کی سمت ہے۔ اس لیے درختوں کو کاٹ کر شہتیروں کی صورت میں دریا برد کر دیا جاتا ہے اور یہ لکڑی بہتی ہوئی بحیرۂ بالٹک پہنچ جاتی ہے' جہاں اس صفت سے وابستہ فیکٹریاں قائم ہیں۔ صنوبر' شمشاد اور برج کے ہزاروں درخت چاروں طرف بکھرے پڑے ہیں۔ دنیا کی کل پیداوار کا دس فیصد کاغذ سویڈن میں بنایا جاتا ہے۔ لکڑی کی صنعت میں فرنیچر اور ہارڈ بورڈ بھی شامل ہے۔

اسٹاک ہوم جانے والی سڑک پر ہمارا ٹرک آگے بڑھتا رہا لیکن ہر صورت ہم بہت جلد اس سے پیچھا چھڑا لینا چاہتے تھے۔ ٹرک کا سفر ہمارے لیے بے حد خطرناک تھا۔ ظاہر ہے مکلینو کے آدمی اس ٹرک کو بخوبی پہچان سکتے تھے اور میرا خیال تھا کہ اب تک ٹرک کی تلاش شروع ہو چکی ہوگی۔ ہم کافی دور نکل آئے تھے۔ غروب آفتاب سے قبل ہم ایک ایسی جھیل کے کنارے پہنچ گئے جو رقبے میں اتنی وسیع تھی کہ سمندر کا گماں ہوتا تھا۔ اس کے بعد میلوں تک کھیت لہلہا رہے تھے۔

میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور سردارے ٹرک کی رفتار کم کئے بغیر میری جانب دیکھنے لگا۔

"استاد۔!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"میرا خیال ہے سردارے' ہمارے اس وقت کے قیام کے لیے یہ مناسب جگہ ہے۔"

"شام بھی ہو چکی ہے استاد۔" سردارے نے کہا

"ہاں مناسب جگہ ہے ٹرک کے لیے بھی۔"

"ٹرک کے لیے؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا استاد۔"

"ٹرک سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اس سے عمدہ طریقہ اور کوئی نہیں ہے کیا اس کو جھیل میں غرق کر دیا جائے۔"

"اوہ۔ مناسب خیال ہے استاد۔ سردارے نے جواب دیا۔

"نہ جانے جھیل کتنی گہری ہے لیکن بہرحال کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے

"بہتر ہے استاد تو پھر اس پر سے ضروری سامان اتار لوں؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

اس کے بعد ٹرک کو ڈبونے کے سلسلے میں جو کارروائی ہوئی وہ یوں تھی کہ سڑک سے ٹرک کا رخ طرف کیا۔ ایک وزنی پتھر ایکسلریٹر پر رکھا اور ٹرک کو گیئر میں ڈال کر پھرتی سے چھلانگ لگا دی رفتاری سے جھیل کی طرف لپکا۔ فرسٹ گیئر میں تھا اس لیے پوری قوت سے آگے بڑھتا چلا گیا آن میں اتنی گہرائی میں پہنچ گیا کہ اس کی ساری تشویش دور ہو گئی۔ اس کی چھت تک پانی میں تھی۔

ٹرک سے نجات پا کر ہم نے گہری سانسیں لیں اور پھر وہاں سے بھی چند قدم آگے بڑھ گئے۔ پہنچ کر رات نے آ لیا اور پھر سڑک سے اتر کر ہم صنوبر کے درختوں کے ایک جھنڈ میں پناہ گزین

"ہا۔۔۔!" سردارے نے منہ پھاڑ کر ایک طویل جماہی لی۔

"نیند آ رہی ہے؟" میں نے سردارے سے پوچھا۔

"نہیں استاد بس کچھ تھکن محسوس کر رہا ہوں۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ہاں تھک گئے ہو گے۔ پچھلی رات بھی ہم لوگ سو نہیں سکے۔"

"فی الحال تو کوئی خاص کام نہیں ہے۔ میرا خیال ہے آج رات مکمل آرام کیا جائے۔" سردارے

"ہاں یقیناً کوئی کام نہیں ہے۔"

"لیکن استاد کھانے کا کیا ہو گا؟"

"کھانا۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔

"ہاں استاد۔ بس یہی ایک غلطی ہو گئی۔"

"ہوں۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ "ٹھیک ہے سردارے۔ میرا خیال ہے ہم لوگوں کی زندگی میں زندگی کی کوئی قدر شامل نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے ہم ان عام لوگوں سے خاصے مختلف ہیں جو سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ صبح کو ناشتہ کر کے بیوی کے ہونٹوں کو چوم کر' بال بچوں کے سر پر پیار پھیر کر دفتروں کو چلے جانے والے اور دن بھر فائلوں میں سر کھپانے والے لوگوں سے مختلف۔ شاید ان کے لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ ہماری زندگی پر ہمارا حق بہت کم ہے۔ ہم وقت پر کھا نہیں سکتے' سو نہیں سکتے جس وقت تک چاہیں جی نہیں سکتے۔ بڑی عجیب زندگی ہے ہماری۔"

سردارے حیرت سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ "کیسی باتیں کر رہے ہو استاد؟"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا میں حالات سے مایوس ہو گیا ہوں؟ کیا میں اپنی زندگی سے اکتا گیا ہوں؟"

"نہیں۔ لیکن میرا مطلب ہے تمہاری باتوں سے کچھ مایوسی کی بو آ رہی ہے۔"

"گدھے ہو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ یہی تو میں کہہ رہا تھا استاد۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"ہوں۔ تو پھر رات کے کھانے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کھانا۔ ارے ہاں کھانا زندگی میں کیا حقیقت رکھتا ہے استاد۔ میں نے تو بس یونہی تفریحاً چھوڑیں کھانے پینے کی باتیں مجھے نیند آ رہی ہے۔" سردارے بے تکے انداز میں بولا۔ میرے مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہرحال عمدہ انسان تھا۔ اچھا ساتھی تھا میں دل سے اس کی عزت کرتا تھا۔ کھانے پینے کے بارے میں میں نے بھی کچھ نہیں سوچا تھا۔ ہم لوگ بس یونہی چل پڑے تھے۔ بڑی کامیابی حاصل ہو گئی تھی جس پر ہم خوش تھے۔

کھردری زمین' ویران جنگل' تھوڑے فاصلے پر وسیع تر جھیل جس میں غوطے لگاتے ہوئے ہلکی ہلکی آوازیں پیدا کر رہے تھے۔ جھینگروں کی آوازیں فضا میں رات کا گیت گھولے ہوئے تھیں سنسان ماحول میں ہم دونوں خاموش لیٹے ہوئے تھے۔ بلاشبہ ہم ان عام لوگوں سے مختلف تھے جو تھکن کے بعد بچوں کی معصوم آوازوں میں اور بیوی کی نرم گود میں سو جاتے ہیں۔

"استاد!" کافی دیر کے بعد سردارے کی آواز ابھری۔

"اوہو۔ تم ابھی سوئے نہیں؟"

"ہاں استاد۔ حالانکہ اس وقت دل چاہ رہا تھا کہ لیٹتے ہی گہری نیند سو جاؤں۔ لیکن اب تو نیند آ رہی ہے۔"

"بھوک لگ رہی ہو گی۔" میں نے کہا

"نہیں استاد یقین کرو بھوک کا خیال بھی ذہن میں نہیں ہے"

"تو پھر؟"

"بس ایسے ہی کچھ خیالات پریشان کر رہے ہیں"

"پریشان؟"

"اوہو۔ ہاں۔ میرا خیال ہے میں نے لفظ پریشان غلط استعمال کیا تھا۔ بس نیند نہیں آ رہی"

"سو جاؤ سردارے۔ اور سونے سے پہلے ایک زور دار قہقہہ لگاؤ۔ اس بات پر کہ ہم تمہارا کیا خیال ہے سردارے؟ کیا اس وقت ہمارے پاس کروڑوں کی دولت نہیں ہے لیکن ہم روٹی حاصل نہیں کر سکتے۔ دولت کاغذ اور دھات کے ڈھیر کے سوا کچھ نہیں۔ سردارے! انسان حصول کے لیے کچھ قربان نہیں کر دیتا' عزت' غیرت' ضمیر' میں نہیں سمجھ پاتا کہ کیوں۔ آہنی پوشیدہ کاغذ کے ڈھیر' سنہری دھات جو آنکھوں کو خوبصورت ضرور لگتی ہے لیکن کس قدر بے بس ہے یہ۔ تم اسے معدے میں نہیں اتار سکتے۔ اس سے بہتر تو لوہا ہے جس کے تم ہتھیار بنا سکتے ہو' مشینیں جو تمہاری معیشت کے لیے بے حد ضروری ہوتی ہیں۔ ان مشینوں سے تم زمین سے اناج نکال سکتے ہو۔ کپاس کے پھولوں سے روئی حاصل کر کے اس کا لباس بن سکتے ہو لیکن سونے کا ہل نہیں بنا سکتے۔ سونے کے ہتھیار بھی نہیں بنا سکتے۔ ہم سونا کھا بھی نہیں سکتے۔ پھر

رتے ہیں؟ اس کے سامنے جیتے جاگتے انسانوں کو نظرانداز کیوں کر دیتے ہیں۔ مجھے بتاؤ سردارے سونا قیمتی کیوں ہے؟"

"بتا دوں استاد" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں مجھے بتاؤ۔"

"دراصل سونا عورت کی پسند ہے اور عورت سب کی پسند ہے۔" سردارے نے مسخرے پن سے میں اسے گھورنے لگا۔

"سنجیدہ باتوں کو بھی مذاق میں اڑا دیتے ہو فضول آدمی؟"

"اب سو جاؤ استاد۔" سردارے نے کروٹ بدل کر آنکھیں بند کر لیں اور میں نے بھی اسے پریشان اب نہیں سمجھا۔

دوسری صبح ہم دونوں یک ساتھ جاگے۔ سردارے نے ایک طویل انگڑائی لی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"بڑا خوبصورت خواب دیکھ رہا تھا استاد۔" وہ پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"ہو گی کوئی کالی پیلی سی لڑکی۔ لڑکیوں کے علاوہ تمہیں اور کس کے خواب نظر آئیں گے؟"

"ہائے استاد۔ کیا حسن تھا۔ دودھ کی طرح سفید رنگ' سینہ تانے ہوئے بڑے ناز بھرے انداز میں چلی آ رہی تھی میں نے اسے دیکھا۔ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا۔ اور پھر نہایت پھرتی سے اسے لیا اور پھر اس کی صراحی دار گردن پر بڑے پیار سے چھری پھیر دی۔"

"کیا بکواس ہے چھری کیوں پھیر دی؟"

"بھوک جو لگ رہی تھی استاد۔"

"تو کیا تم اس لڑکی کو ہی کھا گئے؟"

"لڑکی کی بات کون احمق کر رہا ہے۔ وہ تو مرغی تھی۔" سردارے نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"اٹھ جاؤ۔ اٹھ جاؤ۔ چلتے ہیں یہاں سے آگے کچھ نہ کچھ کھانے کو مل ہی جائے گا۔" میں نے اسے تے ہوئے کہا اور سردارے نے شانے ہلا دیے ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ ہمارا رخ ورنامور کی تھا۔ پورا دن سفر کیا بدقسمتی تھی کہ لاگن سے ورنامور تک کوئی گاڑی نہیں مل سکی۔ اور جب ہم وہاں پہنچ گئے تھے تو پیچھے سے کھڑ پڑ کی آوازیں سنائی دیں۔ ایک کھٹارا سی کار جس میں غالباً" ہارن کے علاوہ بولتی تھی اور جس پر بورڈ لگا ہوا ہونا چاہیے تھا اڑتے ہوئے نٹ بولٹ سے ہوشیار چلی آ رہی تھی۔

"سردارے!" میں نے مسکراتے ہوئے سردارے کو آواز دی۔

"جی استاد!"

"لفٹ مل جائے شاید۔ کار آ رہی ہے"

"یہ کار ہے استاد؟ خدا کے لیے لفٹ مت مانگنا۔ تھوڑی دور تک تو ہمیں لے جائے گی اور اس کے دھکا دینا پڑے گا اور تم اخلاقاً" انکار بھی نہ کر سکو گے"

لیکن ہمیں لفٹ مانگنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی' کار خود ہمارے قریب آ کر رک گئی۔ اس میں افراد سوار تھے اور یہ سب کے سب ہپی تھے اور پھر ان چاروں کو دیکھ کر سردارے کی باچھیں کھل

گئیں۔

"استاد لڑکیاں۔"

"تو پھر کیا ارادہ ہے؟"

"ارے وہ ہمیں لفٹ دینا چاہتی ہیں۔"

"لیکن ابھی تو تم اس کار میں بیٹھنے سے انکار کر رہے تھے۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ اس میں لڑکیاں ہیں اور وہ بھی چار چار۔"

"دیکھو وہ اشارہ کر رہی ہیں۔" میں نے سردارے کو اس طرف متوجہ کیا۔

"تو پھر چلو نا استاد۔" سردارے جلدی سے کار کی طرف لپکا۔

"کیا آپ لن پاسنگ جا رہے ہیں؟" ایک خاتون نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔" سردارے نے دانت نکال دیئے۔

"تو پھر آئیے نا!" انہوں نے اپنی چھوٹی سی کار میں ہمارے لیے بھی جگہ بنا دی۔ اگلی بر
خاتون ڈرائیونگ کر رہی تھیں۔ دوسری خاتون ان کے نزدیک بیٹھی تھی۔ ہمارے لیے جگہ کرتے
خاتون اور آگے چلی گئیں ہمارے نزدیک صرف ایک لڑکی رہ گئی تھی۔ ہم نے لفٹ دینے کا شکریہ ادا

"کوئی بات نہیں جناب۔ ویسے آپ کو کہاں جانا ہے؟" خاتون نے پوچھا۔

"اسٹاک ہوم۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ لیپ لینڈ تک ہم آپ کے ساتھ چل سکیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ بائی دی وے کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ کار ہم سب کو باآسانی لیپ لینڈ
چلے گی؟"

"اوہ۔ لڑکی ہنس پڑی۔" اس کی ہیئت پر نہ جائیے میکی شاندار میکنک ہے اور اس
گاڑیوں کے پرزے جوڑ کر یہ گاڑی تیار کی ہے۔"

"ویری گڈ۔ یہ میکی کون صاحبہ ہیں؟"

"اوہ صاحبہ نہیں صاحب یہ جو ڈرائیونگ کر رہا ہے یہ میکی ہے۔"

"کک۔ کر رہا ہے؟" میں نے بوکھلائے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

"ہاں۔ ہم لوگ ایک دوسرے سے تعارف حاصل کر لیں۔ میرا نام شینی ہے اور جو
بیٹھی ہے گریشی ہے۔ ڈرائیونگ کرنے والا میکی ہے اور اس کے نزدیک جو بیٹھا ہے اس
ہے۔"

"بیڑا غرق استاد۔ لعنت ہے ان کم بختوں پر دھوکہ دے کر گاڑی میں بٹھا لیا۔ اب کیا کریں"

"صبر کرو بھائی مجبوری ہے۔"

"میرا تو دل چاہ رہا ہے استاد کہ کار سے چھلانگ لگا دوں۔"

"یہ جو دو کم بخت آگے بیٹھے ہیں صورتوں سے بھی تو مرد نظر نہیں آتے۔"

"اب تو چوٹ ہو ہی گئی استاد۔ چلتے رہو اللہ مالک ہے۔"

"آپ نے تعارف نہیں کرایا مسٹر۔" شینی نے ہماری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے چرس زدہ پیلے پیلے دانت نمایاں ہو گئے منہ سے بدبو کا ایک بھبکا اڑا اور ہم دونوں نے رخ بدل لئے۔

"میرا نام ایڈورڈ ہے اور یہ پنٹو شاپن ہے۔"

آگے بیٹھے ہوئے لوگوں نے مڑ کر ہم سے مصافحہ کیا تھا اور پھر وہ لوگ ہم سے ہمارا حسب و نسب پوچھنے لگے۔ کہاں سے آ رہے ہو، کہاں جا رہے ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے ان فضول باتوں کے جواب میں فضول باتیں ہی کرنا پڑیں اور ہم انہیں الٹے سیدھے جواب دیتے رہے۔ ان بدبودار لڑکیوں سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کار کی زبردست گڑگڑاہٹ الگ دماغ خراب کر رہی تھی ورنا موسے لن پاسنگ پہنچنا آسان بات نہیں تھی اور وہ بھی اس ستم رسیدہ کار کے ذریعے جس کی کوئی کل سیدھی نہیں تھی چنانچہ راستے ہی میں رات ہو گئی اور پھر ایک چھوٹی سی جھیل کے کنارے کار روک دی گئی۔

"میرا خیال ہے رات بسر کرنے کے لیے اس سے خوبصورت جگہ کوئی نہیں ملے گی۔" اس نے کہا۔

"رات بھی بسر کرو گے؟" سردارے غراتے ہوئے بولا۔

"تو پھر؟ کیا آپ لوگ رات کو جاگنے کے عادی ہیں؟" میکی نے پوچھا۔

"ہاں! الو کی نسل سے ہیں ہم لوگ۔"

"ہم نہیں ہیں۔" میکی دانت نکال کر بولا اور میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ سردارے میری طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا تھا۔ بھوک نے بری حالت کر دی تھی۔ اس لیے ٹھنڈا رہنا ہی ضروری تھا۔ یقیناً ان لوگوں کے پاس کھانے پینے کا کوئی بندوبست ضرور ہو گا۔ چنانچہ سردارے بھی خاموش ہو گیا۔

اس کھٹارے میں بہت کچھ تھا۔ انہوں نے خیمے ٹائپ کی ایک چیز نکالی اور اسے نصب کرنے لگے۔ صرف چھت تھی جسے لوہے کے فولڈنگ ستونوں پر کھڑا کر دیا گیا۔ ربڑ کے گدے اور تکیے بھی تھے۔

"تم لوگ۔ کیا تم لوگ بھی اس خیمے میں رات بسر کرنا چاہتے ہو؟" ہارڈ نے پوچھا۔

"اوہ ضروری نہیں ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمہیں تکلیف ہو۔" میں نے کہا۔

"تکلیف کی کیا بات ہے ہم نے تمہیں لفٹ دی۔ یہ ہمارا اخلاقی فرض تھا اور یقین کرو لن پاسنگ پہنچ کر ہم تم سے اس سلسلے میں کچھ طلب نہیں کریں گے۔ ہاں تم خود ہی ہمارا احسان اپنی گردن پر نہ رکھنا چاہو اور ہمیں کچھ دو تو ہم انکار نہیں کریں گے۔ ہارڈ بولا۔

"خوب۔" میں نے مسکرا کر سردارے کی طرف دیکھا۔

"لیکن دوسرے معاملات میں ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کریں گے۔ ویسے کیا تمہارے پاس کرنسی موجود ہے؟"

"ہاں۔ ہم قلاش نہیں ہیں۔" میں نے ان لوگوں کی ذہنیت سمجھ لی تھی۔

"اور جو قلاش نہیں ہے اسے دنیا کی آسائشوں سے کون روک سکتا ہے۔ امید ہے تم برا نہیں مانو گے دوست، خیمے میں قیام کے لیے ہم تم سے بہت مختصر رقم طلب کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا تمہارے پاس خوراک کا بندوبست بھی ہے؟"

"سربند گوشت مچھلی اور کچے پکائے آلو۔ لیکن تم غور کرو' اس ویرانے میں کوئی بازار تو ہے نہیں۔ ہم تم سے اصل قیمت سے صرف پچیس فیصد زیادہ طلب کریں گے۔"

"ویری گڈ۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ہم نے ان کی مانگی قیمت پر ان سے خوراک خریدلی۔ لڑکیوں نے خوراک کی تیاری میں ہم سے مفت تعاون کیا۔ سردارے بالکل خاموش تھا۔ یوں ہم نے ایک طویل فاقے کے بعد کھانا کھایا اور خرید کر کھایا۔ ان بے چاروں نے معمولی چیزوں پر اکتفا کی تھی خوراک ان کے پاس زیادہ نہیں تھی۔ بہرحال ہم ان کے اس تعاون پر ان کے شکر گزار تھے۔

کھانے کے بعد طبیعت پر گرانی لازمی چیز تھی۔ چنانچہ ہم دونوں لیٹ گئے۔ ان لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ ہم پیدل لوگ بہرحال دولت مند ہیں چنانچہ وہ ہمارا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ سردارے میرے نزدیک ہی لیٹا ہوا تھا۔

"یہودی معلوم ہوتے ہیں باس۔"

"نہیں اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ یوں بھی یہ لوگ قلاش معلوم ہوتے ہیں بہرصورت پاشنگ تک تو پہنچ جائیں گے۔ اور یہ عمدہ بات ہوگی"

"میرا خیال ہے یہ لوگ لڑکیوں کو بھی معقول قیمت پر ہمارے حوالے کردیں گے۔"

"کیا تم لڑکیوں کی کوئی قیمت نہیں ادا کرو گے؟"

"لڑکیاں بہرحال لڑکیاں ہوتی ہیں۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"لعنت ہے تم پر کیا تم نے ان کے بدن سے بدبو کے بھبکے سے اٹھتے نہیں محسوس کئے؟"

"چھوڑو ان باتوں کو باس رات لڑکی کے بغیر نامکمل ہوتی ہے۔"

"تو پھر جاؤ دفعان ہو جاؤ کسی کو اس چھت کے نیچے نہ لانا۔"

"ارے نہیں باس بھلا یہ بھی کوئی جگہ ہے مگر کروں کیا؟"

"میں نہیں جانتا۔" میں نے کروٹ بدل لی اور سردارے نے خاموش ہوگیا۔

پھر کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی وہ چاروں ہم سے کچھ فاصلے پر نزدیک نزدیک بیٹھے سرگوشیوں میں گفتگو کر رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد ہاورڈ نے ہانک لگائی۔

"ہے ماسٹر کیا تم چرس نہیں خریدو گے؟"

"نہیں بھائی ہم چرس نہیں پئیں گے۔"

"اوہ بدقسمت لوگ گریشی یہ چرس نہیں پیتے۔" ہاورڈ نے لڑکی سے کہا۔

"لیکن ہم پیتے ہیں شروع کرو" اور پھر چرس کی سگریٹیں سلگ گئیں۔ فضا میں چرس کی بو پھیل گئی۔ میں اور سردارے خاموش لیٹے تھے۔ نہ جانے سردارے کس سوچ میں گم تھا اور جب وہ کافی دیر تک نہ بولا تو میں نے اسے آواز دی۔

"سو گئے میری جان؟"

"نہیں باس کیا تمہیں نیند آ رہی ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔"

"تو کچھ باتیں کرو۔"

"کیا باتیں کروں استاد نہ جانے کیوں اپنا وطن یاد آ رہا ہے۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"فضول بات ہے اگر کسی ذہنی فتور میں مبتلا ہو تو جاؤ ان لوگوں کے ساتھ چرس پیو۔"

"وطن کی یاد ذہنی فتور تو نہیں ہوتی استاد۔"

"یادیں کیا دیتی ہیں سردارے دل کے درد کے سوا۔" میں نے اداس لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ باس یہ تو ٹھیک ہے لیکن نہ جانے کیوں کبھی کبھی پنجاب کے سبز کھیتوں کی سوندھی سوندھی بو ہواؤں کے دوش پر دل کے ویرانوں تک چلی آتی ہے اور پھر سینے میں ایک چبھن سی پیدا ہو جاتی ہے جی چاہتا ہے کہ راوی کے کنارے پھر سے قریب آ جائیں' مانجھی کی درد بھری آواز میں پھر سے ہیر سنائی دے اور دل تڑپتا ہے باس۔"

میرے سینے میں ایک گولا سا آ پھنسا تھا۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!